کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ



تالیف، حصہ اول

ابن الحسن عباسیؒ

رفیق شعبۂ تصنیف و اُستاذ جامعہ فاروقیہ

تالیف، حصہ دوم

مولانا ابوبکر غازی پوری

مُدیر "صَوتُ الاسلام" بھارت



ناشر:

مکتبہ فاروقیہ

شاہ فیصل ٹاؤن 4- کراچی- 25


MAKTABA-E-FAROOQIA
KARACHI


المكتبة الفاروقية
MAKTABA-E-FAROOQIA
KARACHI

کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ

علمائے دیوبند کے خلاف ہرزہ سرائی پر مشتمل عالم عرب میں وسیع پیمانہ پر پھیلائی جانے والی کتاب الدیوبندیۃ کا علمی و تحقیقی جائزہ کتاب کی خیانتوں کی نشاندہی غیر مقلدین کی مستند کتابوں سے اُن کے عقائد و نظریات کا بیان غیر مقلدین اور عرب کے سلفی علماء کے درمیان عقائد کے تضاد کی وضاحت اردو زبان میں اپنے موضوع پر ایک منفرد کتاب۔

تالیف، حصہ اول

ابن الحسن عباسی

رفیق شعبۂ تصنیف و استاذ جامعہ فاروقیہ

تالیف، حصہ دوم

مولانا ابوبکر غازی پوری

ناشر، مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی، کراچی

کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ

ابن الحسن عباسی
رفیق شعبۂ تصنیف بستان عائشہ منظور کالونی کراچی

2011 / 1431

مطبوعات مکتبہ فاروقیہ کراچی 75230 پاکستان
نزد جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی نمبر 4
کراچی 75230، پاکستان
فون: 021-4575763
m_farooqia@hotmail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ

(مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی وصدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان)

ہمارے اکابر رحمہم اللہ کا ہمیشہ سے یہ مزاج اور مسلک رہا ہے کہ امت مسلمہ کے درمیان واقع فروعی اختلاف کو عوامی سطح پر اچھالنے کے بجائے اسے خالص علمی اور تحقیقی حلقوں تک محدود رکھا جائے اور جب تک کسی شخص کا نظریہ کھلی گمراہی یا کفر تک نہ پہنچتا ہو اس کے ساتھ فروعی اختلاف کو محاذ جنگ بنانے سے روکا جائے، اس کے بجائے تمام وہ مسلمان جو دین کی بنیادوں میں متفق ہیں مل جل کر عصر حاضر کے ان فتنوں کا مقابلہ کریں جو براہ راست اصول دین پر حملہ آور ہیں، بات بات پر کفر و شرک کا فتویٰ لگانا اور فروعی اختلاف کی وجہ سے تضلیل و تفسیق کا حکم جاری کرنا ہمارے اکابر کا مزاج کبھی نہیں رہا اور اس چیز کو انہوں نے کبھی پسند نہیں کیا، البتہ مثبت انداز میں دین کے صحیح عقیدے کی تشریح، اسلاف امت کے منہج و طریقے کی توضیح اور بدعات و رسومات سے بالکل پاک خالص توحید کی تبلیغ، اکابر دیوبند رحمہم اللہ

اپنی تقریروں، وعظوں اور تحریروں کے ذریعہ کرتے رہے ہیں اور اس حقیقت میں کسی کو کیا شک ہوسکتا ہے کہ برصغیر پاک وہند میں اکابر دیوبند رحمہم اللہ اور ان کے متعلقین ومنتسبین نے اسلام کے صحیح عقیدے کی تشریح اور نشر واشاعت میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں کوئی دوسری جماعت یا کسی دوسرے ادارے کے متعلقین کے ہاں ان کی مثال نہیں ملتی۔

برصغیر کے غیر مقلدین سے بھی کئی مسائل میں علمائے دیوبند کو اختلاف رہا ہے اور طرفین سے اپنے اپنے مسلک کی وضاحت اور اس کی ترجیح کے لئے رسائل اور کتابیں لکھی جاتی رہی ہیں تاہم اکابر غیر مقلدین میں کئی حضرات ایسے گذرے ہیں جو علمائے دیوبند کے ساتھ علمی اختلاف کے باوجود تعلقات، مشترکہ مقاصد میں تعاون اور دین کے بنیادی اصولوں کی حفاظت میں ان کا ساتھ دیتے رہے ہیں، ماضی میں تحریک ختم نبوت کی تاریخ اس اشتراک عمل پر گواہ ہے۔



لیکن غیر مقلدین کی اس جماعت میں ابتدا ہی سے ایک حلقہ ایسا بھی چلا آرہا ہے جو اپنے علاوہ سب مسلمانوں پر کفر و شرک کا فتوی لگاتا رہا اور سارے مقلدین کو مشرک سمجھتا رہا ہے، ائمہ امت، اسلاف، حتی کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں سب و شتم اور گستاخی کا ارتکاب کرتا رہا ہے پیش نظر تالیف جس کتاب کا جواب ہے وہ کتاب اسی حلقہ کی نمائندہ ہے۔

باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت گذشتہ چند عشروں سے پاک وہند کے غیر مقلدین کی طرف سے اکابر علمائے دیوبند کے خلاف عربی زبان میں مسموم مواد پر مشتمل کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ شروع ہوا ہے، انہیں گمراہ، قبر پرست اور بدعات سے آلودہ جماعت قرار دیا جارہا ہے اور انتہائی خدا ناترسی کے ساتھ اکابر رحمہم اللہ کی

عبارتوں میں خورد برد کر کے ان کے عقائد کو بالکل غلط انداز سے پیش کیا جارہا ہے، اس طرح کی خیانتوں پر مشتمل اب تک چھ سات کتابیں عربی زبان میں شائع کی جاچکی ہیں۔

اس سلسلہ کی ایک کتاب "الديوبندية تعريفها عقائدها" کے نام سے ماضی قریب میں شائع ہوئی ہے اور عرب دنیا میں بڑے خفیہ طریقہ سے وسیع پیانہ پر پھیلائی گئی ہے اور پھیلائی جارہی ہے، مولانا ابوبکر غازی پوری زید مجدھم نے اس کا عربی میں ترکی بہ ترکی جواب لکھا ہے اور ہمارے پاس بھی اس کا ایک نسخہ بھیجا، مولانا غازی پوری صاحب نے اکابر غیر مقلدین کی کتابوں سے ان کے وہ تمام عقائد بیان کئے ہیں جو عرب کے سلفی علماء، شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے عقیدت مند حضرات کے عقائد سے بالکل مختلف ہیں۔

مولانا غازی پوری کی اس کتاب کا ترجمہ ہمارے جامعہ فاروقیہ کے استاذ اور دارالتصنیف کے رفیق مولانا ابن الحسن عباسی سلمہ نے کیا، پیش نظر کتاب کا دوسرا حصہ مولانا غازی پوری صاحب کی کتاب کا اردو ترجمہ ہے، ترجمہ میں بعض وہ چیزیں جو اردو داں حضرات کے لئے مفید نہ تھیں حذف کردی گئی ہیں۔

مولانا غازی پوری زید مجدھم کی کتاب اپنے موضوع پر ایک منفرد کتاب ہونے کے باوجود کتاب "الدیوبندیہ" کے مقابلہ میں صرف ایک الزامی جواب کے خلاء کو پر کرتی ہے، تاہم ضرورت اس بات کی ابھی باقی تھی کہ "الدیوبندیہ" میں علمائے دیوبند کی طرف جو کچھ منسوب کیا گیا اس کا ایک تحقیقی جائزہ لیا جائے، اس میں جو خیانتیں کی گئی ہیں، ان کی نشاندہی کی جائے، صحیح واقعات سے اخذ کئے گئے غلط نتائج پر تنبیہ کی جائے تاکہ حقیقت حال سے ناواقف حضرات کہیں غلط فہمی کا شکار نہ ہوں۔

اس ضرورت کے پیش نظر مولانا ابن الحسن عباسی سلمہ نے کتاب "الدیوبندیہ"

کا ایک تحقیقی جائزہ لیا اور بڑی تحقیق و محنت کے ساتھ معتدل اسلوب میں کتاب کی غلطیوں اور خیانتوں کی نشاندہی کی، جن مسائل میں غلط بیانی سے کام لیا گیا تھا ان میں اکابر رحمہم اللہ کی پوری عبارتیں ذکر کر کے ان کے اصل عقائد کی تشریح و توضیح کی۔

اللہ جل شانہ سے میری دعا ہے کہ وہ مولانا عباسی سلمہ اللہ تعالیٰ کی اس خدمت کو حسن قبول سے نوازے، اس کتاب کو امت کی صحیح رہنمائی کا ذریعہ بنائے اور شر پسند اہل فساد کی پھیلائی ہوئی گمراہی اور شر سے سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان، عمل اور اخلاق کی حفاظت فرمائے، آمین۔

سلیم اللہ خان
۱۴۱۸/۸/۲۴ھ
۵/۱۲/۱۹۹۷ء



اللہ کے نام سے......

(دیباچہ طبع اول)

مولانا ابوبکر غازی پوری زید مجدہم ہندوستان کے مشہور اہل قلم ہیں، اردو میں لکھتے ہیں لیکن ان کا عربی کا قلم ایک سیال، جاندار اور ادیبانہ قلم ہے جو قاری کو پوری طرح اپنی گرفت میں لے لیتا ہے اور کسی قلم کی یہی سب سے بڑی خصوصیت ہو سکتی ہے، گذشتہ سال انہوں نے اپنی کتاب "وقفة مع اللامذهبية في شبه القارة الهندية" (کچھ دیر برصغیر کے غیر مقلدین کے ساتھ) شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم کے پاس بھیجی، حضرت شیخ نے اس کے ابتدائی حصہ کا مطالعہ کیا تو انہیں پسند آئی اور مجھے اس کے ترجمہ کے لئے فرمایا، پیش نظر کتاب کا دوسرا حصہ مولانا غازی پوری زید مجدہم کی عربی کتاب کا ترجمہ ہے جس پر پھر میں نے اور برادر گرامی مولانا نورالبشر صاحب (رفیق دارالتصنیف واستاد جامعہ فاروقیہ) نے مل کر نظر ثانی کی۔

مولانا ابوبکر غازی پوری کی مذکورہ کتاب علمائے دیوبند کے خلاف ہرزہ سرائی پر مشتمل عرب دنیا میں وسیع پیمانہ پر پھیلائی جانے والی ایک غیر مقلد کی کتاب "الديوبندية، تعريفها، عقائدها" کا ترکی بہ ترکی جواب ہے، کتاب "الدیوبندیہ" میں جو اسلوب، انداز اور اصول اختیار کر کے علمائے دیوبند پر شرک وبدعت کے فتاوی کا مینہ برسایا گیا، مولانا غازی پوری نے ان اصولوں کو اپنا کر ثابت کیا کہ اس طرح اکابرین غیر مقلدین شرک وبدعت کے ریلے میں شریک ہی نہیں، اس کے سپہ سالار اور ہراول دستہ ہیں بلکہ ان اصولوں کا تو تقاضا ہے کہ برصغیر میں شرک وبدعت کا سیلاب انہیں کی دم سے رواں رہا ہے۔

"الدیوبندیہ" کا مقصد عرب دنیا میں علمائے دیوبند کی شاندار تاریخ پر ضرب لگانا تھا، ((وقفہ.......)) کو آپ جواباً وہاں، آشیانۂ غیر مقلدین کے تنکے بکھیرنے والی بجلی کہہ سکتے

ہیں........ "وقفہ...." ایک الزامی جواب ہے اس لئے اس میں اسلوب، طرز اور زبان وہی اختیار کی گئی ہے جو دوسروں میں تنکے تلاش کرنے والی آنکھ کو اپنے شہتیر دکھانے کے تناظر میں اپنائی جاتی ہے، اس لئے کتاب پڑھتے ہوئے انداز بیان کے اس پس منظر کو پیش نظر رکھنا چاہئے، اس میں مخاطب عرب کے سلفی علماء ہیں اور عقائد "الدیوبندیہ" کے اصول کی روشنی میں اکابر غیر مقلدین کے بیان کئے گئے ہیں اس طرح عرب کے سلفی علماء اور غیر مقلدین کے عقائد کے درمیان تضاد کھل کر سامنے آگیا ہے "وقفة" علمائے دیوبند کے عقائد یا ان کے مسلک و مزاج کو بیان نہیں کرتی، اس لئے کسی مسئلہ میں کوئی بھی تعبیر اسی ماحول میں پڑھی اور سمجھی جائے۔

میں نے اس کتاب کا ترجمہ ابھی مکمل ہی کیا تھا کہ ہندوستان سے مولانا غازی پوری ہی کے ایک شاگرد مولانا رضوان الرحمٰن قاسمی صاحب کا ترجمہ موصول ہوا، انہوں نے بھی محنت اور سلیقہ سے ترجمہ کیا تھا، البتہ کتاب کے مقدمہ کا ترجمہ نہیں تھا، نیز ترجمہ سے زیادہ اس کے لئے "ترجمانی" کا لفظ موزوں ہوگا، مشورہ میرے کئے ہوئے ترجمہ کی اشاعت کا طے ہوا، البتہ ان کے ترجمہ سے خصوصاً حواشی میں، میں نے استفادہ کیا، نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ کی "کتاب التعویذات" میرے پاس نہیں تھی، ان کے پاس تھی، اس لئے اس عنوان کے تحت ان ہی کا ترجمہ لیا گیا...... "ترجمان وہابیہ" "عیون زمزم" وغیرہ جو کتابیں ہمیں میسر ہوئیں اردو عبارتیں بعینہ وہیں سے نقل کی گئی ہیں، جو کتابیں نہیں مل سکیں وہاں عربی سے ترجمہ کیا گیا ہے۔

میں ترجمہ سے فارغ ہوا تو کتاب "الدیوبندیہ" ملی، یہ کتاب میں نے پڑھی اور ایک بار نہیں، بار بار پڑھی، کتاب کے دو سو اسی صفحات میں اکثر صفحے وہ ہیں جن میں اکابر علمائے دیوبند پر شرک و کفر، بدعت و ضلالت کے فتوؤں کا منگل بازار سجایا گیا ہے......
آہ! قطب عالم مولانا رشید احمد گنگوہی، قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا قاسم نانوتوی، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، حکیم الامت حضرت تھانوی، نابغۃ العصر حضرت انور شاہ

کشمیری، شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوری اور مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی میں سے ہر ایک پر کفر و شرک کے فتوؤں کی بوچھاڑ کی گئی ہے، یہ کتاب آپ پڑھیں تو انسان کا دل درد سے بھر بھر آتا ہے، علمائے حق کے نفوسِ قدسیہ کا یہ پاکباز قافلہ مشرک ہوا، کافر ہوا، بدعتی وگمراہ ہوا تو اسلامیان ہند کی آخری تاریخ کے دامن میں پھر رہ کیا جاتا ہے، ان اکابر کی عبارتوں سے اخذ کئے گئے نتائج دیکھ کر زبان پر یہ شعر جاری ہو جاتا ہے۔

خزاں نہ تھی چمنستان دہر میں کوئی
خود اپنا ضعف نظر، پردۂ بہار ہوا

کہیں عبارتوں میں خورد برد کیا گیا، کہیں اردو عبارت کا عربی میں غلط ترجمہ کیا گیا، کہیں عبارت کے صحیح مقصد کو چھوڑ کر اس سے غلط مطلب اخذ کیا گیا جس سے حقیقت حال سے ناواقف حضرات کو کئی مقامات پر غلط فہمی ہوسکتی ہے، اس لئے میں نے کتاب کا ایک تحقیقی جائزہ لینے کی کوشش کی، کتاب کی خیانتوں اور غلط بیانی کی نشان دہی کی اور یوں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے پیش نظر کتاب .... "الدیوبندیہ" کے الزامی جواب کے ساتھ ساتھ تحقیقی جواب بھی بن کر سامنے آئی۔



علمائے دیوبند کی تاریخ اس حقیقت پر گواہ ہے کہ وہ اختلافی مسائل کو نزاعی صورت میں اچھالنے سے ہمیشہ کنارہ کش رہے ہیں لیکن راہ اعتدال کے مخالف فرقوں کے اٹھائے ہوئے مسائل کو سنبھالنا ایک تو اس لئے ضروری ہوجاتا ہے کہ اس سے عوام کے عقائد کی صحت متاثر ہوتی ہے، دوسرے بار بار صریح جھوٹ کی اگر تردید نہ کی جائے تو اس پر سچ اور صدق کا گمان کیا جانے لگتا ہے، "الدیوبندیہ" عربی زبان میں علمائے دیوبند کے خلاف ہرزہ سرائی پر مشتمل برصغیر کے غیر مقلدین کی کوئی پہلی کاوش نہیں بلکہ اس سے پہلے ((القول البليغ في التحذير من جماعة التبليغ)) ((السراج المنير في تنبيه جماعة التبليغ على أخطاء هم)) اور ((دعوة الامام محمد بن عبدالوهاب بين مؤيديها ومعانديها)) جیسی کتابیں بھی علمائے دیوبند کے خلاف لکھ کر عرب دنیا

میں پھیلائی گئی ہیں، ان میں سے بعض کتابیں غیر مقلدین کی لکھی ہوئی ہیں اور بعض غیر مقلدین کی من گھڑت روایات پر اعتماد کر کے عرب کے ایک دو اہل قلم نے لکھی ہیں بلکہ درحقیقت ان سے لکھوائی گئی ہیں "الدیوبندیہ" آخر میں آئی لیکن سب و شتم اور غلط بیانی میں پہلی پوزیشن پر رہی۔



آخر میں "الدیوبندیہ" کے مصنف اور ان کے ہم خیال اصحاب کی خدمت میں ہماری دردمندانہ گذارش ہے کہ اس وقت عالم اسلام جن گھمبیر مسائل سے دوچار ہے اور امت مسلمہ جس زبوں حالی کا شکار ہے اس کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کے لئے کوئی دوسرا میدان منتخب کریں، جہاں عام مسلمانوں کو فائدہ پہنچنے کا امکان ہو اور خود ان کا بھی دینی نفع ہو، کتاب "الدیوبندیہ" کی تالیف جیسی حرکات کی حیثیت آب رواں پر بے وقعت جھاگ کے سوا کچھ نہیں جو نہ مفید ہو سکتی ہیں اور نہ ہی اس کے لئے بقا ممکن ہے۔ واما الزبد فیذھب جفاء، واما ماینفع الناس فیمکث فی الارض۔

ابن الحسن عباسی
۲۷ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ

تصدیق و تقریظ حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب مد ظلہم

حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب دامت برکاتہم کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں، آپ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے مشہور خلیفہ اور جلیل القدر عالم دین حضرت مولانا عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ کے صاحبزادے، جید عالم دین، حدیث و فقہ اور اسلامی علوم میں گہری نگاہ رکھنے والے عظیم المرتبت عالم، برصغیر پاک وہند میں علوم اسلامیہ کے تاریخی مرکز دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید ہیں۔ ہند کے ظلمت کدوں میں دین اسلام کی روشن تعلیمات اور صحیح عقائد کی ابدی صداقتوں کا چراغ روشن کرنے والے علمائے دیوبند یعنی اہل سنت والجماعت کے عقائد کی وضاحت اور اکابر و اسلاف کے مسلک و مزاج کی تشریح میں حضرت ترمذی مدظلہم ایک سند کا درجہ رکھتے ہیں، پیش نظر کتاب چھپنے کے بعد حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں تصدیق و توثیق اور تقریظ کی غرض سے بھیجی گئی۔ حضرت نے ضعف و نقاہت، کثرت مشاغل اور پیرانہ سالی کے عوارض کے باوجود کتاب اول تا آخر مطالعہ فرمائی، قابل اصلاح مقامات کی نشاندہی اور کتاب کے حصہ اول کے لیے پر مغز، جاندار اور مفید تقریظ تحریر فرمائی، یہ تقریظ افادہ عام کی غرض سے الفاروق (جمادی الاولی ۱۴۱۹ھ) کے شمارہ میں شائع کر دی گئی تھی، اب اس کو شامل اشاعت کیا جارہا ہے جو کتاب کے لیے باعث برکت و اہمیت اور قارئین کے لیے ان شاء اللہ مفید رہے گی۔

(ابن الحسن عباسی)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

ومنہ نستمد العون والتوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق۔

اکابر اہل سنت والجماعت علماء دیوبند (کثر اللّٰہ سوادھم) کے خلاف ہر زمانے میں ایسی کارروائیاں ہوتی رہی ہیں جن سے ان کے خلاف نفرت پھیلائی جاسکے اور عام مسلمانوں میں تفریق پیدا کر کے ان کو گروہوں میں تقسیم کیا جاسکے۔

تقریباً ایک صدی کا زمانہ گزرا کہ اس تفریق کی مہم، فرقہ رضاخانیہ کے بانی مولانا احمد رضاخان صاحب بریلوی نے چلائی تھی اور بعض اکابر علماء دیوبند کی عبارات کو مسخ کر کے اردو سے عربی میں غلط ترجمے کر کے علماء حرمین سے تکفیر کے فتوے حاصل کیے اور "حسام الحرمین" کی صورت میں ان کو شائع کر کے ہمیشہ کے لیے اہل سنت والجماعت کے درمیان فرقہ بندی کا بیج بودیا جس کے برگ وبار آج تک تمام ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں اور نہ ختم ہونے والی فرقہ بندی دیوبندی، بریلوی کا سلسلہ قائم ہوگیا۔

علماء دیوبند نے اس کا تعاقب کیا اور جب حرمین شریفین کے علماء کرام پر حقیقت واضح ہوئی تو ان حضرات نے اپنے فتوے سے رجوع کرلیا اور حقیقت حال کے علم کے بعد وضاحت کے ساتھ "عقائد علماء دیوبند" کی تصویب و تصدیق فرمائی۔

اُس وقت کی حکومت حرمین شریفین کے زمانہ میں "فرقہ رضائیہ" کو اپنا مفاد حاصل کرنے کا موقع ملا جس طرح اب "فرقہ غیر مقلدین" کو اس وقت کی حکومت سے فائدہ حاصل کرنے کا موقع مل رہا ہے۔

اسی سلسلے کی کڑی یہ کتاب "الدیوبندیة" ہے جو غیر مقلدین کی طرف سے علماء دیوبند کو بدنام کرنے کے لیے لکھی گئی ہے اور ان کے عقائد کو "فرقہ رضائیہ" کے بانی کی طرح مسخ کر کے پیش کیا گیا ہے۔

اس کتاب کی تردید اور حقیقت حال کو واضح کرنے کے لیے ہی یہ کتاب "کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ" تالیف کی گئی ہے۔ اس کا حصہ اول عزیز محترم مولانا ابن الحسن عباسی سلمہ (رفیق شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ فاروقیہ کراچی) نے لکھا ہے اور دوسرا حصہ جناب مولانا ابوبکر غازی پوری زید مجدھم کی کاوش کا نتیجہ ہے۔

پہلے حصے میں عزیز موصوف سلمہ نے کتاب "الدیوبندیة" کا علمی اور تحقیقی جائزہ بڑی سنجیدگی اور متانت سے لیا ہے اور مؤلفِ کتابِ مذکور کی علمی خیانتوں کی نشاندہی اور کتاب کے طریق استدلال پر احسن طریقہ سے گرفت کر کے "وجا دلھم بالتی ھی احسن" پر عمل کیا ہے، ماشاء اللہ عبارت چست اور حشو سے خالی ہے۔

عزیز موصوف سلمہ عباراتِ اکابرِ دیوبند کا صحیح مطلب اور محمل بیان کر کے ان سے جو غلط مطلب کشید کرنے اور غیر محمل پر محمول کرنے کی جسارت کی گئی تھی اس کی وضاحت کر کے علماء حق کی طرف سے حق دفاع ادا کرنے میں بحمد اللہ کامیاب و کامران ہوئے۔ والحمدللّٰہ علی ذٰلك وھو حسبنا ونعم الوکیل۔

......☆......☆......☆......

الدیوبندیة... (اکابر دیوبند کیا ہیں)

حقیقت یہ ہے کہ علماء دیوبند رحمھم اللہ کا اہل سنت والجماعت سے کوئی علیحدہ اپنا مذہب نہیں ہے بلکہ فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت کے مذہب کا ہی دوسرا نام اس زمانہ میں "دیوبندیت" ہے کیونکہ بعض لوگ خود کو اہل سنت والجماعت کہلانے والے مروجہ بعض

مسائل میں ترک تقلید کر کے بدعات میں مبتلا ہو گئے ہیں اس لیے امتیاز کی ضرورت پیش آئی اور "دیوبندیت" کی طرف نسبت کو روا رکھا گیا کہ شرک اور بدعات و محدثات کی تردید علماء دیوبند" کا شعار اور ان کی پہچان ہے جیسا کہ ان کی کتابیں اس پر شاہد عدل ہیں اور یہ جماعت حقیقی معنوں میں اہل سنت والجماعت ہے۔

ہمارے اس دعوے کے پرکھنے کے لیے عقائد علماء اہل سنت والجماعت کی معیاری کتابوں اور متقدمین کی عقائد پر لکھی جانے والی کتابوں کے مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے مطالعہ کے بعد بشرط انصاف واضح ہو جائے گا کہ ہمارے اکابر علماء دیوبند رحمھم اللہ کے بے کم و کاست وہی عقائد ہیں جو متقدمین اہل سنت والجماعت کے ہیں اور ان میں سرمو فرق نہیں ہے، علماء دیوبند انہی عقائد کے زبردست حامل ہی نہیں بلکہ ان کے خلاف کرنے والے کی تردید میں بھی پیش پیش ہیں۔

یہ حضرات کسی شخصی اور انفرادی رائے کے پابند نہیں ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی اتباع کو بھی لازم سمجھتے ہیں۔

اتبعوا السواد الاعظم،یداللّٰہ علی الجماعۃ، ماانا علیہ و اصحابی وغیرہ نصوص شرعیہ سے ثابت ہے کہ سواد اعظم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت صحابہ۔ رضی اللہ عنھم کا اتباع لازم ہے۔ ان احادیث کی روشنی میں اہل سنت والجماعت کی تعریف اس طرح کی گئی ہے۔

"قال فی العقائد النسفیۃ" فاشتغل ھو (ای الاشعری) ومن تبعہ بابطال رای المعتزلۃ واثبات ماوردبہ السنۃ ومضی علیہ الجماعۃ فسموا اھل السنۃ والجماعۃ۔ (ص٦)

شخصی رائے اور تفردات کا اتباع اور جمہور کی مخالفت فرقہ ناجیہ کے طریقے کے خلاف ہے اس لیے علامہ ابن تیمیہؒ اور علامہ ابن القیمؒ ہوں، الشیخ محمد بن عبدالوہاب ہوں یا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ان کی علمی جلالت شان کے مسلم ہوتے ہوئے جمہور کے خلاف ان حضرات

کے تفردات کو امت میں قبولیت عامہ حاصل نہیں ہو سکی، علامہ ابن الہمام حنفیؒ کے تفردات کے بارے میں "لا یعول علیہ" اصول و قواعد میں لکھ دیا گیا ہے، حالانکہ "قد بلغ رتبة الاجتهاد" بھی ان کی شان میں کہا گیا ہے جس سے واضح ہے کہ تفردات چاہے کسی بھی بڑی شخصیت کے ہوں قابل قبول نہیں ہیں۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ جو لوگ ائمہ مجتہدین کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور ان کی تقلید کو بھی شرک تک کہہ دیتے ہیں اور مقلدین کو مشرک کہنے سے بھی باز نہیں رہتے وہ لوگ ان غیر مجتہدین حضرات کے تفردات کی تقلید پر اس قدر اصرار کیوں کرتے ہیں کہ اس کے خلاف کی گنجائش نہیں سمجھی جاتی۔ فیاللعجب ولضیعة الادب۔ حالانکہ ائمہ مجتہدین کے لیے بھی "المجتهد قد يخطي وقد يصيب" کا قاعدہ مقررہ ہے، ان حضرات کی شخصی آراء میں اسی قاعدہ کے موافق خطاء و صواب دونوں کا احتمال ضرور ہوگا، پھر ان کے خلاف رائے کو یقینی طور پر خطاء کیسے قرار دیا جا سکتا ہے اور دلیل و حجت کے ساتھ اس سے اختلاف کیوں نہیں کیا جا سکتا؟

اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ کی متفقہ دستاویز "المہند" جو اکابر علماء دیوبند کے عقائد کے لیے بمنزلہ آئینہ اور دیوبندیت کو جاننے اور پہچاننے کے لیے سب سے زیادہ مستند وثیقہ ہے، اس کے شروع میں واضح طور پر لکھا ہے:

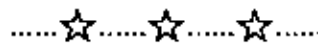
> ليعلم اولا انا بحمدالله ومشائخنا رضوان الله عليهم اجمعين وجميع طائفتنا وجماعتنا مقلدون لقدوة الانام و ذروة الاسلام: الامام الهمام الامام الأعظم ابى حنيفة النعمان فى الفروع، ومتبعون للامام الهمام ابى الحسن الاشعرى والامام الهمام ابى المنصور الماتريدى فى الاعتقادو الاصول... الخ۔
>
> (ص ۳۰)

"اس سے پہلے جاننا چاہیے کہ ہم اور ہمارے مشائخ اور ہماری ساری

جماعت حمداللہ تعالیٰ فروعات میں مقلد ہیں مقتدائے خلق حضرت امام ہمام، امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابتؒ کے اور اصول واعتقادات میں پیروکار ہیں امام ابو الحسن اشعریؒ اور امام ابو منصور ماتریدیؒ کے الخ۔

ثم ثانیا انا لانتکلم بکلام ولا نقول قولا فی الدین الاوعلیہ عندنا دلیل من الکتاب او السنۃ او اجماع الامۃ اوقول من ائمۃ المذھب الخ۔ (ص ۳۰)

"دوسری بات یہ ہے کہ ہم دین کے بارے میں کوئی بات ایسی نہیں کہتے جس پر کوئی دلیل نہ ہو قرآن مجید کی یا سنت کی یا اجماع امت یا قول کسی امام کا۔"



جب ان اکابر علمائے دیوبند کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یہ کوئی بات کتاب وسنت، اجماع امت اور ائمہ متبوعین کے قول کے خلاف نہیں کہتے تو پھر علماء دیوبندؒ کی طرف جو قول ہم منسوب کر رہے ہیں تو یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ قول ان مذکورہ دلائل میں سے کسی دلیل سے ثابت تو نہیں اور اس کی نسبت ان اکابرؒ کی طرف صحیح بھی ہے؟ ورنہ تو اس قول کا حضرات اکابر دیوبند کی طرف منسوب کرنا افتراء اور بہتان ہوگا اور "سبحانك هذا بهتان عظيم" ہی اس کے جواب میں پڑھا جانا چاہیے۔

اور اگر وہ قول ثابت بالدلائل ہے یا ائمہ کلام سے منقول ہے تو اس کی تردید کرنی ایک ثابت بالدلیل اور ائمہ متبوعین کے قول کی تردید ہوگی اور اس صورت میں "دیوبندیت" کی تردید سے ان دلائل اور ائمہ متبوعین کی تردید لازم آئے گی۔ فافهم ولاتكن من القاصرين ولاتكن من المغترين۔

اکابر علمائے دیوبند کے اس مسلمہ قاعدہ کو پیش نظر رکھ کر اب کتاب "الديوبندية" کو

دیکھنا چاہیے کہ اس میں جن عقائدو نظریات کو علماء دیوبند کی طرف منسوب کیا گیا ہے، آیا وہ کتاب و سنت اور اجماع امت، ائمہ عقائد و کلام کے موافق ہیں یا خلاف؟ قطع نظر اس سے کہ وہ عقائد و نظریات کسی شخصیت... خواہ وہ امت میں کتنی ہی مقبول اور مسلم ہو... کے خلاف ہیں یا موافق، کیونکہ معیار حق دلائل ہیں نہ کہ شخصیت۔

......☆......☆......☆......

کتاب "الدیوبندیة"...... کا طرز استدلال

اس کتاب کا طرز استدلال یہ ہے کہ مؤلف ایک عنوان قائم کرتے ہیں، اس کے تحت اکثر وعظ، سوانح، یا حکایات کی کسی کتاب سے کوئی واقعہ لیتے ہیں، اس واقعے سے ایک مشرکانہ عقیدہ کشید کر کے علماء دیوبند کے سر تھوپتے ہیں اور پھر اس خود ساختہ عقیدہ کے خلاف سلفی علماء کے فتاوی مسلسل نقل کرتے چلے جاتے ہیں، مثال کے طور پر دیکھیے:

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کا یہ واقعہ سوانح قاسمی مؤلفہ مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کے حاشیہ سے نقل کیا ہے کہ کچھ لوگوں نے حضرت کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کے طور پر ایک زندہ شخص کا جنازہ پڑھانے کا اصرار کیا حضرت نانوتویؒ نے اصرار کے بعد منظور فرمالیا اور نماز ادا کر دی، نماز کے بعد دیکھا گیا تو وہ واقعۃً مردہ تھا (ملخصاً) یہ ایک کرامت تھی حضرت نانوتویؒ کا اس میں کوئی دخل نہیں تھا اور کرامت میں صاحب کرامت کا کوئی دخل ہوا ہی نہیں کرتا، مگر مؤلف "الدیوبندیة" نے اول تو خیانت کی کہ اس جملہ کا ترجمہ ہی نہیں کیا جس میں اس کے کرامت ہونے کی تصریح تھی اور واقعہ کی صحیح نوعیت واضح ہو رہی تھی)، دوسرے اس واقعہ سے یہ عقیدہ اخذ کیا کہ "انسان زندگی اور موت پر قادر ہے" پھر اس عقیدہ کو علمائے دیوبند کے سر منڈھ دیا اور عنوان قائم کیا "مشائخ علماء دیوبند زندگی اور موت کے مالک ہیں" اور دیوبندی حضرات اپنے مشائخ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ موت

اور زندگی پر قادر ہیں مؤلفِ "الدیو بندیۃ" کا اس واقعے سے یہ عقیدہ اخذ کرنا کہ انسان زندگی اور موت پر قادر ہے قطعاً غلط ہے اور اس عقیدے کو دیوبندی حضرات کی طرف منسوب کرنا قطعاً افتراء اور بہتان ہے، اس واقعے میں جو کچھ ہوا، بطور کرامت کے ہوا اور کرامت میں کسی صاحبِ کرامت کے اختیار و قدرت کو دخل نہیں ہوتا۔

......☆......☆......☆......

کرامات اولیاء حق ہیں

کرامات اولیاء اپنی جگہ پر حق ہیں، عزیز مولانا ابن الحسن عباسی سلمہ نے اس کی اچھی طرح وضاحت کردی ہے، عام علماء اہل سنت والجماعت کے علاوہ خاص طور پر علامہ ابن تیمیہؒ کی کتابوں سے بھی کرامت کا حق ہونا ہی نہیں بلکہ یہ بھی ثابت کردیا ہے کہ علامہ ابن تیمیہؒ ان کے صدور کے بھی قائل ہیں اور اس کی کئی مثالیں بھی پیش کردی ہیں، شرح عقائد میں ہے۔

"کرامات الاولیاء حق" (ص ۱۰۱)

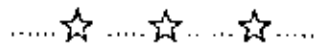
عمدۃ المحققین العلامہ السید محمود الآلوسی بغدادیؒ حضرت مریم علیہا السلام کے واقعہ کے ذیل میں فرماتے ہیں:

واستدل بالایۃ علی جواز کرامۃ الاولیاء، لان مریم لانبوۃ لھا علی المشھور، وھذا ماذھب الیہ اھل السنۃ والشیعۃ، وخالف فی ذلک المعتزلۃ۔

(روح المعانی ص: ۱۴۰ ج:۳)

اوپر کی تحریر سے ثابت ہو رہا ہے کہ ولی کی کرامت حق ہے، مگر ولی کے اختیار اور کسب کا اس میں کچھ دخل نہیں ہوتا، اور نہ کرامت، ولی کا فعل ہوتا ہے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہوتا ہے جو ولی کے ہاتھ پر ان کی تکریم کی بنا پر اللہ تعالیٰ صادر فرماتے ہیں جیسا کہ حضرت مریم

علیھا السلام کے جواب "قالت ھو من عنداللّٰہ" سے بھی واضح ہو رہا ہے۔ جب یہ ثابت ہے کہ کرامات اور خوارق عادات امور کے صدور میں ولی کے اختیار و کسب کو دخل نہیں ہوتا تو پھر کرامات و خوارق عادات امور کے صدور سے اس عقیدہ کا اختراع کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ جو فعل ولی سے صادر ہوا ہے وہ ولی کے اختیار میں ہے تو کسی اور کے لیے اس کے اختیاری ہونے کا عقیدہ رکھنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ اور نہ اہل سنت والجماعت میں سے یہ عقیدہ کسی کا ہے، تمام اہل سنت والجماعت کرامت کے غیر اختیاری ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، اور یہ تو بالکل ہی غلط طرز استدلال ہے کہ کسی ولی کی کرامت کے واقعہ جزئیہ سے کلیہ بنا کر اس کو بطور عقیدہ کلیہ کے پیش کیا جائے، البتہ اگر کسی شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ ولی اپنے قصد و اختیار سے کرامت صادر کرتا ہے تو پھر چونکہ اس عقیدہ میں ولی کے اختیار و قصد کو تسلیم کر لیا گیا ہے اور کرامت خارق عادت امور سے متعلق ہوتی ہے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ خارق امور کا صدور بھی ولی کے اختیار میں ہے اور اس مثال میں بھی یہ کہنے کی گنجائش نکل سکتی ہے کہ موت کا وقوع اختیار سے ہوا اور موت اختیار میں تھیں، لیکن پھر بھی ایک واقعہ جزئیہ سے کلیہ کا استنباط کر لینا اور اس واقعہ جزئیہ سے کلیہ بنا لینا کہ ہر شخص کی موت قبضہ میں ہے کسی طرح بھی صحیح طریقہ استدلال نہیں ہے۔



مسئلہ وحدۃ الوجود، تصور شیخ، صوفیانہ اشغال، اسی طرح ارواح سے استعانت اور مردوں سے استفادہ کا عقیدہ، اس کے علاوہ کشفِ قبور، کشفِ صدور، مراقبہ عندالقبور، مسئلہ علم غیب، مسئلۂ حاضر و ناظر، حیات الانبیاءؑ، توسل، اور مسئلۂ شدِ رحال پر علماء دیوبند کی مستقل مفصل کتابیں موجود ہیں جن میں ان تمام مسائل کی تحقیق، دلائلِ کتاب و سنت سے بڑی تفصیل کے ساتھ کر دی گئی ہے، اس تحقیقِ اکابر کو نظر انداز کر کے سلفی علماء کے عقائد کو

معیارِ حق بنانا اور ان مسائل میں ان کے اختلاف کی وجہ سے علماء دیوبند کو مطعون کرنا بالکل غلط رویہ اور دلائل شرعیہ کو پس پشت ڈالنے کے مترادف ہے۔

کتاب "الدیوبندیة" میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے حالانکہ معیار کتاب و سنت اور اجماع امت اور قول مجتہد ہے، ہمارے اکابر رحمھم اللہ تعالی نے اس کی تصریح کی ہے جیسا کہ ان کی عبارت "المھند" کے حوالے سے اوپر گزر چکی ہے، اس کو بغور ملاحظہ کیا جائے۔

......☆......☆......☆......

دار العلوم دیوبند کی تاسیس کا مقصد سنت نبویہ کو فقہ حنفی کے تابع بنانا، بتلانا بالکل غلط اور خلاف واقع بہتان ہے، حقیقت یہ ہے کہ حضرات علماء دیوبند رحمھم اللہ نے اعتدال کے ساتھ درس و تدریس اور تالیف و تصنیف کے ذریعہ مذاہب اربعہ کی گرانقدر خدمات انجام دی ہیں اور متعدد حضرات نے ایسی احادیث و روایات کے مجموعے بھی تیار کیے جن سے مسائل حنفیہ کا استنباط ہوتا ہے اور وہ مسائل حنفیہ کا ماخذ ہیں مگر سنت نبویہ کو فقہ حنفی کے تابع نہیں بنایا گیا۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملت الامام الفقیہ مولانا الشیخ اشرف علی تھانویؒ نے اس طرح ایک بے نظیر مجموعہ بنام "اعلاء السنن" محدث کبیر، فقیہ جلیل حضرت الشیخ سیدی و مرشدی حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ سے تیار کرایا، حضرت مولانا مرحوم نے اس تالیف میں تقلید جامد کی بجائے تحقیق فی التقلید سے کام لیا اور جس مسئلہ میں دوسرے مذاہب کے دلائل قوی ہوئے، اس کا برملا اظہار کر دیا، چنانچہ مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی مرحوم فرماتے ہیں۔

"مذہب حنفی کے متعلق شاہ (ولی اللہ دھلویؒ) صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بطور کشف کے نقل فرمایا ہے، بحمد اللہ

کتاب "اعلاء السنن" میں اسی کے مطابق عمل کیا گیا ہے کہ اپنے ائمہ ثلاثہ میں سے جس کا قول حدیث کے زیادہ موافق پایا، اختیار کیا گیا ہے۔ بلکہ بعض مسائل میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو حنفیہ کے قول پر ترجیح دی گئی ہے، اور لکھ دیا گیا ہے کہ کتبِ احادیثِ موجودہ میں حنفیہ کی تائید میں کوئی حدیث نہیں ملی، ممکن ہے، ہمارے ائمہ کے پاس کوئی حدیث ہو جو کتابوں میں ہم کو نہیں ملی، اس لیے حالتِ موجودہ قولِ امام شافعیؒ قوی ہے اور ہم نے اسی کو اختیار کیا ہے۔"

(تذکرہ الظفر بحوالہ امام راشد ص ۱۳۸)

اس طریقِ استدلال میں کیا سنت نبویہ کو فقہ حنفی کے تابع بنایا گیا ہے یا فقہ حنفی کو حدیث کے تابع بنایا گیا ہے؟ یہ خالص بہتان ہے جو ضعیفوں پر لگایا جاتا ہے، اس کی کوئی اصلیت نہیں

وحدۃ الوجود، شیخ ابن عربی اور تصور شیخ کے بارے میں مولانا ابن الحسن عباسی سلمہ نے بہترین انداز میں حضراتِ اکابرِ دیوبندؒ کی عبارات کی روشنی میں حقیقت واضح کر دی ہے اور مؤلف "الدیوبندیة" کی الزام تراشی کی اچھی طرح تردید کر دی اور ان مسائل میں علماء دیوبند کا جو مسلک ہے اس کو واضح کر دیا ہے، شیخ ابن عربی کے بارے میں بھی مسلک معتدل حضرات اکابر علماء دیوبند کا واضح کر دیا ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کا مستقل رسالہ "التنبیہ الطربی فی تنزیہ ابن العربی" بھی علماء کے لیے نہایت مفید رسالہ ہے، اس کے آخر میں جو اصول مقرر کیا گیا ہے وہ مبنی بر انصاف اور امت کے اکابر اولیاء رحمہم اللہ کے تبریہ کے لیے اور ان کے حق میں افراط و تفریط کے درمیان معتدل فیصلہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اولیاء اللہ رحمہم اللہ کے حق میں افراط و تفریط سے محفوظ رہنے کی توفیق دے اور "من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب" کی وعید شدید کا مورد بننے سے بچائے۔ آمین

سید عبد الشکور ترمذی عفی عنہ

تحریراً فی یوم الاثنین، صفر المظفر، ۱۲ / ۱۴۱۹ھ

تاثرات شہید اسلام حضرت مولانا یوسف لدھیانویؒ

حضرات صحابہ کرامؓ اور اکابرین تابعین عظامؒ کے بعد حضرات ائمہ مجتہدین میں سب سے اکمل واقدم امام، امام اعظم، امام ابو حنیفہؒ کو اللہ تعالیٰ نے جو مقبولیت و محبوبیت عطا فرمائی ہے، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، آپؒ کو اکابر امت نے "امام الائمہ" اور "امام اعظم" کا لقب دیا ہے لیکن افسوس! کہ محرومان توفیق کا ایک طبقہ ان کی تخفیف شان اور گستاخی کا مرتکب ہے اس سے ان کے فضل و کمال میں تو کوئی فرق نہیں آیا، البتہ ان حہید ستان قسمت سے خیر کی توفیق سلب کرلی گئی اور وہ ہمیشہ اوقات، اکابر اہل اللہ کی پوستین دری ایسے منحوس مشغلے میں مصروف نظر آتے ہیں، انہیں غالباً محاسبہ آخرت پر ایمان نہیں، امانت کا پاس ہے اور نہ دیانت کا خیال! ورنہ وہ ان قدسی صفات اکابرؒ پر اس قدر تہمت وافترا کے پہاڑ نہ اٹھاتے، اسی بے توفیق جماعت کے ایک غیر معروف "عقل کل" نے گذشتہ دنوں علمائے حق علمائے دیوبند کی ہندوپاک اور عرب عجم میں دینی، علمی اور سیاسی خدمات کے مہر منیر اور آفتاب نصف النہار پر تھوکنے کی کوشش کی اور " الديوبندية۔ تعريفها عقائدها" کے نام سے ایک کتاب لکھ کر دنیائے عرب کو اس طائفہ منصورہ سے بدظن کرنے کی نامسعود کوشش کی، جس سے دینی درد رکھنے والے مسلمانوں میں ایک گونہ تشویش کی لہر دوڑ گئی، مگر اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے جناب حضرت مولانا ابو بکر غازی پوری صاحب کو جنہوں نے بروقت اس علمی اور فکری ناسور کی فتنہ سامانی کا احساس کرتے ہوئے اسے مزید آگے بڑھنے سے روک دیا، چنانچہ مولانا موصوف نے عربی زبان میں ہی اس کا ترکی بہ ترکی جواب دے کر اس کا قصہ پاک کر دیا۔

مولانا ابو بکر غازی پوری صاحب کی کتاب چونکہ عربی میں تھی اس لئے اردو دان طبقہ میں اس کی افادیت کو عام کرنے کے لئے جناب مولانا ابن الحسن عباسی صاحب رفیق شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ فاروقیہ کراچی، زید لطفہ نے اس کا سلیس اور شستہ زبان میں اردو ترجمہ کیا، اور اس کے شروع میں غیر مقلدین کی تاریخ، عقائد و نظریات، ان کی "کوثر و تسنیم" سے دھلی زبان کے شاہکار، ان کی غیروں کے علاوہ اپنوں پر نوازشات، غیر مقلدین حضرات کی دریدہ دہنی، علمی خیانتیں اور سرقے، اکابرین دیوبند کی عبارت میں قطع و برید کے نمونے، حضرات علمائے دیوبند اور شیخ ابن تیمیہؒ، علمائے دیوبند اور علامہ ابن قیمؒ اور علمائے دیوبند اور محمد بن عبدالوہاب نجدی وغیرہ ایسے تمام مسائل کو نہایت سلیقہ اور خصوبصورت انداز میں مرتب فرما کر اسے حصہ اول اور مولانا ابو بکر غازی پوری صاحب کی کتاب کے ترجمہ کو حصہ دوم قرار دیا گیا۔

مصنف و مترجم جناب مولانا ابن الحسن عباسی صاحب زید لطفہ کی محنت و کوشش نہایت ہی قابل قدر اور لائق مبارک باد ہے، کتاب اپنے موضوع کی نفیس ترین کوشش ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اپنی بارگاہ صمدیت میں شرف قبول عطا فرما کر مؤلف موصوف، مترجم اور ناشر اور تمام قارئین کے لئے ذریعہ ہدایت اور باعث نجات بنائے۔ آمین۔ وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد و آله واصحابه اجمعین۔

☆......☆......☆

کتاب ''الدیوبندیہ'' پر ایک نظر

علمائے دیوبند کے خلاف ہرزہ سرائی پر مشتمل عرب دنیا میں وسیع پیمانہ پر پھیلائی جانے والی کتاب ''الدیوبندیہ... تعریفھا... عقائدھا'' کا علمی، تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، کتاب کی غلط بیانی اور خیانتوں کی نشان دہی، علمی و تاریخی شخصیات اور تصوف کے متعلق علمائے دیوبند کے معتدل مسلک و مزاج کی وضاحت، عرب کے موجودہ سلفی علماء اور ہندوستان کے علمائے حق کے درمیان مختلف فیہ مسائل اور مجموعی طور پر ان کے درمیان ہم آہنگی کی تفصیل، ایک علمی و تحقیقی اور دلچسپ تبصرہ!

ابن الحسن عباسی
رفیق شعبہ تصنیف واستاذ جامعہ فاروقیہ کراچی

فہرست مضامین

باسمہ الکریم

۱۳۲۳ھ میں احمد رضا خان نے اپنی طرف سے چند کفریہ عقائد تخلیق کر کے علمائے دیوبند کی طرف منسوب کئے اور حجاز کا سفر کر کے وہاں کے علماء سے فتویٰ طلب کیا کہ جس فرقے کے یہ عقائد ہیں اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ وہاں کے علماء نے ان عقائد کے حامل فرقہ پر کفر و تضلیل کا فتویٰ جاری کیا، وہ فتویٰ لے کر رضا خان صاحب ہندوستان آئے اور یہاں ڈھنڈورا پیٹا کہ علمائے حرمین نے دیوبندی فرقہ پر کفر کا فتویٰ جاری کیا ہے "حسام الحرمین" کے نام سے ان کے اس فتنہ نے بڑی شہرت پائی، بعد میں حقیقت حال معلوم ہونے پر علمائے حجاز نے رجوع کیا اور علمائے دیوبند کے عقائد کی صحت پر اپنی تصدیقات ثبت کیں۔

ابھی کچھ عرصہ قبل اس طرح کے فتنہ کا ایک اور افسوسناک نمونہ "الديوبندية تعريفها......" کے نام سے آیا ہے، یہ راولپنڈی کے ایک غیر مقلد لیکچرار طالب الرحمٰن کی تالیف ہے اور اس کی ترتیب و اضافہ "ابوحسان انصاری" نامی کسی گمنام شخص کا نصیبہ ہے، دونوں نے مل کر علمائے دیوبند اور ان کے منتسبین کو مشرک و گمراہ قرار دینے کی سعی کی ہے۔

کتاب کا مقصد یہ ہے کہ عرب کے سلفی علماء کے سامنے علمائے دیوبند کو مشرک و قبر پرست بدعتیوں اور گمراہ صوفیوں کی شکل میں پیش کیا جائے، اس ہدف کے حصول کے لئے اکابر دیوبند کی مختلف کتابوں سے عبارتیں چن چن کر اپنی طرف سے ان کے مطالب متعین کئے گئے ان مطالب سے خود ساختہ عقائد اخذ کئے گئے، پھر ان عقائد کو علمائے دیوبند کے عقائد قرار دیکر سلفی علماء کے فتاویٰ نقل کئے گئے ہیں اور یہ تاثر دیا گیا ہے کہ سلفی اور دیوبندی علماء کے درمیان عقائد کا مکمل تضاد پایا جاتا ہے، سلفی موحد و اہل سنت اور دیوبندی مشرک و اہل بدعت ہیں، سلفی علماء کے ذہنوں میں علمائے دیوبند کی اس طرح کی تصویر مرتسم ہوگی تو اس سے علمائے عرب کے سامنے انکی تابناک تاریخ ماند پڑ جائے گی، قرآن و سنت کے لئے ان کی لازوال خدمات پردۂ خفا میں چلی جائیں گی اور دعوت و تبلیغ اور اصلاح و تزکیہ کے میدان میں ان کے بلند کردار کے جلوے نظر نہیں آئیں گے

یوں یہ پروپیگنڈہ مزید زور و شور سے ہوسکے گا کہ برصغیر پاک و ہند میں اگر دین کی صحیح خدمت، اسلامی عقیدے کی صحیح حفاظت اور منہج سلف کی پاسداری کا صحیح حق اگر کسی نے ادا کیا ہے تو وہ صرف غیر مقلدین ہیں، دین اسلام کے یہی وہ پاسبان ہیں جنہوں نے ہند کے ظلمت کدوں میں توحید اور اسلام کے صحیح عقیدے کا چراغ جلائے رکھا ہے۔

لیکن ظاہر ہے یہ ایک تاریخ، ایک کردار، ایک دور اور ایک واضح حقیقت پر پردہ ڈالنے کی ایک لاحاصل کوشش ہے جو برصغیر میں قافلۂ حق کی برگ و بار کی خوشبو کو نہ پابند سلاسل کر سکتی ہے اور نہ ہی طوفانوں اور آندھیوں میں روشن رہنے والا چراغ اس طرح کی پھونکوں سے بجھایا جاسکتا ہے۔

کتاب میں سب سے اول علمائے دیوبند کا تعارف کرایا گیا، علمائے عرب چونکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متبعین اور عقیدت مند ہیں اس لئے یہ بات اس میں خصوصیت کے ساتھ ذکر کی گئی ہے کہ اکابر دیوبند نے مذکورہ تینوں بزرگوں پر لعن و تشنیع کی ہے...... مذہب حنفی کی تائید اور سنت نبویہ کو فقہ حنفی کے تابع بنانے کو دارالعلوم دیوبند کی تاسیس کا مقصد بتایا گیا ہے، اس کے بعد تین عنوان ہیں "مسئلہ وحدۃ الوجود" "تصور شیخ" "صوفیانہ اشغال" ان تینوں عنوانات میں علمائے دیوبند کو گمراہ اور مشرک و جاہل صوفیاء کی شکل میں پیش کیا گیا ہے اور ان کے مسلک و مزاج کو تصوف کی شطحیات سے آلودہ کر کے سامنے لایا گیا ہے، اس کے بعد ارواح سے استعانت اور مردوں سے استفادہ کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے، اس کے علاوہ "کشف قبور" "کشف صدور" "مراقبہ عندالقبور" "مسئلۂ علم الغیب" "مسئلۂ حاضر و ناظر" "حیات انبیاء" "توسل" اور "مسئلہ شدر حال" پر مستقل عنوانات قائم کئے گئے ہیں اور باور کرایا گیا ہے کہ علمائے دیوبند اور سلفی علماء کے عقائد ان تمام امور میں ایک دوسرے سے مختلف اور متضاد ہیں، کتاب کے آخر میں مستقل عنوان سے ایک بار پھر یہ بات دھرائی گئی ہے کہ اہل دیوبند شیخ محمد بن عبدالوہاب کو گمراہ اور خارجی سمجھتے رہے ہیں تاکہ نفسیاتی طور پر شیخ کے عقیدت مند قاری کے دل میں کتاب کے اختتام پر علمائے دیوبند کے خلاف جذبات میں برانگیختگی اور بھرپور اشتعال پیدا ہوسکے، سب سے آخر میں "تحریف نصوص" کے عنوان سے علمائے دیوبند کے بارے میں انکشاف کیا گیا ہے کہ وہ

قرآن کریم کی آیات میں تحریف کرتے ہیں اور کتابت کی ایک غلطی کو بطور استدلال پیش کیا گیا ہے۔

کتاب کا طریق استدلال

کتاب کا طرز استدلال یوں ہے کہ مؤلف ایک عنوان قائم کرتے ہیں، اس کے تحت اکثر وعظ، سوانح یا حکایات کی کسی کتاب سے کوئی جزئی واقعہ لیتے ہیں، اس واقعہ سے ایک مشرکانہ عقیدہ کشید کر کے علمائے دیوبند کے سر تھوپتے ہیں اور پھر اس خود ساختہ عقیدے کے خلاف سلفی علماء کے فتاویٰ مسلسل نقل کرتے چلے جاتے ہیں، اس انوکھے طرز استدلال کو سمجھنے کے لئے یہاں ایک مثال بطور نمونہ پڑھئے۔

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے سوانح قاسمی (مؤلفہ مولانا مناظر احسن گیلانی) کے حاشیہ میں حضرت قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا ایک واقعہ لکھا ہے جس کو مؤلف نے مولانا مناظر احسن گیلانی کی طرف غلط طور پر منسوب کر دیا ہے کہ شاہ جہانپور کے قریب کسی گاؤں کے چند غریب سینوں نے حضرت کو لکھا کہ ہمیں کچھ پند و نصیحت فرما دیں، مولانا نے ان کی دعوت منظور فرما لی، شیعوں نے مولانا کے وعظ کے متوقع اثرات مٹانے کے لئے لکھنو سے چار شیعہ مجتہد تاریخ مقررہ پر بلائے اور پروگرام یہ طے پایا کہ مجلس وعظ میں چاروں کونوں پر یہ چار مجتہد بیٹھ جائیں اور ہر ایک دس دس اعتراضات مولانا پر اثنائے وعظ کریں اور تعیین کر دی گئی کہ اول فلاں سمت کا مجتہد اعتراض کرے، اب غیبی امداد اور حضرت کی کرامت دیکھئے کہ وعظ اسی ترتیب سے اعتراضوں کے جواب پر مشتمل شروع ہوا جس ترتیب سے اعتراضات لے کر مجتہدین بیٹھے تھے، جب کوئی مجتہد اعتراض کے لئے گردن اٹھاتا، حضرت اسی اعتراض کو خود نقل کر کے جواب دینا شروع فرما دیتے، یہاں تک کہ وعظ پورے سکون کے ساتھ مکمل ہو گیا اور شیعہ اپنے منصوبہ میں ناکام رہے، اب شیعوں نے اپنی خفت مٹانے کے لئے ایک اور تدبیر کی چنانچہ مولانا قاری محمد طیب صاحب" لکھتے ہیں:

> "ایک نوجوان لڑکے کا فرضی جنازہ بنایا اور حضرت سے آکر عرض کیا کہ حضرت! نماز جنازہ آپ پڑھا دیں، پروگرام یہ تھا کہ جب

حضرت دو تکبیریں کہہ لیں تو صاحب جنازہ اک دم اٹھ کھڑا ہو اور اس پر حضرت کے ساتھ استہزا، اور تمسخر کیا جائے، حضرت والا نے معذرت فرمائی کہ آپ لوگ شیعہ ہیں اور میں سنی، اصول نماز الگ الگ ہیں، آپ کے جنازہ کی نماز مجھ سے پڑھوانے میں جائز کب ہوگی؟ شیعوں نے کہا کہ حضرت بزرگ ہر قوم کا بزرگ ہی ہوتا ہے، آپ تو نماز پڑھا ہی دیں، حضرت نے ان کے اصرار پر منظور فرما لیا اور جنازہ پر پہنچ گئے، مجمع تھا، حضرت ایک طرف کھڑے ہوئے تھے کہ چہرہ پر غصہ کے آثار دیکھے گئے، نماز کے لئے عرض کیا گیا تو آگے بڑھے اور نماز شروع کی، دو تکبیریں کہنے پر جب طے شدہ کے مطابق جنازہ میں حرکت نہ ہوئی تو پیچھے سے کسی نے "ہونھہ" کے ساتھ صاحب جنازہ کو اٹھ کھڑے ہونے کی سسکار دی مگر وہ نہ اٹھا، حضرت نے تکبیرات اربعہ پوری کر کے اسی غصہ کے لہجہ میں فرمایا کہ "اب قیامت کی صبح سے پہلے نہیں اٹھ سکتا" دیکھا گیا تو مردہ تھا، شیعوں میں رونا پیٹنا پڑ گیا، اس کرامت کو دیکھ کر باقی ماندہ شیعوں میں سے بھی بہت سے تائب ہو کر سنی ہو گئے۔"

(حاشیۂ سوانح قاسمی جلد ۲ صفحہ ۱۷)

یہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی کرامت کا ایک واقعہ ہے جس کا وقوع شرعاً، عقلاً کسی بھی طرح مستبعد نہیں ہے اور تاریخ اسلام میں اس طرح کے بیسیوں واقعات ہیں، کسی اللہ والے سے استہزاء و تمسخر کا سامان کیا گیا، غیرت الٰہی جوش میں آئی اور اس تمسخر کی سزا دنیا کو اسی وقت دکھا دی گئی اس طرح کے واقعات نہ قرآن و حدیث کے خلاف ہیں اور نہ ہی شریعت کے اصول ان کی ممانعت کرتے ہیں صحیح بخاری کی حدیث ہے من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب[1] "جو شخص میرے ولی سے دشمنی کرے گا میں اس

---

[1] الحدیث اخرجه البخاری فی کتاب الرقاق، باب التواضع، وجامع الاصول: ۵۴۲/۹، رقم الحدیث: ۷۲۸۲۔

کے ساتھ جنگ کا اعلان کرتا ہوں" اس طرح تمسخر کی سزا اس اعلان جنگ کی ایک علامت ہے، علمائے دیوبند، علمائے عرب اور تمام اہل السنّت و الجماعت کے نزدیک کراماتِ اولیاء حق ہیں اور حضرت قاری طیب صاحبؒ نے آخر میں لکھدیا کہ "اس کرامت کو دیکھ کر باقی ماندہ شیعوں میں سے بہت سے تائب ہو کر سنی ہوگئے" لیکن مؤلف نے اس جملہ کا ترجمہ نہیں کیا تاکہ علمائے دیوبند کے نزدیک اس طرح کے واقعات کی جو اصل نوعیت ہے وہ علمائے عرب کے سامنے نہ آجائے بلکہ موصوف نے اپنی اجتہادی صلاحیت بروئے کار لاتے ہوئے اس واقعہ سے یہ عقیدہ اخذ کیا کہ "انسان زندگی اور موت پر قادر ہے" پھر یہ عقیدہ علمائے دیوبند کے سر منڈھ دیا اور عنوان قائم کیا "مشائخ دیوبند زندگی اور موت کے مالک ہیں" اور اس کے تحت لکھا کہ دیوبندی حضرات اپنے مشائخ کے متعلق یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ موت اور زندگی پر قادر ہیں۔

ظاہر ہے دیانت و امانت کا جذبہ اور آخرت کی جواب دہی کا تصور کبھی بھی اس قسم کے "اجتہاد" کی اجازت نہیں دے سکتا، اولاً تو اس واقعہ سے یہ عقیدہ اخذ کرنا ایک غلط بلکہ غلط ترین حرکت ہے، پھر اس کو علمائے دیوبند کا عقیدہ قرار دینا کذب و خیانت کا ایک افسوسناک نمونہ ہے لیکن یہ کتاب اس طرح کے افسوسناک نمونوں ہی کا مجموعہ ہے، اس طرح کے دوسرے نمونوں کی نشاندہی سے قبل ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ ان فروعی مسائل پر بھی ایک نظر ڈال لی جائے جن میں علمائے دیوبند اور سلفی علماء کی رائے ایک دوسرے سے مختلف ہے۔

علمائے دیوبند اور سلفی علماء کا چند جزوی مسائل میں اختلاف

❶ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صالحین سے توسل علمائے دیوبند کے نزدیک جائز ہے کیونکہ یہ فی الحقیقت اعمال صالحہ ہی سے توسل کی ایک صورت ہے اور اعمال صالحہ سے توسل بالاتفاق جائز ہے سلفی علماء کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صالحین سے توسل جائز نہیں ہے البتہ اگر اس توسل سے کوئی یہ سمجھے کہ اس سے معاذ اللہ، اللہ پر دباؤ اور بوجھ پڑے گا اور وہ قبول ہی کرلیں گے یا یہ عقیدہ رکھے کہ اس وسیلہ کے بغیر دعا ناقابل سماعت ہوگی تو بلاشبہ علمائے دیوبند کے نزدیک بھی یہ فعل حرام اور یہ صریح گمراہی

ہے۔

❷ علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم کے نزدیک خاص روضۂ اطہر کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز نہیں، عرب کے سلفی علماء کا بھی یہی مسلک ہے جبکہ علمائے دیوبند کے نزدیک خاص روضۂ اطہر کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا باعث اجر و ثواب ہے اور یہی جمہور امت کا مسلک ہے۔

❸ روضۂ اطہر کے پاس حاضر ہو کر سلام کرنے کے ساتھ ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کے سوال کو سلفی علماء ناجائز بلکہ ایک طرح کا شرک سمجھتے ہیں، علمائے دیوبند اس کے جواز کے قائل ہیں، سلفی علماء کی طرح علمائے دیوبند کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ "قیامت اور آخرت میں کوئی نبی یا ولی یا فرشتہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی کی شفاعت نہیں کر سکے گا، صرف اسی کے حق میں شفاعت ہو سکے گی جس کے لئے اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اجازت ہوگی" البتہ اس عقیدہ کے ساتھ ساتھ علمائے دیوبند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کے سوال کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے ہیں اور اس طرح کی شفاعت کی ہرگز یہ بنیاد نہیں ہے کہ علمائے دیوبند شفاعت کے معاملہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خود مختار سمجھتے ہیں، ایسا سمجھنا بلاشبہ گمراہی ہے، کسی مخلوق کو بھی بارگاہِ خداوندی میں بطور خود شفاعت کرنے کا اختیار نہیں ہے اور نہ ہوگا۔

❹ اشعار وغیرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت اور استغاثہ کے انداز میں خطاب اور ندا کے بارے میں علمائے دیوبند کا موقف یہ ہے کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر، عالم الغیب اور متصرف سمجھ کر ایسا خطاب کیا جائے تو بلاشبہ یہ شرک ہے تاہم اگر کسی کا عقیدہ صحیح ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر، عالم الغیب اور متصرف نہیں سمجھتا صرف شوقیہ طور پر حاضر فی الذھن کے درجہ میں رکھ کر آپ سے خطاب کر رہا ہے جیسا کہ شعراء اپنے اشعار میں عام طور سے کرتے ہیں یا اس امید پر خطاب کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا یہ پیام آپ تک پہنچا دے گا تو یہ ہرگز شرک نہیں ہے، قصیدۂ بردہ وغیرہ کے اس طرح کے اشعار کو علمائے دیوبند اسی پر محمول کرتے ہیں، البتہ عوام کے عقیدے کی حفاظت کے لئے اس طرح کی تعبیرات سے بچنے کی بھی تصریح فرماتے ہیں، چنانچہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ہر دو طریقۂ اخیرہ عوام کے سامنے نہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ اپنی کم فہمی کے باعث سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ عقیدہ ٹھہرا لیتے ہیں کہ جیسے جناب باری عزاسمہ پر جملہ اشیاء ظاہریہ و باطنیہ مخفی نہیں اور ہر جگہ کے جملہ امور اس کے نزدیک حاضر و معلوم و مسموع ہیں، اسی طرح رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تمام اشیاء معلوم ہیں اور آنجناب کو عالم الغیب خیال کرنے لگتے ہیں، حالانکہ عالم الغیب والشہادہ ہونا صفات مخصوصہ جناب باری عزاسمہ سے ہے اور اس طرح نداء کرنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یعنی بایں اعتقاد کہ آپ کو ہر منادی کی ندا کی خبر ہو جاتی ہے ناجائز ہے، وہابیہ یہ صورت نہیں نکالتے بلکہ جملہ انواع کو منع کرتے ہیں"۔ (الشہاب الثاقب صفحہ ۲۴۴)

⑤ قصداً نماز چھوڑنے والے کو سلفی علماء کافر قرار دیتے ہیں، یہی امام احمد رحمہ اللہ کا مسلک ہے، علمائے دیوبند تارک صلاۃ کو انتہائی درجہ گنہگار اور سزا کا مستحق سمجھنے کے باوجود اسے کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج نہیں سمجھتے اور یہی جمہور ائمہ و فقہاء کا مسلک ہے البتہ مؤلف نے اس مسئلہ کو ذکر نہیں کیا ہے اس طرح کے چند دوسرے مسائل میں بھی فروعی اختلاف ہے۔

جہاں تک طرفین سے ان مسائل میں دلائل اور بحث و مباحثہ کا تعلق ہے، ان پر کتابوں اور رسائل کا ایک وسیع ذخیرہ وجود میں آگیا ہے، مولانا منظور نعمانی صاحب" سلفی اور دیوبندی علماء کے درمیان ذکر کردہ مختلف فیہ مسائل تحریر فرمانے کے بعد لکھتے ہیں:

"بہرحال ان تمام مسائل میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جس کی وجہ سے کسی بھی فریق کو اسلام یا دائرۂ اہل سنت سے خارج قرار دیا جا سکے ...... رہا دلائل اور علمی بحث و مباحثہ کا معاملہ تو ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری کے شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ، ان کے تلامذہ اور ان کے بالمقابل ان کے معاصر، امت کے جلیل القدر عالم شیخ تقی الدین سبکی شافعی اور ان کے حلقہ کے اہل علم

سے لے کر ہماری اس چودھویں صدی کے آغاز میں شیخ احمد زینی دحلان مکی، مولانا محمد بشیر سہسوانی، نواب صدیق حسن خان اور مولانا عبدالحی فرنگی محلی اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے سلسلہ کے درجنوں علماء و مصنفین اور پھر ہمارے پاس دور تک کے دونوں مسلکوں کے عرب و عجم کے اہل علم و اصحاب قلم نے قریباً سات سو سال کی طویل مدت میں ان مسائل پر جو بے گنتی کتابیں لکھی ہیں، اگر ان کا صرف ایک ایک نسخہ لیا جائے تو اچھا خاصا کتب خانہ بن جائے گا، راقم سطور کے نزدیک اس کے بعد بالکل ضرورت نہیں ہے کہ ان مسائل کو علمی بحث و مباحثہ کا موضوع بنایا جائے، جیسا کہ لکھا جا چکا ہے یہ سب اس قسم کے مسائل ہیں جن میں اہل سنت کے مختلف طبقات میں مسلک و موقف کا اختلاف رہا ہے اور رہے گا، اور یقین ہے کہ اس اختلاف رائے کی وجہ سے کوئی بھی جہنم میں نہیں ڈالا جائے گا"۔

(شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق صفحہ ۷۳، ۷۴)

چند مسلّمہ اصول

کتاب کی غلط بیانی اور مؤلف کی خیانت کی نشانی دہی سے قبل یہاں ان چند مسلّمہ اصولوں پر بھی نظر ڈال لیتے ہیں کہ اگر یہ پیش نظر ہوں تو قاری، مؤلف کے اس دھوکہ کا شکار ان شاء اللہ نہیں ہو سکے گا جس کی اس نے پوری کتاب میں کوشش کی ہے۔

○ تقریباً تمام اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک کرامات اولیاء حق ہیں اور ان سے خرق عادات امور اور مکاشفات کا صدور نہ صرف یہ کہ ممکن ہے بلکہ اس کے وقوع میں کسی کو اختلاف ہی نہیں ہے، اہل سنت کے عقائد کی شائد ہی کوئی کتاب اس سے خالی ہو[1]، علامہ

---

[1] مثلاً دیکھئے: العقیدۃ الطحاویۃ:۵۰۲، وشرح العقیدۃ الطحاویۃ:۵۰۲، وشرح العقائد النسفیۃ:۲۲۰، وکتاب النبوات لابن تیمیۃ:۳۷۶، ومجموع فتاوی شیخ الاسلام:۱۱/۲۷۳، ۲۸۲ وعلم کلام للکاندھلوی:۱۹۷، والہدیۃ السنیۃ للشیخ عبداللہ بن الشیخ محمد بن عبدالوہاب:۴۱

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے "کتاب النبوات" "فتاویٰ" اور اپنے ایک دوسرے رسالہ "الفرقان بین اولیاء الرحمٰن واولیاء الشیطان" میں اولیاء اللہ کی کرامات اور ان سے خرق عادات امور کے صدور پر بحث فرمائی ہے اور تمام اہل سنت کی طرح وہ بھی اس کے قائل ہیں، یہی عرب کے سلفی علماء کا بھی مسلک ہے۔

○ یہ بات بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ کرامت، کشف اور کسی خرق عادت امر کے وقوع سے کسی عقیدہ یا دین کے کسی کلیہ کا استنباط قطعاً درست نہیں ہے[1] مثلاً کسی کو کشف ہوگیا کہ اس جگہ مسجد بنائی جائے گی، یہ کشف صحیح بھی ہوسکتا ہے اور غلط بھی! اب اگر وہاں مسجد بنا لی گئی تو زیادہ سے زیادہ یہی کہا جائے گا کہ کشف صحیح تھا لیکن اس سے یہ عقیدہ اخذ کرنا کہ فلاں عالم الغیب ہے یا وہ عالم الغیب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور پھر علم غیب کی صفت کو صرف اللہ کے لئے خاص کر دینے والی قرآن و حدیث سے ان تمام نصوص کو جمع کر کے اس عقیدہ کی تردید میں زور صرف کرنا ایک بالکل لایعنی عمل ہے، اس لئے کہ اس کشف سے نہ اس نے علم غیب کا دعوی کیا ہے اور نہ اس سے علم غیب ثابت ہوسکتا ہے اگر کوئی اس سے یہ استنباط کرتا ہے تو یہ اس کی عقل کا خلل ہوگا یا اس کے جھوٹ اور خیانت کی خواہش کا نتیجہ!

○ یہ بھی ایک مسلّمہ اصول ہے کہ کسی جماعت کے عقائد کے لئے سب سے اول اس کے کلام کی کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہئے، اس کے فتاویٰ دیکھ لینے چاہئے، حدیث اور تفسیر کے فن میں اگر اس کا ذخیرہ ہے اس کا مطالعہ کر لینا چاہئے، اگر اس کے عقائد اس کے کلام کی کتابوں، اس کے فتاویٰ اور حدیث و تفسیر کی خدمات میں مدوّن اور واضح ہوں، تو اس جماعت کے وہی عقائد معتبر سمجھے جائیں گے، اگر کوئی شخص ان تمام سے صرف نظر کرکے وعظ و نصیحت، سوانح یا حکایات کی کوئی کتاب اٹھا کر اس کی کوئی محتمل عبارت پیش کرتا ہے اور اس عبارت سے ایسا عقیدہ اخذ کرتا ہے جو اس کے کلام کی

---

[1] قال الشاطبي رحمه الله في كتابه: "الموافقات في اصول الاحكام": ٢/٢٩ "ان الامور الخارقة لا تطرد ان تصير حكما يبنى عليه، لانها مخصوصة بقوم مخصوصين، واذا اختصت لم تجر مع غيرهم، فلا تكون قواعد الظواهر شاملة لهم۔"

کتابوں اور اس کے فتاویٰ میں بیان کردہ عقیدہ کے بالکل برخلاف اور برعکس ہو تو مہذب سے مہذب زبان میں بھی اس حرکت کو جھوٹ، افتراء اور خیانت ہی سے تعبیر کیا جائے گا۔

○ اس بات میں بھی ایک سے زائد رائے نہیں ہوسکتی کہ اگر کسی عبارت میں دو احتمال ہیں ایک صورت میں اس سے ایک غلط کلیہ مستنبط ہوسکتا ہے لیکن اس میں اس کی بھی گنجائش ہے کہ اس کا صحیح مطلب بھی بیان کیا جاسکے، ایسی صورت میں صحیح مطلب ہی پر اس کو محمول کر لینا چاہئے خصوصاً جب دوسری عبارتوں اور کتابوں میں اس صحیح مطلب کو صریح لفظوں میں بیان کیا گیا ہو پھر تو اس غلط کلیہ کے استنباط کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی ہے۔

''الدیوبندیہ'' کے مؤلف نے ان تمام مسلّمہ اصولوں کو پامال کیا ہے، انہوں نے زیادہ تر واقعات ''ارواح ثلاثہ'' نامی کتاب سے لئے ہیں، کتاب پڑھ کر یہ تاثر ملتا ہے کہ ''ارواح ثلاثہ'' عقائد علمائے دیوبند کا سب سے بڑا ماخذ ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ''ارواح ثلاثہ'' ایک بزرگ حضرت امیر شاہ خان صاحب کے بیان کردہ واقعات کا مجموعہ ہے، یہ بزرگ باقاعدہ عالم تو نہ تھے البتہ بزرگوں اور اکابر کا طویل فیض صحبت انہوں نے اٹھایا تھا، اللہ جل شانہ نے ان کو عمر، ذہن اور حافظہ بھی اس قدر وافر عطا فرمایا تھا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے لے کر حضرت حکیم الامت تھانویؒ تک کے اکابر کے حالات و واقعات کو حدیث کی طرح بسندہ و بلفظہ نقل فرماتے تھے، انہی بزرگ سے کچھ واقعات مولانا حبیب احمد صاحب کیرانویؒ نے ضبط کئے اور چند واقعات ان سے حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے سن کر جمع کئے اور بعض واقعات مولانا محمد نبیہ صاحب نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے نقل کئے، مولانا کیرانوی صاحب کے جمع کردہ واقعات کا نام ''امیر الروایات'' اور مولانا طیب صاحبؒ کے واقعات کے مجموعہ کا نام ''روایات الطیب'' اور مولانا نبیہ صاحب کے مرتب کردہ مجموعہ کا نام ''اشرف التنبیہ'' رکھا گیا اور ان تینوں رسالوں کو ''ارواح ثلاثہ'' کے نام سے شائع کیا گیا، حضرت مولانا ظہور الحسن صاحبؒ ابتدا میں لکھتے ہیں:

''چونکہ بزرگوں کے بعض حالات و اقوال محتاج تفصیل ہوتے ہیں

> لہذا پہلے دو رسالوں کے بعض مقامات پر حضرت حکیم الامت دام فیوضہم نے بغرض بیان مراد و تفصیل، حواشی بھی تحریر فرمائے جن کو ہر حکایت کے ساتھ حاشیہ میں لکھ دیا گیا ہے......" (صفحہ ۱۳)

دراصل بعض بزرگوں سے کچھ امور خرق عادت صادر ہوتے ہیں، بعض باتیں غلبۂ حال کا نتیجہ ہوتی ہیں اس لئے حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے بعض مقامات پر حواشی تحریر فرمائے تاکہ اس طرح کے حالات و اقوال سے کسی کو خلاف شریعت کا شبہ نہ ہو، پھر قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے نقل کرکے جو واقعات جمع کئے گئے ہیں، ان کے بارے میں آپ خود فرماتے ہیں:

> "گویا اس کو امیر الروایات کا ضمیمہ کہنا چاہئے، اتنا فرق ہے کہ اس میں متون کے ساتھ اکثر اسانید بھی ہیں اور مجھ کو رجال یاد نہیں رہے لیکن کسی حکم شرعی کا مدار نہ ہونے کے سبب یہ مضر بھی نہیں۔" (صفحہ ۴۲۱)

اندازہ لگائیں کہ جن واقعات کو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کسی حکم شرعی کا مدار نہیں سمجھتے، مؤلف ان واقعات کو کسی حکم کا نہیں بلکہ علمائے دیوبند کے عقائد کا مدار قرار دے کہ ایک تعمیر کھڑی کرتے ہیں اور پھر سلفی علماء کے فتاویٰ کا تیشہ لے کر وہ تعمیر ڈھاتے ہیں۔



اس اصولی گفتگو کے بعد اب ہم کتاب کی ان باتوں پر تبصرہ کرتے ہیں جن میں انتہائی خیانت اور غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے، جن مسائل میں علمائے دیوبند اور سلفی علماء کے درمیان واقعتاً اختلاف ہے ان کا ذکر ہم نے کر دیا اور کتاب کے اس حصہ سے ہمیں اتفاق ہے جس میں مذکورہ مسائل کے درمیان دونوں طرف کے علماء کے درمیان اختلاف بیان کیا گیا ہے، علمائے دیوبند، سلفی علماء سے وقتاً فوقتاً اپنے اس اختلاف کا ذکر بھی کرتے رہے ہیں لیکن اس حصہ کے علاوہ کتاب میں جو خیانتیں کی گئی ہیں اور غلط فہمیاں پیدا کرنے کی جو کوششیں کی گئی ہیں، ان میں سے بعض ملاحظہ ہوں، مؤلف کتاب کے مقدمہ میں رقم

طراز ہیں:

> "دوسری طرف علمائے دیوبند "اہل حدیث" سے اظہار براءت کرتے ہیں، قبر پرست بدعتی بریلویوں کے ساتھ اپنے لگاؤ کا اظہار کرتے ہیں اور مختلف حیلوں بہانوں سے ان سے تعلقات جوڑنے اور بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں، حالت ان کی یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم، شیخ محمد بن عبدالوہاب اور شاہ اسماعیل شہید رحمہم اللہ میں سے ہر ایک کی طرف انہوں نے طعن و افتراء کے تیروں کا رخ موڑ دیا ہے جیسا کہ برصغیر میں دعوت سلفیہ کی علمبردار تحریک اہل حدیث کو انہوں نے طعن و تشنیع کا نشانہ بنا رکھا ہے اور یہ سب کچھ یہ اس لئے کر رہے ہیں کہ انہیں وہابیت کا خوف ہے اور بریلویوں سے قربت ان کا مقصد ہے، وہ بریلوی جو عقیدہ اور حنفی مذہب میں ان کے بھائی اور ان کے ساتھ ہم آہنگ ہیں" (صفحہ ۱۰، ۱۱)

اس عبارت میں ایک جھوٹ اور افتراء تو یہ ہے کہ علمائے دیوبند اور بریلوی مکتب فکر کو ہم آہنگ اور عقیدہ میں ایک دوسرے کے شریک قرار دینے کی کوشش کی گئی ہے حالانکہ دیوبندی اور بریلوی مکتب فکر میں عقائد کا جو اختلاف ہے اور ان کے مسلک و مزاج میں جو فرق ہے وہ برصغیر کا ہر باشعور انسان جانتا ہے، اس اختلاف پر طرفین سے جو کتابیں، رسائل اور مضامین لکھے گئے اگر انہیں جمع کیا جائے تو اچھا خاصا مکتبہ تیار ہو جائے گا اس لئے یہ بات اس قدر بدیہی البطلان اور اس طرح صریح غلط ہے کہ اس کی تردید میں وقت صرف کرنا ایک لایعنی شغل میں ضیاع وقت کے سوا کچھ نہیں البتہ سلفی علماء کے ہاں قابل قدر جن چار علمی شخصیات کے بارے میں علمائے دیوبند پر یہ الزام عائد کیا گیا ہے کہ ان کے ہاں ان شخصیات پر طعن و افتراء کے تیر برسائے جاتے ہیں اس سے کسی کو غلط فہمی ہو سکتی ہے کہ واقعتاً ایسا ہی ہوگا اس لئے اصل حقیقت کی وضاحت کی یہاں ہم ضرورت محسوس کرتے ہیں۔

علامہ ابن تیمیہؒ اور علمائے دیوبند

سب سے پہلی شخصیت شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ہے، مؤلف نے اپنے دعوی کی دلیل میں جو عبارات نقل کی ہیں ان میں سب سے پہلی عبارت علامہ کوثری رحمہ اللہ کی سوانح حیات پر لکھی جانے والی ایک کتاب سے لی گئی ہے جو ایک غیر دیوبندی عالم کی تالیف ہے جس میں شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ کے بارے میں یقیناً بہت نازیبا الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، ہم شیخ الاسلام جیسی عظیم شخصیت کے متعلق اس طرح کے نازیبا الفاظ کے استعمال سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، ربنا لاتجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم۔

لیکن ہم لکھنے والے کی اس خیانت سے بھی اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ایک غیر دیوبندی عالم کی طعن و تشنیع کو علمائے دیوبند کے حصہ میں ڈال رہے ہیں، مؤلف اور ہر غیر مقلد اس طرز استدلال پر غور فرمائے، کیا انصاف، دیانت و عدالت کے کسی ادنی معیار پر بھی یہ استدلال پورا اتر سکتا ہے اور کیا اس طرح کے دلائل سے علمائے عرب کے سامنے علمائے دیوبند کی ''گمراہیوں'' کو واضح کرنا کسی نیک عمل کے زمرے میں آسکتا ہے!

○ دوسری عبارت اس سلسلہ میں علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی شرح بخاری ''فیض الباری'' سے نقل کی گئی ہے اور ہماری سمجھ اس سے بالکل قاصر ہے کہ اس عبارت کو طعن و افترا کے زمرے میں کیسے داخل کر دیا گیا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب استتابۃ المرتدین'' میں باب قتال الخوارج کے تحت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت تعلیقاً نقل فرمائی ہے کہ خوارج قرآن کریم کی ان آیات کو جو کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہیں مومنین کے خلاف قرار دیتے ہیں اور مسلمانوں پر ان کو منطبق کرتے ہیں، حضرت ابن عمرؓ کے اس اثر پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہی حالت ہمارے آج کل عمل بالحدیث کا دعوی کرنے والوں کی ہے، جو آیات کفار کے حق میں نازل ہوئی ہیں ان کو مقلدین اور خصوصاً حنفیہ کے حق میں یہ لوگ قرار دیتے ہیں اور یہ ایک زیادتی ہے اس لئے افراط و تفریط سے بچ کر راہِ اعتدال اختیار کرنا چاہئے، پھر اس کی ایک مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ امام اشعری رحمہ اللہ نے

"تنزیہہ" میں غلو اور شدت سے کام لیا تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سی ان صفات کا بھی انکار کر دیا جو روایت سے ثابت ہیں، اس کے بالکل برعکس علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان صفات کے اثبات میں غلو اور شدت اختیار کی تو وہ تعبیر میں فرقہ مشبہ کے قریب ہوگئے، اس لئے غلو اور شدت سے کام نہیں لینا چاہیے، جس عبارت کو بطور دلیل پیش کیا گیا ہے اس کا ترجمہ ہے:

> "رہے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ، تو انہوں نے خارج میں ان صفات کو ثابت کرنے کی کوشش کی، یہاں تک کہ تشبیہ کے قریب ہوگئے، جیسا کہ ان کے بارے میں میں نے سنا ہے کہ منبر پر بیٹھے تھے، کسی نے اللہ تعالیٰ کے نزول کے متعلق ان سے پوچھا تو آپ دوسری سیڑھی پر اترے اور فرمانے لگے "نزول اس طرح ہوتا ہے" تو خارج میں اس کو ثابت کر دکھایا اور اس میں مبالغہ سے کام لیا یہاں تک کہ آپ کے کلام سے تشبیہ کا وہم ہونے لگتا ہے اس لئے صحیح بات وہ ہے جو ہم نے ذکر کردی۔"

(فیض الباری: ۴/ ۴۷۴)

اس عبارت میں ہمیں تو کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں مل رہا ہے جس کو علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی شان میں طعن و تشنیع یا گستاخی و سوءِ ادب سے تعبیر کیا جائے، اگر اس سنجیدہ علمی تردید کو طعن و تشنیع یا گستاخی و بے ادبی قرار دیا جائے تو پھر شاید ہی کوئی کتاب ایسی بے ادبیوں سے خالی ہو، حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے جہاں جہاں بھی علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے تفردات پر گرفت کی ہے، وہاں ان کی جلالت شان، ان کے تبحر علمی اور ان کی وسعت علم کا پورا پورا خیال رکھ کر تردیدی اسلوب اختیار کیا ہے اور بعض جگہ ان پر رد کرنے کے بعد صراحتاً ان کے تبحر علمی کا ذکر بھی کر دیا ہے، مثلاً ایک مقام پر علامہ ابن تیمیہ کی ایک نقل پر اپنے شبہ کا اظہار فرمایا، پھر فرمایا...... فَالتَّرَدُّدُ فِیْ نَقْلِهٖ لِهٰذَا، وَاِنْ كَانَ حَافِظًا مُتَبَحِّرًا" (دیکھئے فیض الباری: ۵۹/۱)

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے وسیع علم، عمیق مطالعہ اور ان کی عبقری شخصیت کے معترف تھے اور ان کے نام کے ساتھ "حافظ" کا لقب تو

حضرت شیخ کشمیری کے کلام کا گویا ایک جزء ہے، مشہور سوانح نگار علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب "نزہۃ الخواطر" میں حضرت کشمیری رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں:

"وَكَانَ دَقِيْقَ النَّظَرِ فِيْ طَبَقَاتِ الْفُقَهَاءِ وَالْمُحَدِّثِيْنَ، وَمَرَاتِبِ كُتُبِهِمْ، مُنْصِفًا فِي الْحُكْمِ عَلَيْهِمْ، يَعْتَرِفُ لِشَيْخِ الاسْلَامِ ابْنِ تَيْمِيَةَ بِالْفَضْلِ وَالنُّبُوغِ، وَيَصِفُهُ بِالْبَحْرِ الزَّخَّارِ الَّذِيْ لَاسَاحِلَ لَهُ، مَعَ انْتِقَادِهِ لَهُ فِي تَفَرُّدَاتِهِ وَحِدَّتِهِ۔"

(نزہۃ الخواطر: ۸۲/۸)

"یعنی حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فقہاء اور محدثین کے طبقات اور ان کی کتابوں کے مراتب کے سلسلہ میں بڑی باریک اور دقیق نظر رکھتے تھے، ان کے متعلق بڑے انصاف سے فیصلہ کرتے تھے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے فضل و تفوق کے معترف تھے اور انہیں "دریائے ناپید کنار" کہا کرتے تھے تاہم اس کے ساتھ ساتھ ان کے تفردات اور ان کی تیزی پر تنقید بھی کرتے تھے"۔

یاد رہے کہ یہ اسی کتاب کی عبارت ہے جو غیر مقلدین کے ہاں بھی معتبر ہے اور جس سے مؤلف نے تراجم رجال نقل کئے ہیں، طعن و تشنیع کی زبان کیسے ہوتی ہے اس کے لئے مشہور غیر مقلد عالم مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی یہ عبارت پڑھئے، نابغہ عصر حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کو مخاطب کر کے مولانا سلفیؒ فرماتے ہیں:

"رحمک اللہ! آپ اہل توحید و سنت کے ساتھ شدید بغض اور بدبودار عصبیت کی فضا میں پروان چڑھے ہیں...... آپ کو کسی بھی مؤمن کی قربت و عہد کا پاس نہیں...... کیا یہی آپ کا علم اور یہی آپ کی ذکاوت ہے، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ان ائمہ کی مساعی سے توحید خالص عام ہوئی، سچ کہا ہے تجربہ کاروں نے "چمگادڑ کو سورج کی روشنی فائدہ نہیں دیتی اگرچہ دن چڑھا ہوا ہو"۔ (الدیوبندیہ صفحہ ۱۸۔ ۱۹)

ان دونوں اسلوبوں کو ملاحظہ فرمائیں، ایک وہ اسلوب ہے جو حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے علامہ ابن تیمیہؒ کے بارے میں اختیار فرمایا ہے اور ایک اسلوب یہ ہے جو مولانا سلفی رحمہ اللہ نے حضرت کشمیریؒ کے متعلق اپنایا ہے، اس سے از خود واضح ہوجائے گا کہ سنجیدہ علمی اسلوب اور طعن و تشنیع اور ذات پر کیچڑ اچھالنے والے اسلوب میں کیا فرق ہوتا ہے، اکابر امت کے متعلق علمائے دیوبند کا انداز کیا ہے اور علمائے مقلدین کیسی زبان استعمال کرتے ہیں۔

○ مؤلف نے اپنے دعوی کی دلیل میں تیسری عبارت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب "اعلاء السنن" کے مقدمہ "قواعد فی علوم الحدیث" سے لی ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لسان المیزان (۶: ۳۱۹) میں لکھا ہے کہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ابن المطہر رافضی کی روایات کو رد کرتے ہوئے بہت سی جید حدیثوں کو بھی رد کر دیا ہے، اس پر مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے لکھا:

> "ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "منہاج السنہ" میں جن جید حدیثوں کو رد کیا ہے ان میں ایک وہ حدیث بھی ہے جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے سورج کو لوٹانے کا ذکر ہے، جب ابن تیمیہ نے دیکھا کہ طحاوی نے اس حدیث کو حسن قرار دے کر ثابت مانا ہے تو طحاوی پر بڑی تیز زبان اور بے باکانہ کلام سے جرح کرنے لگے، خدا کی قسم! علم حدیث میں طحاوی کا درجہ ابن تیمیہ جیسوں سے ہزارہا درجے بلند ہے، ابن تیمیہ تو ان کے جوتوں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہوسکتے.......۔"

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی یہ عبارت نقل کر کے استدلال کیا گیا ہے کہ علمائے دیوبند شیخ الاسلام ابن تیمیہ پر طعن و افترا کرتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ اس عبارت کے ساتھ عرب کے مشہور محدث اور شام کے جلیل القدر عربی عالم شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ کا جو حاشیہ ہے مؤلف نے اسے چھوڑ دیا اور اتنی ہی بات ذکر کی جو مؤلف نے اپنے مذموم مقصد کی برآری کے لئے کافی سمجھی، ہم یہاں صرف وہ حاشیہ نقل کرتے ہیں، اور فیصلہ خود منصف غیر مقلدین پر چھوڑتے ہیں، شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام طحاوی رحمہ اللہ کی نسبت سے علامہ ابن تیمیہ کے بارے میں مؤلف (شیخ ظفر احمد عثمانی) نے یہ فرمایا ہے کہ ''ابن تیمیہ تو ان کے جوتوں کی خاک کے برابر بھی نہیں ہوسکتے'' یہ علمائے ہند کے مخصوص کلمات میں سے ہے جب کسی فاضل اور افضل شخص کے درمیان تفاوت بیان کرنا ہو تو یہ جملہ استعمال کرتے ہیں جیسا کہ میں نے ان سے کئی بار سنا، اس سے اس شخص کی تنقیص و توہین مقصود نہیں ہوتی جس پر دوسرے کو فوقیت دی گئی ہو جیسا کہ ہم عرب اس سے متبادر الی الذہن یہی سمجھتے ہیں، اسی فصل میں علامہ ابن تیمیہ کے شاگرد علامہ ابن قیم کی فوقیت کے سلسلہ میں خود اپنے بارے میں شیخ کا یہ قول آرہا ہے ''فَوَا اللّٰهِ لَاَن نَّصِيْرَ تُرَابَ نَعْلَيْهِ اَرْفَعُ لَمَرْتَبَتِنَا'' ''بخدا ہم ابن قیم کے جوتوں کی خاک بن جائیں یہی ہمارے مرتبہ کی رفعت کا ذریعہ ہے''۔

علمائے ہند کی اس عادت اور اس تعبیر سے ان کے اصل مقصد سے واقفیت کے باوجود میں نے جیل سے علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بارے میں ان کے اس جملہ کے متعلق خط لکھا تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے جو جواب لکھا وہ یہ ہے:

''میں نے اپنے ایک ساتھی کو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے حق میں اس عبارت کو مٹانے کا حکم دیا تھا لیکن وہ بھول گیا اور شیطان نے مجھ سے بھی بھلا دیا لہٰذا آپ یہ عبارت مٹا دیں اور حاشیہ میں لکھ دیں کہ مؤلف نے اس عبارت سے رجوع کر لیا ہے، یہ قلم کی غلطی تھی، مؤلف اللہ سے استغفار کرتا ہے اور ائمۂ اسلام کے حق میں بے ادبی سے توبہ کرتا ہے، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ بھی ائمۂ اسلام میں سے ہیں، اللہ ان پر رحمت نازل فرمائیں اور ان کو اور ہمیں جنت میں داخل فرمائیں''۔

(دیکھئے حاشیہ قواعد فی علوم الحدیث ۴۴۱، ۴۴۲)

اس خط سے ایک طرف جہاں محقق العصر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی خدا ترسی کے بلند مقام کا اندازہ ہوتا ہے وہاں شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بارے میں ان کا موقف بھی کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ "الدیوبندیہ......" کے مؤلف اور ان کے اصحاب ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ عبارتوں میں خورد برد کر کے اس طرح کے محدثین اور قافلۂ راہِ حق کے ان پاکباز نفوس کی جو تصویر کشی انہوں نے کی ہے اس کا حقیقت سے کتنا اور کیا تعلق ہے؟ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جس عبارت سے ایک عالم کا رجوع نہ صرف ثابت بلکہ کتاب میں حاشیہ کا ایک جزء ہے اسی عبارت کو استدلال میں اس طرح پیش کیا جائے کہ گویا یہ ان کا اور ان کی جماعت کے تمام علماء کا موقف ہے!

○ موصوف نے اپنے دعوی کی دلیل میں چوتھی عبارت شرح عقائد کے حاشیہ "نظم الفرائد" سے پیش کی ہے، یہ مولانا محمد حسن سنبھلی رحمہ اللہ کا حاشیہ ہے، علامہ شوکانی رحمہ اللہ سے عقیدۂ تفویض نقل کرنے کے بعد مولانا حسن سنبھلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"خُلَفَاءُ هٰذِهِ الْمِلَّةِ اَرْبَعَةٌ: اِبْنُ تَيْمِيَةَ، وَابْنُ الْقَيِّمِ، وَالشَّوْكَانِيُّ، فَيَقُوْلُوْنَ ثَلَاثَةٌ، رَابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ، وَاِذَا انْضَمَّ اِلَيْهِمْ اِبْنُ حَزْمٍ، وَدَاوُدُ الظَّاهِرِيُّ بِأَنْ صَارُوْا سِتَّةً، وَيَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ، وَخَاتِمُ الْمُكَلِّبِيْنَ مَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ، وَاِنْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ......" (نظم الفرائد صفحہ ۱۰۲)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ عبارت انتہائی جارحانہ، انتہائی نامناسب اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم، علامہ شوکانی اور ابن حزم جیسے اساطین علم کی شان میں گستاخی اور بے ادبی بلکہ سوءِ ادب پر مشتمل ہے، ہم اس بے ادبی سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی اور ہم سب کی مغفرت فرمائیں۔

لیکن اس عبارت کو لے کر علمائے دیوبند پر الزام لگانا اور انہیں بدنام کرنا اسی شخص کی حرکت ہوسکتی ہے جس کی عقل و خرد کا جنازہ نکل چکا ہو اور جس کے قلب ودماغ کے کسی دور دراز گوشے میں بھی خوف خدا نامی کوئی چیز دستیاب نہ ہوسکتی ہو، مؤلف نے "نزهة الخواطر" کی جس جلد سے تراجم رجال نقل کئے ہیں، اسی جلد کے صفحہ ۴۱۸ میں

انہیں مولانا محمد حسن سنبھلی کے حالات اور انکا تعارف کیوں نظر نہ آیا، بلاشبہ مولانا محمد حسن سنبھلی رحمہ اللہ ایک بڑے عالم اور ایک مشہور مصنف تھے تاہم ان کی طبیعت میں تیزی تھی، مولانا عبدالحی صاحب لکھتے ہیں "وَكَانَ شَدِيْدَ التَّعَصُّبِ عَلٰي مَنْ لَّا يُقَلِّدُ الائِمَّةَ" لیکن نہ انہوں نے دارالعلوم دیوبند میں پڑھا ہے اور نہ ہی کسی نے ان کو علمائے دیوبند میں شمار کیا ہے دعوی ہے کہ علمائے دیوبند علامہ ابن تیمیہ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں اور دلیل میں ایک ایسی عبارت پیش کی جا رہی ہے جس کے مصنف کا دیوبند سے کوئی تعلق ہی نہیں!

علامہ ابن قیم اور علمائے دیوبند

دوسری شخصیت علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی ہے جن کے متعلق علمائے دیوبند پر الزام عائد کیا گیا کہ انہیں طعن و افتراء کا نشانہ بنایا جاتا ہے لیکن موصوف کو اس سلسلہ میں دلیل کے طور پر کوئی عبارت نہیں مل سکی صرف حاشیہ میں لکھ دیا "دیکھئے قواعد فی علوم الفقہ صفحہ ۴" یہ مولانا حبیب احمد کیرانوی رحمہ اللہ کی تالیف ہے اور مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب "اعلاء السنن" میں بطور مقدمہ شامل ہے، یہ صفحہ اور اس کے آس پاس پوری بحث ہم نے دیکھی اور ہمیں علامہ ابن قیم کے متعلق ایک لفظ بھی ایسا نہیں ملا جو طعن و افترا کے حدود میں داخل ہو، مولانا حبیب احمد کیرانوی رحمہ اللہ نے علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی بعض بحثوں سے اختلاف کیا ہے لیکن اسلوبِ بیان اور انداز تحریر انتہائی سنجیدہ اور علمی ہے اور علامہ کی جلالت شان اور علمی مقام کو ملحوظ رکھ کر کلام کیا گیا ہے، مؤلف کو اس سلسلہ میں اکابر علمائے دیوبند کی کتابوں میں کوئی عبارت نہ مل سکی تو قواعد فی علوم الفقہ صفحہ ۴ کا حوالہ دے کر قاری کو دھوکہ دینے کی سعی کی کہ عرب قاری اب کہاں کتاب اٹھا کر تحقیق کرے گا، موصوف کے حوالہ پر اعتماد کر کے یہی سمجھ لے گا کہ واقعتاً علامہ ابن قیم کی شان میں گستاخی کی گئی ہوگی، یہ کس قدر افسوس، دکھ اور خیانت کی بات ہے! مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کا قول گذر چکا، وہ قواعد فی علوم الحدیث (۴۶۱) میں فرماتے ہیں:

"علامہ ابن قیم کی شان اس سے بلند و بالا ہے کہ ہم جیسوں میں

سے کوئی ان کے بارے میں کلام کرے، بخدا، ان کے جوتوں کی خاک بن جانا ہمارے لئے رفعت مرتبہ کا باعث ہے"۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور شیخ الاسلام ابن قیم کا ذکر کر کے لکھتے ہیں:

"ہمارے علماء کے نزدیک بھی یہ دونوں بزرگ بڑے مرتبہ کے عالم ہیں۔" (اکابر کے خطوط ۱۱ از شیخ محمد بن عبدالوہاب)

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ہم ہمیشہ سے حافظ ابن تیمیہ اور ابن قیم کی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہے ہیں، ان سے مستفید بھی ہوئے ہیں اور بعض تفردات وغیرہ میں ان پر انتقاد بھی کرتے رہے ہیں"۔ (خطبات عثمانی صفحہ ۴۰۵)

مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ابن قیم کے متعلق علمائے دیوبند کا رویہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہمارے اساتذہ و اکابر کا رویہ ان حضرات کے بارے میں یہ ہے کہ بہت سے مسائل اور تحقیقات میں اختلاف کے باوجود ان کو اکابر علماء امت میں شمار کرتے اور ان کا نام ہمیشہ عزت و احترام سے لیتے ہیں۔" (شیخ محمد بن عبدالوہاب...... صفحہ ۵۰)

علمائے دیوبند کا ان دو جلیل القدر علمی شخصیتوں کے متعلق یہی موقف رہا ہے کہ ان کی کتابوں سے استفادہ کرتے رہے ہیں، ان کی علمی مہارت، تفوق اور جلالت شان کا اعتراف کرتے رہے ہیں، تاہم ان کے تفردات کا رد بھی ضرور کیا ہے، اور کرنا بھی چاہئے، لیکن سنجیدہ علمی انداز میں ادب کو ملحوظ رکھ کر ہی ان سے اختلاف کیا گیا، اس طرح نہیں جس کا تاثر دیا گیا ہے!

شیخ محمد بن عبدالوہاب اور علمائے دیوبند

تیسری شخصیت شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمہ اللہ کی ہے، ان کے متعلق بھی

علمائے دیوبند پر بہتان تراشی کی گئی ہے کہ ان کے ہاں شیخ پر طعن و افتراء کے تیر برسائے جاتے ہیں، کتاب کی ابتداء اور آخر میں اس بات کو بڑے زور و شور سے بیان کیا گیا ہے اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور حضرت انور شاہ کشمیری رحمہم اللہ کی کتابوں سے اس سلسلہ میں کافی عبارات نقل کی گئی ہیں، اکابر دیوبند کی ان عبارتوں کی حقیقت اور ان کا پس منظر واضح کرنے سے پہلے شیخ محمد بن عبدالوہاب کے مختصر تعارف پر بھی ایک نظر ڈال لینی چاہئے۔

زرکلی نے اعلام (جلد۶ صفحہ ۲۵۷) میں لکھا ہے شیخ محمد بن عبدالوہاب نجد کی ایک بستی "عیینہ" میں ۱۱۱۵ھ کو پیدا ہوئے، وہیں پروان چڑھے، مدینہ منورہ کے بعض علماء سے بھی انہوں نے تعلیم حاصل کی، ان کے والد شیخ عبدالوہاب قاضی تھے، شیخ محمد بن عبدالوہاب بدعات و رسوم کے سخت مخالف تھے، شرک کے جراثیم سے بالکل پاک خالص توحید کے داعی تھے۔ ۱۱۵۷ھ میں نجد کی ایک دوسری ریاست "درعیہ" تشریف لے گئے، وہاں کے حاکم محمد بن سعود کے سامنے اپنا پیغام پیش کیا، محمد بن سعود نے آپ کی دعوت قبول کی اور تعاون کے لئے تیار ہوئے، بعد میں عبدالعزیز بن محمد اور ان کے بیٹے سعود بن عبدالعزیز نے آپ کے ساتھ اپنا تعاون برقرار اور جاری رکھا، اس طرح شیخ اور سعود کے خاندان نے مل کر عرب کی سرزمین کو شرک و بدعت کی آلائشوں سے پاک کرنے کی اس اصلاحی تحریک کو پروان چڑھایا اور تحریک کی راہ میں رکاوٹ بننے والوں کے ساتھ جنگ و قتال کا سلسلہ بھی جاری رہا بالآخر ۱۹۲۴ء میں ملک عبدالعزیز بن سعود کی زیر قیادت اس تحریک نے حجاز مقدس کے حکمران شریف حسین کو بے دخل کر کے حرمین شریفین کو بھی اپنے اقتدار و انتظام میں لے لیا، شیخ کی اولاد کو "آل الشیخ" اور سعود کی نسل کو "آل السعود" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب کی اس اصلاحی تحریک کے خلاف اس وقت کے مذہبی اور سیاسی مخالفین نے زبردست پروپیگنڈہ کیا اور کسی انگریز کا یہ مقولہ کہ "پروپیگنڈہ اتنے زور و شور سے کرو کہ سفید جھوٹ بھی خالص سچ معلوم ہو" شیخ اور ان کی اصلاحی تحریک کے حق میں سو فیصد صحیح ہے، بلاشبہ شیخ کی اصلاحی تحریک نے مزارات پر بنے ہوئے قبے تڑوائے، بعض جگہ مزارات کو بالکل ختم کیا، ان ماثر کو مٹایا جنہیں عوام نے شرک و بدعت کی

آماجگاہ بنا دیا تھا تاہم جو کچھ ان کی طرف منسوب کیا گیا وہ بالکل بے بنیاد تھا، ان اصلاحات سے پروپیگنڈے کی مضبوط ڈوری مذہبی مخالفین کے ہاتھ لگی انہوں نے اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور چونکہ اس تحریک کی کئی دوسری ریاستوں سے حربی اور سیاسی مہم بھی جاری تھی اس لئے ان ریاستوں نے حکومتی ذرائع بھی اس کے لئے وقف کیے، اس طرح اس اصلاحی تحریک کے حق میں سفید جھوٹ پر بھی لوگ صدق خالص کا یقین کرنے لگے اور ان کی طرف بعض من گھڑت عقائد منسوب کئے گئے جن کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہ تھا، مثلاً یہ کہ وہ اپنی جماعت کے سوا تمام مسلمانوں کو مشرک و مباح الدم سمجھتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہیں، آپ کی شفاعت کے منکر ہیں، درود شریف سے منع کرتے ہیں، اولیاء کو نہیں مانتے ہیں وغیرہ۔

یہ پروپیگنڈہ اس قدر کامیاب رہا اور ان خود ساختہ عقائد کی نسبت ان کی طرف اس قدر یقینی سمجھی گئی کہ بہت سے جلیل القدر علمائے عرب نے بھی ان کے متعلق اس قسم کے بے بنیاد عقائد اپنی کتابوں میں لکھے، مکہ مکرمہ کے مشہور شافعی عالم شیخ احمد زینی دحلان نے اپنی کتاب "خلاصة الكلام في امراء بلد الحرام" اور "الدرر السنية في الرد على الوهابية" میں اس اصلاحی تحریک کی طرف اس قسم کے عقائد منسوب کئے ہیں، شام کے مشہور حنفی عالم علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے بھی درمختار کے حاشیہ ردالمحتار (باب البغاۃ جلد۶ صفحہ۴۱۳) میں ایسا ہی کیا ہے، اسی طرح مدینہ منورہ کے علماء کی طرف سے دیوبندی مکتب فکر کے عقائد و نظریات معلوم کرنے کے لئے ۱۳۲۵ھ میں ۲۶ سوالات پر مشتمل ایک سوالنامہ ہندوستان بھیجا گیا جس کا جواب مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے دیا جیسا کہ آگے آرہا ہے اس میں بارھواں سوال تھا:

> "محمد بن عبدالوہاب نجدی مسلمانوں کے خون اور ان کے مال و آبرو کو حلال سمجھتا تھا، تمام لوگوں کو شرک کی جانب منسوب کرتا تھا اور سلف کی شان میں گستاخی کرتا تھا، اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ (المہند صفحہ۴۵)

اس سوال میں خود علمائے مدینہ نے شیخ کی طرف ان عقائد کی نسبت کر کے علمائے دیوبند سے ان کی بابت رائے معلوم کی ہے حالانکہ یہ عقائد نہ حق تھے، نہ حقیقت تھے،

ادھر ہندوستان میں سب سے پہلے اس موضوع پر مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ نے قلم اٹھایا اور وہ بھی پوری طرح اس پروپیگنڈے کی زد میں رہے اور اس طرح کے تمام عقائد وہابی تحریک اور شیخ ابن عبدالوہاب کے بارے میں انہوں نے بھی لکھے، عربی میں "التاج المکلل" اور اردو زبان میں "ترجمان وہابیہ" تحریر فرمائی اور ان میں حقیقت سے ذرہ بھی تعلق نہ رکھنے والے خرافات کو وہابی تحریک کے عقائد کے طور پر پیش کیا گیا بقول مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ:

> "اس کی توجیہ اس کے سوا اور کیا کی جا سکتی ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کی جماعت کے مذہبی اور سیاسی دشمنوں کی دانستہ یا نادانستہ کوششوں کے نتیجہ میں ان لوگوں سے متعلق یہ اور اس طرح کی بہت سی غلط اور بے اصل باتیں حرمین شریفین میں ایسی مشہور عام ہو گئی تھیں کہ ان کو ایک قسم کے "عوامی تواتر" کا درجہ حاصل ہو گیا تھا، جس کی وجہ سے ان کے کہنے یا لکھنے سے پہلے کسی تحقیق کی بھی ضرورت نہیں سمجھی جاتی تھی اور عام شہرت ہی کی بنا پر ان کو بے تکلف کہا اور لکھا جاتا تھا......" (شیخ محمد بن عبدالوہاب ...... صفحہ ۱۹)

وہابی تحریک کے خلاف پروپیگنڈے کے اس دور میں علمائے دیوبند کے بعض اکابر نے اس تحریک اور اس کے بانی کے عقائد سے اپنی لاعلمی ظاہر کی ہے چنانچہ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کے متعلق ایک سوال کے جواب میں فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول (صفحہ ۶۴) میں فرماتے ہیں:

> "محمد بن عبدالوہاب کے عقائد کا مجھ کو حال معلوم نہیں۔"

اسی طرح مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کفایت المفتی (جلد ا صفحہ ۱۹۸) میں ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

> "فرقۂ وہابیہ کی ابتدا محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمہ اللہ سے ہوئی، یہ شخص حنبلی مذہب رکھتے تھے، مزاج میں سختی زیادہ تھی، ان کے

خیالات اور اعتقادات کے متعلق مختلف روایات سنی جاتی ہیں۔
حقیقت حال خدا تعالیٰ کو معلوم ہے۔۔۔۔۔۔۔"

لیکن اکابر دیوبند میں کچھ علماء وہ ہیں جنہوں نے وہابی تحریک اور اس کے بانی شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خلاف اس وقت کے علمائے عرب کی کتابوں اور مضامین پر اعتماد کر کے لکھا، ان میں مولانا حسین احمد مدنی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور مولانا انور شاہ کشمیری رحمہم اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔

مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے احمد رضا خان مرحوم کے "حسام الحرمین" کے رد میں "الشہاب الثاقب" کے نام سے کتاب تحریر فرمائی، احمد رضا خان نے وہابی تحریک کی طرف منسوب ذکر کردہ غلط عقائد علمائے دیوبند کی طرف منسوب کیئے کہ یہ لوگ بھی وہابیوں کی طرح اسلاف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہیں، اولیاء کرام کو نہیں مانتے ہیں، حالانکہ ان عقائد کی نسبت جس طرح وہابی تحریک کی طرف صحیح نہ تھی اسی طرح علمائے دیوبند سے بھی ان کا کوئی تعلق نہ تھا، مولانا مدنی رحمہ اللہ نے اپنی طرف ان عقائد کی نسبت کو غلط قرار دیتے ہوئے ضمناً وہابی تحریک پر بھی رد کیا اور وہ کچھ لکھا جو اس وقت کے علمائے عرب اور ہندوستان میں علمائے غیر مقلدین اپنی کتابوں میں اس کے خلاف لکھتے تھے، ایک مقام پر مولانا مدنی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> "محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل علم و تمام مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا، ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے، چنانچہ نواب صدیق حسن خان نے خود اس کے ترجمہ میں ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے"۔ (الشہاب الثاقب صفحہ ۲۲۲)

اور صفحہ (۲۲۱) پر حضرت تحریر فرماتے ہیں:

> "محمد بن عبدالوہاب۔۔۔۔۔۔ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا۔۔ ۔۔۔۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی، خونخوار فاسق شخص تھا، اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ

ہے، نہ مجوس سے، نہ ہنود سے۔"

یہاں کسی کو شبہ ہو سکتا ہے کہ مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تقریباً ۱۸ سال مدینہ منورہ میں رہے، یہ کیونکر ممکن ہے کہ اتنے طویل عرصہ کے قیام کے باوجود وہابی تحریک کے صحیح عقائد کا انہیں علم نہ ہوا ہو؟ لیکن یہ شبہ بجائے خود قابل تعجب ہے، کیونکہ مولانا مدنی رحمہ اللہ کا اٹھارہ سالہ یہ قیام اس دور میں تھا جب وہاں وہابی تحریک کے خلاف پروپیگنڈہ عروج پر تھا، حرمین شریفین میں ان سے سخت نفرت رکھنے والے علماء کا زمانہ تھا اور مخالفت کے غبار نے وہابی تحریک کے صحیح عقائد کی فضا کو مکمل تاریک کر رکھا تھا، اس لئے مولانا مدنی رحمہ اللہ ہندوستان میں رہنے والے علماء کی بہ نسبت پروپیگنڈے کی زد میں زیادہ رہے، چنانچہ مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> "اصل واقعہ یہ ہے کہ مولانا موصوف ۱۳۱۶ھ سے ۱۳۳۳ھ تک ۱۷۔ ۱۸ سال مدینہ منورہ میں مقیم رہے، اسی زمانہ میں الشہاب الثاقب لکھی، مدینہ منورہ کے اس طویل قیام کی وجہ سے خود مولانا کے خیالات اور جذبات و تاثرات بھی اس بارے میں وہی تھے، جو وہاں کے عوام و خواص کے تھے، اس لئے "الشہاب الثاقب" میں مولانا نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں وہی سب کچھ لکھا جو وہاں کے خواص و عوام میں عام طور سے مشہور تھا اور جو اس زمانہ میں ان کے خلاف لکھی جانے والی کتابوں میں لکھا جاتا تھا۔"
>
> (صفحہ ۴۲)

یہی وجہ تھی کہ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کو حقیقت حال کا علم جلد ہو گیا تھا اور جیسا کہ ان کا فتویٰ آرہا ہے انہوں نے پہلے تو لاعلمی ظاہر کی تھی لیکن بعد میں وہابی تحریک کے عقائد کی تحسین فرمائی لیکن مولانا مدنی اس کے بعد بھی ایک عرصہ تک اپنے اسی موقف پر قائم رہے جو انہوں نے "الشہاب الثاقب" میں اختیار فرمایا تھا چنانچہ کسی نے ان سے بعد میں سوال کیا اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے فتویٰ کا حوالہ دیا لیکن مولانا مدنی رحمہ اللہ نے جواب میں اپنے سابقہ موقف ہی کی تائید کی (دیکھئے مکتوبات شیخ الاسلام جلد ۲ صفحہ ۳۴۳)

دوسرے بزرگ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ ہیں، انہوں نے علمائے حجاز کی طرف سے آنے والے سوالنامہ کا جواب تحریر فرمایا تھا، اس میں بارھواں سوال شیخ ابن عبدالوہاب کے متعلق تھا جیسا کہ ماقبل میں ہم نے اس کو نقل کیا ہے، مولانا سہارنپوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک ان کا حکم وہی ہے جو صاحب درمختار نے فرمایا ہے کہ:

"خوارج ایک شوکت و طاقت والی جماعت ہے جنہوں نے امام پر تاویل سے چڑھائی کی تھی کہ امام کو باطل یعنی کفر یا ایسی معصیت کا مرتکب سمجھتے تھے جو قتال کو واجب کرتی ہے اس تاویل سے یہ لوگ ہماری جان اور ہمارے مال کو حلال سمجھتے...... ان کا حکم باغیوں کا ہے...... ہم ان کی تکفیر صرف اس لئے نہیں کرتے کہ ان کا یہ فعل تاویل سے ہے اگرچہ باطل ہی سہی، اور علامہ شامی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا ہے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں عبدالوہاب کے تابعین سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر قبضہ کیا، اپنے کو حنبلی مذہب بتلاتے تھے لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے عقیدہ کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اور اسی بنا پر انہوں نے اہل سنت اور علمائے اہلسنّت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا۔" (المہند صفحہ۳۶)

اسی طرح مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی تقریر بخاری "فیض الباری" میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں یہ الفاظ لکھے گئے ہیں:

"اما محمد بن عبدالوهاب النجدی، فانه کان رجلا بلیدا قلیل العلم، فکان یتسارع الی الحکم بالکفر"۔

"یعنی محمد بن عبدالوہاب نجدی ایک کم سمجھ اور کم علم آدمی تھے، کفر کا حکم جلد لگاتے تھے"۔

بہرحال علمائے دیوبند میں سے بعض حضرات اس تحریک کے خلاف عالمگیر پروپیگنڈہ

سے ضرور متاثر ہوئے، چنانچہ مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"افسوس ہے کہ ہمارے ملک ہندوستان کے بہت سے وہ صحیح العقیدہ اور صحیح الخیال علماء بھی جو حضرت شاہ ولی اللہ کے مسلک پر قائم اور ان کے پوتے شاہ اسماعیل شہید کی دعوت توحید و سنت کے علمبردار اور قبر پرستی، پیر پرستی وغیرہ بدعات و خرافات کے خلاف برسرپیکار تھے، وہ بھی شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کی دعوت و جماعت کے خلاف اس گمراہ کن عالمگیر پروپیگنڈے سے متاثر ہوئے۔" (شیخ محمد بن عبدالوہاب...... صفحہ۳۰)

علمائے دیوبند کا یہ امتیازی وصف ہے کہ بات کا بچ بھرنے کے لئے کبھی بھی اپنے موقف پر ناحق ڈھٹائی اختیار نہیں کرتے ہیں، اگر ان میں کسی کو اپنی رائے یا موقف کے ناحق اور غلط ہونے کا علم ہوجائے اور حق بات ان کے سامنے آجائے تو اپنے سابقہ موقف سے علی الاعلان رجوع کرنے میں وہ عار بالکل محسوس نہیں کرتے، یہ اہل حق کی شان ہوتی ہے اور یہ شان اکابر دیوبند میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کی اصلاحی تحریک سے جب پروپیگنڈہ کا غبار چھٹا، ان کی تالیفات اور کتابیں منظر عام پر آئیں، ان کے شاگردوں اور ان کے حلقہ کے علماء سے براہ راست بعض اکابر دیوبند کی ملاقاتیں ہوئیں اور خود ان سے ان کے اصل عقائد اور نظریات معلوم ہوئے تو ان اکابر نے ان کے عقائد کی تحسین فرمائی اور جن حضرات نے ان کے خلاف لکھا تھا اس سے انہوں نے علی الاعلان رجوع کیا۔

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے پہلے تو وہابی تحریک سے لاعلمی ظاہر کی تھی لیکن بعد میں وہ اپنے ایک فتویٰ میں لکھتے ہیں:

"محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں، ان کے عقائد عمدہ تھے، اور مذہب ان کا حنبلی تھا، البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی، مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں، مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے، ان میں فساد آگیا اور عقائد سب کے متحد ہیں، اعمال میں فرق حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کا ہے"۔ (فتاویٰ رشیدیہ صفحہ۵۵۱)

اسی طرح مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے اپنے سابقہ موقف سے علی الاعلان رجوع کیا لاہور سے نکلنے والے اس وقت کے مشہور اور کثیر الاشاعت روزنامہ "زمیندار" میں آپ کا بیان شائع ہوا، حضرت مدنی رحمہ اللہ نے ان الفاظ میں رجوع کا اعلان کیا:

> "مجھ کو اس امر کے اعلان کرنے میں ذرہ پس و پیش نہیں کہ میری وہ تحقیق جس کو میں بخلاف اہل نجد رجوم المدنیین اور الشہاب الثاقب میں لکھ چکا ہوں، اس کی بنا ان کی کسی تالیف و تصنیف پر نہ تھی بلکہ محض افواہوں یا ان کے مخالفین کے اقوال پر تھی اب ان کی معتبر تالیف بتا رہی ہے کہ ان کا خلاف اہل سنت والجماعت سے اس قدر نہیں جیسا کہ ان کی نسبت مشہور کیا گیا ہے بلکہ چند جزوی امور میں صرف اس درجہ تک ہے کہ جس کی وجہ سے ان کی تکفیر، تفسیق یا تضلیل نہیں کی جا سکتی" واللہ اعلم۔ (شیخ محمد عبدالوہاب...... صفحہ ۹۳، بحوالہ روزنامہ زمیندار لاہور مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۲۵ء)

اسی طرح مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے جب ۱۳۴۴ھ میں حجاز مقدس کا آخری سفر فرمایا اور مدینہ منورہ میں مستقل سکونت اختیار فرمائی، تو حسن اتفاق سے اس وقت شیخ ابن عبدالوہاب کے سلسلہ کے مشہور عالم اور اس وقت کے قاضی القضاۃ شیخ عبداللہ بن بلیہد کا مکان حضرت سہارنپوری کی قیام گاہ سے قریب تھا، ان سے مسلسل ملاقاتوں اور ان کے احوال کے مشاہدہ سے حضرت سہارنپوری نے اپنے سابقہ موقف میں تبدیلی محسوس کی اور مشہور اخبار "زمیندار" کے ایڈیٹر کے نام ایک خط میں اپنا موقف لکھا، وہ خط "زمیندار" میں شائع ہوا، اس میں ہے:

> "قاضی القضاۃ شیخ عبداللہ بن بلیہد جن کا مکان میرے مکان کے قریب ہی ہے، ان سے اکثر ملاقات ہوتی رہتی ہے اور دینی مسائل میں گفتگو بھی ہوتی ہے، بڑے عالم ہیں، مذہب اہل سنت وجماعت رکھتے ہیں، ظاہر حدیث پر جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

کا طریق ہے، عمل کرتے ہیں ...... بدعات اور محدثات سے
نہایت متنفر ہیں، توحید و رسالت کو اپنے ایمان کی جڑ قرار دے رکھا
ہے الغرض میں نے جہاں تک خیال کیا، اہل سنت کے عقائد سے
ذرا بھی انحراف نہیں اور اکثر اہل نجد قرآن شریف پڑھے ہوئے
ہیں، کثرت سے حفاظ ہیں، صلاۃ باجماعت کے نہایت پابند ہیں، آج
کل مدینہ منورہ میں سخت سردی کا زمانہ ہے، مگر اہل نجد صبح کی نماز
میں پابندی کے ساتھ آتے ہیں ...... بہرحال اس قوم کی حالت
دینی نہایت اطمینان بخش دیکھی ہے"۔

(شیخ محمد بن عبدالوہاب...... صفحہ ۴۳، ۴۴)

ایک دوسرے خط میں بھی حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ نے ابن سعود کی وہابی حکومت کی اور اس کی اصلاحات کی تعریف و تحسین فرمائی ہے اور المہند میں اختیار کردہ اپنی سابقہ رائے سے مختلف رائے ظاہر فرمائی ہے یہ خط بھی مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ کی کتاب "شیخ محمد بن عبدالوہاب اور علمائے حق" کے صفحہ ۴۵ میں موجود ہے۔

یہ بات ملحوظ رہے کہ ان اکابر نے اپنی سابقہ رائے میں تبدیلی کا اظہار اور اعلان اس وقت فرمایا تھا جب سعودی حکومت میں مال و دولت کی وہ فراوانی نہیں ہوئی تھی جو بعد میں ظاہر ہوئی، سعودی حکومت اس وقت ایک غریب حکومت تھی اور پٹرول کے ظہور نے اسے وہ ترقی نہیں دی تھی جو اب وہاں نظر آرہی ہے، ہندوستان کے غیر مقلدین بھی ابھی "سلفی" اور "اثری" کے قالب میں ڈھلنا شروع نہیں ہوئے تھے اس لئے ان اکابر کے موقف میں اس تبدیلی کے اظہار اور اعلان کے پس پشت صرف اخلاص و للہیت اور حق کو حق کہنے کا جذبہ ہی کارفرما تھا اور بس! پھر ان کے یہ بیانات بھی آج سے ساٹھ ستر سال پہلے اپنے زمانہ کے مشہور اخبار میں شائع ہوئے ہیں اس لئے "الدیوبندیہ ......" کے مؤلف نے یہ بات بالکل غلط لکھی ہے کہ:

"اب اس آخری دور میں بعض علمائے دیوبند نے شیخ محمد بن
عبدالوہاب کے بارے میں اپنے علماء کی تحریروں سے ان کی براءت
کی کوشش کی ہے اور ان تحریروں سے ان کا رجوع ثابت کیا ہے

لیکن یہ صرف زبانی جمع خرچ ہے اور ایک ایسی تلبیس ہے جو اپنے اندر خاص اغراض و مقاصد رکھتی ہے۔" (الدیوبندیہ ...... صفحہ ۲۵۹)

"خاص اغراض و مقاصد" کی یہ بات اس لئے بھی غلط ہے کہ علمائے دیوبند کو وہابی تحریک کے اصل عقائد معلوم ہونے کے بعد جن جزوی مسائل میں اختلاف رہا، اس کا اظہار انہوں نے سلفی علماء کے سامنے برملا کیا، یہاں ہم علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی وہ تقریر نقل کرتے ہیں جو انہوں نے سلطان عبدالعزیز بن سعود کے سامنے کی، سلطان ابن سعود نے ۱۳۴۴ھ میں مکہ مکرمہ میں ایک مؤتمر منعقد کرایا تھا، جمعیت علماء ہند نے اس مؤتمر میں شرکت کے لئے مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نوّراللہ مرقدہ کی زیر قیادت جو وفد بھیجا تھا اس میں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ بھی شامل تھے، سلطان ابن سعود کے سامنے تقریر کرتے ہوئے علامہ شبیر احمد عثمانی نے فرمایا:

"اگرچہ ہم ہمیشہ سے حافظ ابن تیمیہ اور ابن قیم کی کتابوں کا مطالعہ کرتے رہے ہیں ان سے مستفید بھی ہوئے ہیں...... لیکن خاص طائفۂ نجدیہ کے معتقدات کا حال ہم کو محقق نہ تھا، چند روز ہوئے ہم نے دو کتابیں آپ کی پڑھیں "الہدیہ السنیہ" اور "مجموعۃ التوحید" ان کے مطالعہ سے بہت سی چیزیں جو آپ کی طرف منسوب ہو رہی تھیں، ان کا افتراء ہونا ثابت ہوا، پھر بھی چند مسائل میں اختلاف رہا، بعض اختلاف چنداں وقیع اور اہم نہیں جیساکہ "مسئلۂ شفاعت" میں، بعض میں قریب قریب نزاع لفظی کے ہے، ہاں سخت اختلاف ان لوگوں کی تکفیر میں ہے جو قبر کو سجدہ کرتے ہیں یا اس پر چراغ جلاتے ہیں یا غلاف چڑھاتے ہیں ہم ان امور کو "بدعت اور منکر" سمجھتے ہیں اور ہمیشہ مبتدعین سے جہاد بالقلم و اللسان کرتے ہیں لیکن عباد الاوثان اور یہود و نصاریٰ کی طرح مباح الدم والمال نہیں سمجھتے، جس کا ذکر میں پہلی ملاقات میں آپ سے تفصیلاً کر چکا ہوں اور آئندہ اگر وقت نے مساعدت کی اور خدا نے توفیق بخشی تو شیخ عبداللہ بلیہد وغیرہ سے اس پر مفصل

کلام کیا جائے گا۔

ہمارے ہاں یہ مشہور تھا کہ نجدی تقلید کے دشمن اور اس کو شرک سمجھتے ہیں اور ائمۂ اربعہ کی کچھ پروا نہیں کرتے لیکن ہم نے "الہدیہ السنیہ" میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بیٹے شیخ عبداللہ کی تحریر پڑھی، جس میں لکھا ہے کہ ہم دعویٰ اجتہاد کا نہیں رکھتے بلکہ فروع و احکام میں امام احمد بن حنبلؒ کے متبع ہیں، الایہ کہ کوئی نص جلی صریح غیر مختص، غیر معارض قوی سند ناقابل تاویل آجائے تو مذہب احمد بن حنبلؒ کو چھوڑ کر ائمۂ اربعہ میں سے کسی کا قول اختیار کر لیتے ہیں، بہرحال ائمۂ اربعہ کے دائرہ سے باہر نہیں جاتے حتی کہ حافظ ابن تیمیہ اور ابن قیم کا قول طلاق ثلاث کے مسئلہ میں ہم نے اسی لئے چھوڑ دیا ہے کہ وہ ائمہ اربعہ سے علیحدہ تھا، اگر آپ ایسے حنبلی ہیں تو ہم ٹھیک ایسے ہی حنفی ہیں اور یہ حنبلیت ایسی ہے کہ مسلمانوں کا سواد اعظم یعنی مقلدین ائمۂ اربعہ کے نزدیک چنداں محل طعن نہیں ہو سکتی اگر ہوگی تو اس شرذمۂ قلیلہ کے نزدیک جو اپنے آپ کو "اہل حدیث" کہتی ہے اور ہمارے ہاں اس کا نام "غیر مقلدین کی جماعت" ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو ہر ایک امام کی تقلید سے علیحدہ رکھتے ہیں بلکہ ان میں بعض تقلید ائمہ کو شرک بتلاتے ہیں، ہم امید کرتے ہیں کہ آپ کی یہ حنبلیت زیادہ نمایاں اور اس سے زیادہ مشہور ہو، جتنی کہ اب تک ہوئی ہے"۔ (خطبات عثمانی صفحہ ۲۵۲)

اس تقریر میں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے سلطان ابن سعود کے سامنے اپنے اختلاف کا ذکر برملا کیا ہے پھر ایسی جماعت کے ان مخلص علماء پر "خاص اغراض و مقاصد" کے لئے اپنے مذہب میں مداہنت کا اعتراض کیسے کیا جا سکتا ہے، عصر حاضر کے مشہور عالم مولانا مفتی محمد تقی عثمانی زید مجدہم لکھتے ہیں:

"سعودی عرب کے سلفی علماء سے فروعی مسائل میں علمی اختلاف

اپنی جگہ اب بھی موجود ہے، جس کے بارے میں نجی مجلسوں میں
ان سے کھل کر گفتگو بھی ہوتی رہتی ہے لیکن یہ اختلاف ان کے
ساتھ تعلقات، مشترکہ مقاصد میں تعاون اور ان کے اچھے کاموں
کی قدر دانی پر بحمد اللہ کبھی اثر انداز نہیں ہوا"۔

(البلاغ صفحہ ۶ ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ)

جہاں تک تعلق ہے حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی تقریر بخاری "فیض الباری" کی عبارت کا تو مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ نے اس پر تفصیلی کلام کیا ہے اور ان کا رجحان یہی ہے کہ اس عبارت کی نسبت حضرت کشمیری رحمہ اللہ کی طرف کرنے میں تسامح ہوا ہے، چنانچہ مولانا لکھتے ہیں:

"...... جو کچھ اس میں کہا گیا ہے وہ واقعہ کے بھی خلاف ہے اور
الفاظ بھی اتنے نامناسب ہیں جو حضرت شاہ صاحبؒ کے علمی مقام
اور عالمانہ وقار انداز تقریر سے مطابقت نہیں رکھتے، اس لئے اس
عاجز کا گمان یہی ہے کہ "فائدہ" کے زیر عنوان جو سطریں لکھی گئی
ہیں وہ مولانا میرٹھی (مرتب فیض الباری) کا "افادہ" ہے اس لئے
اس کو انہوں نے درسی تقریر کے سلسلہ سے الگ مستقل عنوان
قائم کر کے لکھا ہے اور یہ بات بعید از قیاس نہیں ہے کہ جس
طرح حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور حضرت مولانا حسین
احمد مدنی وغیرہ ہمارے اکابر اور دوسرے بہت سے علماء حق شیخ
موصوف کے خلاف پروپیگنڈے سے متاثر ہوئے تھے اسی طرح
مولانا بدر عالم میرٹھی علیہ الرحمتہ بھی متاثر رہے ہوں۔"

(شیخ محمد بن عبدالوہاب صفحہ ۱۱۹، ۱۲۰)

اور خود حضرت کشمیری رحمہ اللہ کا اس پروپیگنڈے سے متاثر ہونا بھی بعید از امکان نہیں ہے، واللہ اعلم۔

مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب دامت برکاتہم شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متعلق علمائے دیوبند کے مختلف اقوال کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"یہ اختلاف اقوال، واقعات کے اختلاف کی بناء پر ہوا شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں جس کو جس قسم کے اقوال پہنچے، اسی طرح کا حکم ان پر لگا دیا گیا، یہ اختلاف، "اختلاف حکم بالدلیل" کے قبیل سے نہیں ہے، بلکہ یہ اختلاف واقعات پر مبنی ہے، جیسا کہ صابیات کے بارے میں صاحبین اور حضرت امام صاحب کے درمیان اختلاف واقع ہوا ہے، جن حضرات کو ان کا اہل کتاب میں سے ہونا معلوم ہوا، انہوں نے ان کے ساتھ نکاح کے جواز کا حکم دیدیا اور جن حضرات کی تحقیق میں ان کا اہل کتاب میں سے ہونا متحقق نہیں ہوا، انہوں نے ان کے ساتھ نکاح کے عدم جواز کا حکم لگا دیا، شیخ محمد بن عبدالوہاب کا بھی یہی حال ہے، ان کے بارے میں مختلف قسم کے احوال علمائے کرام کے پاس پہنچے، اس لئے حکم بھی مختلف لگتا رہا...... مگر اس سے قطع نظر ان کے طائفہ وہابیہ کے تفردات اور ان کی بعض تحقیقات سے ہمارے اکابر کا ہمیشہ اختلاف رہا اور اب بھی ہے۔"

علمائے دیوبند اور حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ

چوتھی شخصیت حضرت سید اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی ہے جس کے متعلق اکابر دیوبند پر طعن و افتراء کا الزام لگایا گیا ہے لیکن حضرت اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے ساتھ علمائے دیوبند کا جو تعلق ہے اور خاندان ولی اللّٰہی کے ساتھ اکابر دیوبند کی جو نسبت ہے اس کی وجہ سے اکثر مؤرخین خود علمائے دیوبند کو بھی علمی طور پر خاندان ولی اللّٰہی میں شامل کرتے ہیں، برصغیر کی تاریخ سے ادنی واقف شخص بھی یہ بات بخوبی جانتا ہے، خود حضرت سید اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے خلاف لکھے جانے والے لٹریچر کے جواب میں سب سے زیادہ علمائے دیوبند ہی نے اس قدر دفاعی کتابیں، رسائل اور مضامین لکھے ہیں کہ ان سے ایک وسیع ذخیرہ تیار ہو چکا ہے...... اس لئے یہ الزام اس قدر غلط ہے کہ لکھنے والے کو خود بھی لکھتے ہوئے شاید اس خیانت کا احساس ہوتا ہوگا اگر اس طرح کے احساس نامی

شے کے حسن ظن کو لکھنے والے کے حق میں فرض کیا جاسکے! باقی اس الزام کی دلیل میں فیض الباری (۱: ۱۷۰) کی یہ عبارت پیش کرنا کہ:

"رسومات و بدعات کے رد میں حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی کتاب "ایضاح الحق الصریح" ان کی کتاب "تقویۃ الایمان" سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ یہ علمی مضامین پر مشتمل ہے اور "تقویۃ الایمان" میں شدت ہے اس لئے اس کا فائدہ کم ہوا۔"

ایک عجیب و غریب طریق استدلال ہے، اگر کسی مصنف کی ایک کتاب کو اسی مصنف کی دوسری کتاب سے زیادہ بہتر قرار دیا جائے تو یہ طعن و افتراء کے زمرے میں کیسے داخل ہوسکتا ہے اگرچہ حضرت شاہ صاحب کی طرف فیض الباری کے اس کلام کی نسبت پر خود کلام ہے جس کی تفصیل کا نہ یہ موقع ہے نہ ضرورت، تاہم اگر یہ ثابت بھی مان لیا جائے تب بھی اس پر طعن و افتراء کا اطلاق کیونکر درست ہوگا؟ پھر جس "ارواح ثلاثہ" سے بہت ساری عبارتیں نقل کر کے ان سے غلط نتائج اخذ کئے گئے اسی میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کا یہ قول بھی "تقویۃ الایمان" کے متعلق منقول ہے:

"تقویۃ الایمان سے بہت ہی نفع ہوا، چنانچہ مولوی اسماعیل صاحب کی حیات ہی میں دو ڈھائی لاکھ آدمی درست ہوگئے تھے اور ان کے بعد جو کچھ نفع ہوا، اس کا تو اندازہ ہی نہیں ہوسکتا۔"

(ارواح ثلاثہ صفحہ ۷۵)

اور حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ "تقویۃ الایمان" کے متعلق فرماتے ہیں:

"اس میں نصوص صریحہ سے نہایت ہی سلاست کے ساتھ مضامین توحید کو اچھی طرح بیان فرمایا...... اس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو ہدایت و صحت عقائد نصیب ہوئی۔"

(جہد المقل حصہ اول صفحہ ۲)

خود حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے بھی اپنے ایک رسالہ "سہم الغیب" میں "تقویۃ الایمان" کا بڑے جاندار انداز میں ذکر کیا ہے۔

دارالعلوم دیوبند کی تاسیس کا مقصد

دارالعلوم دیوبند کا تعارف کراتے ہوئے کتاب میں لکھا گیا ہے:

"اس جامعہ کے بنانے کا اصلی مقصد حنفی مذہب کی تائید، اس کی نشر واشاعت اور سنت نبویہ کو فقۂ حنفی کے تابع بنانا تھا اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس میں کسی قسم کا کوئی مبالغہ نہیں۔" (صفحہ ۲۱)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ علمائے دیوبند فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد ہیں اور ان کے نزدیک بلاشبہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ قرآن و سنت کے دلائل کی روح کے لحاظ سے سب سے زیادہ مستحکم، تدوین اور تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں تطبیق کے اعتبار سے سب سے زیادہ مدون و وسیع اور دنیا میں مسلمانوں کی اکثریت کے لحاظ سے سب سے زیادہ مقبول رہی ہے اور انشاء اللہ رہے گی، یہ ایک ایسی تاریخی حقیقت ہے جس کا انکار کوئی ایسا شخص نہیں کر سکتا جس نے علم و مطالعہ نامی کسی چیز سے کچھ بھی حصہ پایا ہو البتہ یہ کہنا کہ دارالعلوم دیوبند کی تاسیس کا مقصد سنت نبویہ کو فقہ حنفی کے تابع بنانا تھا بہت بڑی بہتان تراشی ہے، علمائے دیوبند کا طریقہ، روش اور مزاج یہ رہا ہے کہ جہاں کہیں حنفی مذہب احادیث صحیحہ کی روشنی میں ضعیف اور کمزور نظر آیا، وہیں اس کی صراحت کر دی اور ان کی شروح حدیث اس بات پر گواہ ہیں، درس و تدریس میں بھی اکابر دیوبند اس کی تاکید فرماتے رہے ہیں، مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا یہ مقولہ تو بہت ہی مشہور ہے جو انہوں نے طلبہ کی ایک جماعت سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

"تم فقہی مذہب میں حنفی ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن حدیث نبوی کو حنفی بنانے کا تکلف کبھی بھی نہ کرنا۔" (مقدمہ تکملۂ فتح الملہم صفحہ ۷)

اسی طرح مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ طریقۂ تعلیم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مذہب کو حدیث کے مطابق کرنے کی سعی کریں، نہ کہ حدیث کو مذہب کے مطابق کرنے کی کہ اصل حدیث ہے اور مذہب اس سے

ماخوذ و مستنبط۔" (خیر الآثار صفحہ ۵۱۶)

دارالعلوم دیوبند گذشتہ ڈیڑھ دو صدیوں میں صرف فقہ حنفی کی نشر و اشاعت کا نہیں بلکہ تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، عقائد اور تمام اسلامی علوم کی خدمت اور ان کی نشر و اشاعت کا نشان سمجھا جاتا رہا ہے، صرف علم حدیث کی جو خدمات گذشتہ صدی میں علمائے دیوبند اور ان کے خوشہ چینوں نے انجام دی ہیں، دنیا کا کوئی دوسرا خطہ ان کی نظیر نہیں پیش کر سکتا، صحیح بخاری کی شرح دس جلدوں میں "لامع الدراری" چار جلدوں میں "فیض الباری" صحیح مسلم کی شرح بارہ جلدوں میں "فتح الملہم و تکملہ" ترمذی کی شرح چار جلدوں میں "الکوکب الدری" چھ جلدوں میں "معارف السنن" اور "العرف الشذی" سنن ابی داؤد کی شرح بیس جلدوں میں "بذل المجہود" مؤطا امام مالک کی شرح پندرہ جلدوں میں "اوجز المسالک" مشکاۃ شریف کی شرح سات جلدوں میں "التعلیق الصبیح" حدیث کی امہات کتب کی یہ صرف وہ شروح ہیں جو عربی زبان میں ہیں اور جن سے شاید ہی دنیا کا کوئی عالم بے خبر ہو، روئے زمین کے چپے چپے کے علماء نے ان شروح سے فائدہ اٹھایا اور اٹھا رہے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ حدیث کی کتابوں کے جو عربی حواشی لکھے گئے ہیں، اردو اور دوسری زبانوں میں علم حدیث کے متعلق جو کچھ لکھا گیا وہ اس کے علاوہ ہیں، جس جامعہ کے فضلاء، منتسبین اور خوشہ چینوں نے علم حدیث کے میدان میں ایسی عظیم الشان خدمات انجام دی ہوں جن کی نظیر اس آخری دور میں دنیا کا کوئی دوسرا خطہ نہیں پیش کر سکتا اس جامعہ کے متعلق یہ کہنا کہ اس کی تاسیس کا اصل مقصد سنت نبویہ کو فقہ حنفی کے تابع بنانا تھا، کس قدر بھونڈا دعویٰ ہے!

وحدۃ الوجود، ابن عربی، اور علمائے دیوبند

کتاب کے آگے کے تین عنوان تصوف سے متعلق ہیں، پہلا عنوان "وحدۃ الوجود" ہے، اس میں ایک تو وحدۃ الوجود کے متعلق حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کی بعض عبارتیں نقل کر کے قاری کو مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے، دوسرے شیخ

ابن عربی کے بارے میں بعض اکابر دیوبند کی توصیفی آراء اور کلمات نقل کئے گئے ہیں جہاں تک تعلق ہے مسئلۂ وحدۃ الوجود کا تو یہ ایک دقیق اور غامض مسئلہ ہے اور اس کے وہ معنی جو کتاب میں مراد لئے گئے ہیں کہ خالق اور مخلوق دونوں ایک ہیں اور دونوں میں کوئی فرق نہیں اگر کسی کا واقعتاً یہی عقیدہ ہو تو اس کے کفر میں کیا شک ہو سکتا ہے لیکن اس کے یہ معنی مراد لینا ایک مغالطہ ہے اور مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> "اس مغالطہ کا اصل منشا مسئلۂ وحدۃ الوجود سے بے خبری ہے، اس لئے مختصراً عرض ہے کہ یہ مسئلہ نہ مقاصد تصوّف سے ہے، نہ مقامات سلوک میں اس کا شمار ہے...... اس مسئلہ کی حقیقت معلوم کرنے سے پہلے یہ امر اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ اسلام کے تمام فرقے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر کامل اتفاق رکھتے ہیں، اسلام میں توحید کی جیسی سادہ، بے تکلّف اور صاف تعلیم ہے اس کی نظیر کوئی مذہب اس وقت پیش نہیں کر سکتا، محققین کے نزدیک اسلام کی سرعت اشاعت کا بڑا سبب یہی ہے کہ توحید کی تعلیم جیسی اسلام میں ہے کسی مذہب میں نہیں۔"

آگے مولانا نے اس مسئلہ کی حقیقت پر روشنی ڈالی ہے جس کے نقل کرنے کی یہاں ضرورت نہیں ہے اس کے بعد لکھتے ہیں:

> "اس میں شک نہیں کہ علمائے ظاہر کا قول بظاہر نصوص شرعیہ کے موافق ہے مگر صوفیائے کرام کا قول بھی کسی نص کے خلاف صراحۃً نہیں کیونکہ شریعت نے ممکنات کے وجود کا کوئی درجہ متعیّن نہیں کیا، اگر کسی کی سمجھ میں صوفیاء کا قول نہ آئے تو اس کو علمائے ظاہر کے قول پر اعتقاد رکھنا چاہئے مگر صوفیاء سے مزاحمت بھی نہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ ان کا کشف اور ذوق ہے جو اگرچہ حجت نہیں مگر جب تک نصوص شرعیہ کے خلاف نہ ہو اس کو غلط بھی نہیں کہا جا سکتا، بالخصوص جب کہ منشا اس کا توحید کی تکمیل ہے، نہ تنقیص! اور اگر کسی کی عقل میں اس کا کشفی اور ذوقی ہونا بھی نہ آئے تو وہ

یہ سمجھ لے کہ وحدۃ الوجود ان حضرات کی خاص حالت اور کیفیت کا نام ہے جو غلبۂ عشق اور محبت الٰہیہ سے ان پر وارد ہوتی ہے، جیسا کہ عشاق مجازی پر بھی اس قسم کی کیفیت بعض دفعہ طاری ہو جاتی ہے کہ محبوب کے سوا کسی چیز پر التفات نہیں ہوتا، سوتے، جاگتے، اٹھتے، بیٹھتے ہر وقت اسی کا دھیان لگا رہتا ہے، اسی طرح حضرات صوفیاء کو غلبۂ محبت و عشق اور غلبۂ استحضار محبوب کی وجہ سے حضرت حق کے سوا کوئی بھی موجود معلوم نہیں ہوتا، قلب پر سلطان حق کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ اس کے سوا ہر چیز حتی کہ اپنی ذات بھی معدوم نظر آتی ہے۔

اب اگر کسی مغلوب الحال کے شاعرانہ کلام یا والہانہ عنوان سے کسی ایسے مضمون کا ایہام ہوتا ہو جو بظاہر توحید اسلامی کے خلاف ہے تو اس کے سمجھنے کے لئے کسی محقق عارف سے رجوع کرنا چاہئے جو اصطلاحات صوفیہ سے واقف ہو، خود اپنی رائے سے کوئی مطلب متعین نہ کرنا چاہئے۔"

(طریق السداد فی اثبات الوحدۃ ونفی الاتحاد صفحہ ۲۵)

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا یہ اقتباس ان کے اس رسالہ سے لیا گیا ہے جو درحقیقت مسئلۂ وحدۃ الوجود پر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے ایک رسالہ کی تلخیص و تسہیل ہے اور اس مسئلہ کے متعلق غلط فہمیوں میں پڑنے والوں کے لئے اس میں بڑا بہترین اصول بیان کیا گیا ہے۔[1]

یہ بات ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ اگر کسی بزرگ سے کوئی ایسا محتمل کلام منقول ہو جس سے صحیح اور غلط دونوں معنی مراد لئے جاسکتے ہوں تو ایسی صورت میں وہی معنی مراد لینے چاہئیں جو صحیح ہوں خصوصاً جب دوسرے قرائن اور شواہد اس کی تصدیق کرتے

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے: وحدۃ الوجود (حضرت حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ) بوادر النوادر صفحہ ۶۴۰ تکملۃ فتح الملہم: ۴/۴۲۶ و شریعت و تصوف (مولانا مسیح اللہ خان صاحب) صفحہ: ۳۴۸۔

ہوں، بعض اکابر صوفیاء سے مسئلۂ وحدۃ الوجود کے سلسلہ میں منقول عبارتوں میں اولاً تو تاویل کی جا سکتی ہے اور اگر کسی کے دل کو اس پر اطمینان نہیں ہوتا تو انہیں ان کے غلبۂ حال پر محمول کرنے میں آخر کیا حرج ہے؟ اس وضاحت کے بعد ضرورت نہیں ہے کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کی جو عبارتیں نقل کی گئی ہیں ان میں سے ہر ایک کو لے کر اس کے صحیح معنی بیان کئے جائیں کیونکہ اگر نیت صحیح ہو تو ادنی تامل سے ان کے صحیح معنی سمجھ میں آسکتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی "صحیح" میں ایک حدیث قدسی نقل فرمائی ہے، اس میں ہے:

> لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه، فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به، وبصره الذی یبصر به، ویده التی یبطش بها، ورجله التی یمشی بها۔
>
> "یعنی میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میری قربت حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کر لیتا ہوں تو اس کا وہ کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، وہ آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، وہ ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔"

اگر اس حدیث قدسی کے ظاہر الفاظ سے کوئی یہ معنی مراد لے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کا حقیقی کان آنکھ اور ہاتھ بن جاتے ہیں تو یہ نہ صرف ایک لغو بات ہوگی بلکہ یہ معنی مراد لینا اور یہ اعتقاد رکھنا ایسا کفر ہے کہ اس میں شک کرنا بھی کفر ہے، جس طرح یہ معنی مراد نہیں بلکہ جیسا کہ مشہور سلفی عالم شیخ ابن عثیمین نے فرمایا کہ اس سے مراد ایسے بندے کے ان اعضاء کا اللہ کی رضا اور خوشنودی ہی کے لئے استعمال ہونا ہے ٹھیک اسی طرح اگر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا "من اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع اهل التصوف" تو "الدیوبندیہ" کے قلمکار اس کے یہ غلط معنی کیوں لے رہے ہیں کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک اللہ جل شانہ اور اہل تصوف دونوں ایک ہیں اور اس سے پھر استدلال ہے کہ حضرت مہاجر مکی رحمہ اللہ...... العیاذ باللہ...... اتحاد بین العبد والمعبود کے قائل ہیں، موصوف کا ذہن اس

جملہ کے صحیح مطلب کو کیوں قبول نہیں کرتا حالانکہ وہ واضح بھی ہے اور مقصود بھی! اور وہ یہ کہ "جو شخص اللہ سے تعلق قائم کرنا چاہتا ہے وہ اہل تصوف کی معیت اور صحبت میں بیٹھے کیونکہ صوفیہ اور اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھ کر اللہ جل شانہ کی معیت اور تعلق کا احساس ہوتا ہے"۔

اسی طرح اگر کسی نے "لا موجود الا اللہ" کہہ دیا تو اس جملہ کے یہ معنی کیوں مراد نہیں لئے جا سکتے کہ موجود حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، بقاء صرف اسی کی ذات کو ہے، باقی سب فانی ہیں، اس جملہ کے یہ معنی متعین کرنا کہ ہر موجود شئی اللہ اور معبود ہے اور اصرار کرنا کہ اس جملہ سے کہنے والے نے یہی معنی مراد لئے ہیں اور اسی کو اس کا عقیدہ قرار دے کر شرک کے فتویٰ کی مشین تان لینا ایک احمقانہ اور معاندانہ حرکت ہے، اس حرکت کے مرتکب کی خدمت میں مشہور غیر مقلد عالم علامہ اسماعیل سلفی کے ان الفاظ کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ:

> "مسئلہ درست تھا، اگر تعبیر ناپسند تھی تو اسے بدل دیا جاتا لیکن یہاں کوئی پرانا بغض تھا جسے نکالنا ضروری سمجھا گیا..... اور فتوؤں کی مشین تان دی گئی اور کفر کے انبار...... انڈیل دیئے گئے اور درس و افتاء کی مسندیں...... کیڑے نکالنے میں مشغول ہو گئیں جو ان کے درجات کی رفعت کا موجب ہوں گے ان شاء اللہ۔"
>
> (تحریک آزادیٔ فکر صفحہ ۲۹)

یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ بعض اہل حال بزرگوں سے ایسے کلمات منقول ہیں جو بظاہر شریعت پر منطبق نہیں ہوتے ایسے کلمات نہ قابل تقلید ہیں نہ قابل تنقید، حضرت تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> "بعض اہل حال سے غلبۂ حال میں ایسے کلمات صادر ہو جاتے ہیں جو شریعت پر منطبق نہیں ہوتے" (التکشف صفحہ ۵۱۹)

ایک دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

> "بے اختیاری کی حالت میں جو غلبۂ وارد کی وجہ سے قواعد کے

خلاف کوئی بات منہ سے نکل جائے وہ شطح ہے، اس شخص پر نہ گناہ ہے، نہ اس کی تقلید جائز ہے" (تعلیم الدین صفحہ ۱۴۰)

اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اکابر کے کلام میں بہت سے الفاظ ایسے ہوتے ہیں جن پر ظاہر بین کفر تک کا فتویٰ لگا دیتے ہیں، اس قسم کے الفاظ غلبۂ شوق یا سکر کی حالت میں نکل جائیں تو وہ نہ موجب کفر ہیں، نہ موجب تقلید، حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ سے اس سے زیادہ خوش ہوتے ہیں جیسا کہ ایک آدمی سفر میں جا رہا ہو اور اس کی اونٹنی پر اس کا سارا سامان کھانے پینے کا ہے اور ایسے جنگل میں جو بڑا خطرناک ہلاکت کا محل ہے، تھوڑی دیر کو لیٹا، ذرا آنکھ لگی اور جب آنکھ کھلی تو اس کی اونٹنی بھاگ گئی، وہ ڈھونڈتا رہا اور گرمی اور پیاس کی شدت بڑھ گئی تو وہ اس نیت سے اس جگہ آکر لیٹ گیا کہ مر جاؤں گا......
آنکھ لگ گئی اور تھوڑی دیر میں آنکھ کھلی تو اس کی اونٹنی اس کے پاس کھڑی تھی، اس پر سارا سامان کھانے پینے کا موجود تھا، اس وقت اس کی خوشی کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا اور خوشی میں کہنے لگا "اے اللہ! تو میرا بندہ، میں تیرا رب" حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ شدت فرح سے چوک گیا، یہ روایت بخاری، مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت انس سے مختلف الفاظ سے نقل کی گئی ہے، حضرت تھانوی التشرف ص ۱۰۸ میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ مغلوب کی غلطی معاف ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلطی کو نقل کر کے نکیر نہیں فرمائی اگرچہ وہ فرح ہی سے ہو جو کہ ایک حالت ناشی عن الدنیا ہے تو بھلا جو محبت اور شوق سے مغلوب ہو اس کا تو کیا پوچھنا ہے جو کہ ناشی عن الدین کیفیات میں سے

ہے۔" (شریعت و طریقت کا تلازم صفحہ ۲۰۲، ۲۰۳)

یہاں صوفیاء کے علومِ مکاشفہ کے متعلق حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی ایک اور عبارت نقل کی جاتی ہے جس سے صوفیاء کی محتمل یا مغلق عبارتوں کے احکام اور حقیقت پر مزید روشنی پڑتی ہے، حضرت لکھتے ہیں:

"....... یہ مسائل علوم مکاشفہ کہلاتے ہیں جن کے یہ ضروری احکام ہیں، اول ...... ان کو مقصود حقیقی میں کہ قرب و نجات ہے اصلاً دخل نہیں، دوم ...... خود ان علوم پر کوئی دلیل شرعی نہیں جو قواعد سے حجت ہو، ان کا علوم شرعیہ سے مصادم نہ ہونا منتہی ان کی صحت کا ہے، سوم ...... اسی وجہ سے ان کا جازم اعتقاد رکھنا شرعاً جائز نہیں، چہارم ...... اکثر اہل ذوق نے جو ان علوم کو اپنی عبارات میں تعبیر کیا ہے، وہ عبارات ان پر دلالت کرنے کے لئے کافی نہیں، اکثر تو مدلول کے ذوقی ہونے کے سبب، کہیں عبارت کی تنگی کے سبب، کہیں اصطلاح کے اختلاف کے سبب و نحوھا من الاسباب لغلبۃ الحال وغیرھا، پنجم ...... اسی وجہ سے اہل قال وغیر اہل کمال ان کے سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں، ششم ...... ان ہی اہل قال وغیر اہل کمال میں سے بعضے ایسے لوگ جو عبارات سے آگے مقصود سے مس بھی نہیں رکھتے ان مضامین سے اپنی تقریرات یا تحریرات کو آراستہ کر کے سامعین یا ناظرین کو ضلالت میں مبتلا کرتے ہیں، ہفتم ...... تو ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ ان مضامین سے استفادہ کجا ان کی اشاعت سے مضرات کا اندیشہ ہے، اسی لئے حضرت شیخ اکبر نے ارشاد فرمایا "یحرم النظر فی کتبنا" (ہماری کتابوں کو دیکھنا حرام ہے) (بوادر النوادر صفحہ ۹۹)

شیخ ابن عربیؒ کا معاملہ بھی اسی طرح کا ہے، ان کی کتابوں میں شطحیات اور ایسی عبارتیں پائی جاتی ہیں جو بظاہر شریعت پر منطبق نہیں ہوتی ہیں اور ان ہی شطحیات کی وجہ سے ان کی شخصیت اہل علم میں متنازعہ رہی ہے، بہت سے محدثین اور فقہاء ان سے

نالاں اور برگشتہ رہے ہیں، خصوصاً شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان کی بڑی سخت تردید کی ہے اور انہیں "ملحد" اور "زندیق" تک کہا ہے، آج کے عرب سلفی علماء کا بھی یہی خیال ہے لیکن دوسرے بہت سے علماء نے شیخ ابن عربی کی ان شطحیات کو غلبۂ حال پر محمول کر کے انہیں معذور قرار دیا ہے اور ان کی براءت میں کتابیں لکھی ہیں، علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے بھی ان کی براءت پر ایک مستقل رسالہ "تنبیه الغبی بتبرئة ابن عربی" کے نام سے لکھا ہے، اس میں علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

> "شیخ ابن عربی کے بارے میں قول فیصل یہ ہے کہ ان کے ولی ہونے کا اعتقاد رکھا جائے لیکن ان کی کتابوں کے مطالعہ کو ناجائز قرار دیا جائے کیونکہ خود انہوں نے فرمایا ہے کہ "ہم ایسے لوگ ہیں کہ ہماری کتابیں (مذاق ناشناس لوگوں کے لئے) دیکھنا ناجائز ہے"۔۔ ....اس کی وجہ یہ ہے کہ صوفیاء کرام نے بعض ایسی اصطلاحات مقرر کر رکھی ہے جن سے وہ ان کے معروف معنی کے سوا کچھ اور معنی مراد لیتے ہیں، اب اگر کوئی شخص ان کے الفاظ کو معروف معنی پہنائے گا تو وہ کافر ہو جائے گا، امام غزالی رحمہ اللہ نے بھی یہ بات اپنی بعض کتابوں میں لکھی ہے"۔

(شذرات الذھب لابن العماد: ۵ صفحہ۹۱)

شیخ ابن عربی کے بارے میں یہ بڑا معتدل فیصلہ ہے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے بھی ان کی براءت میں ایک رسالہ "تنبیہ الطربی فی تنزیہہ ابن العربی" کے نام سے تحریر فرمایا ہے اور اس میں بھی تقریباً یہی موقف اختیار کیا گیا ہے، اس رسالہ کے آخر میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ایک بہترین اصول تحریر فرمایا ہے، آپ لکھتے ہیں:

> "......جن حضرات میں قبول کی علامات ظاہر ہیں اور منجملہ ان علامات کے علماء محققین کا حسن ظن بھی ہے، ان کے ساتھ حسن اعتقاد رکھے اور ان کے کلام میں اگر کوئی امر ظاہراً خلاف سواد اعظم دیکھے تو اپنا اعتقاد اس کی موافق نہ رکھے، نہ اس کو کسی کے سامنے نقل کرے، نہ ایسی کتابوں کا مطالعہ خود کرے جب تک کسی شیخ

سے نہ پڑھ لے، کیونکہ ان حضرات کا مقصود عوام کے لئے تدوین
نہیں ہے، بلکہ عوام سے وہ خود اخفاء فرماتے تھے بلکہ اعتقاد تو سواد
اعظم کے موافق رکھے اور اس کلام میں اگر تاویل ممکن ہو تاویل
کرے ورنہ یا غلبہ حال پر محمول کر لے یا مثل متشابہات کے اس
کو مفوض بحق کرے اور بے سمجھے اعتراض اور گستاخی نہ کرے
کیونکہ وہ معصوم نہ تھے لیکن شریعت کے بے حد متبع تھے، چنانچہ
غیر معذور پر ان سے خود نکیر منقول ہے اور اسی لئے احکام میں ان
سے کوئی ایسا امر منقول نہیں صرف بعض اسرار منقول ہیں جن کا
مبنیٰ ذوق اور کشف ہے اور تعبیر خاص اصطلاحات میں کی گئی ہے
اور ان دونوں سے عوام و اہل ظاہر بے بہرہ ہیں، اس لئے اس کلام
کے معارض شریعت ہونے کا یہ لوگ فیصلہ نہیں کر سکتے، گو رتبہ
میں ان سے بھی بڑھے ہوئے ہوں، اس لئے ان کو اجمالاً تسلیم کر
لینا چاہئے، ورنہ گستاخی سے سوءِ خاتمہ کا خوف ہے، البتہ جو شخص
ویسا ہی محقق ہو اس کو حق ہے کہ اس پر مفصلاً رد کرے خواہ
درجہ اجتہادی تک، خواہ ابطال تک۔"

(بوادر النوادر صفحہ ۳۳۳، ۳۳۴)

صوفیاء کی شطحیات کے سلسلہ میں علمائے دیوبند کے مذکورہ معتدل مزاج کی وضاحت کے لئے تقریباً یہی بات حکیم السلام مولانا قاری طیب صاحب رحمہ اللہ نے بھی اپنی آخری تصنیف "علمائے دیوبند کا دینی رخ......" میں صفحہ ۱۳۲ سے ۱۳۳ تک بیان فرمائی ہے، اکابر دیوبند کی یہ عبارتیں مسئلۂ وحدۃ الوجود، صوفیاء کی شطحیات اور شیخ ابن عربی کے متعلق علمائے دیوبند کے مسلک و مزاج کی اچھی طرح وضاحت کر رہی ہیں، ہر رائے، مسلک اور موقف کی طرح یہاں بھی ان کا مسلک افراط و تفریط کے درمیان راہ اعتدال کا ہے لیکن اعتدال کا راستہ اختیار کرنے والوں کے ساتھ المیہ یہ رہا ہے کہ افراط والے انہیں تفریط کے کنارے پر سمجھتے ہیں اور تفریط میں مبتلا لوگوں کو وہ افراط میں نظر آتے ہیں، اب کتاب "الدیوبندیہ" کے مفتی کا فتویٰ ملاحظہ ہو، محدث العصر حضرت مولانا

یوسف بنوری نور اللہ مرقدہ پر زندیق ہونے کا فتویٰ لگاتے ہوئے مفتی صاحب رقم طراز ہیں:

> "باقی بنوری کے بارے میں جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے ابن عربی کی تعریف کی ہے تو یہ ان کے زندیق ہونے کی واضح دلیل ہے، اس لئے کہ ابن عربی قائلین وحدۃ الوجود کے امام ہیں اور اس مذہب کے لوگ روئے زمین کے سب سے بڑے کافر ہیں۔"
>
> (صفحہ ۳۰)

کفر اور زندیقیت کا تیار فتویٰ ہاتھ میں لئے افراط کے بالکل آخری حد پر کھڑے ان مفتی صاحب اور ان کے اصحاب کو سوچنا چاہئے کہ اگر شیخ ابن عربی کی تعریف کی سزا یہ ہے کہ ایسے شخص پر زندیق ہونے کا فتویٰ چسپاں کیا جائے تو پھر علامہ سیوطی سے لے کر علامہ آلوسی تک تاریخ اسلام کے جلیل القدر علماء اور خود غیر مقلدین میں نواب صدیق حسن خان، علامہ وحید الزمان اور میاں نذیر حسین رحمہم اللہ بھی فتویٰ تکفیر و زندیقیت کے اس خون آشام خنجر سے ذبح ہوں گے کیونکہ ان سب نے شیخ ابن عربی کی تعریف کی ہے بلکہ علمائے غیر مقلدین نے اس تعریف میں اعتدال کے بجائے غلو سے کام لیا ہے اور انہیں "خاتم الولایہ المحمدیہ" جیسا لقب عطا کیا ہے جیسا کہ آگے کتاب میں آرہا ہے۔



تصوّر شیخ اور علمائے دیوبند

"تصور شیخ" کا عنوان قائم کر کے بڑا شور مچایا گیا ہے کہ مشائخ دیوبند کا یہ ایک خطرناک عقیدہ ہے جب ہم کسی جماعت کے متعلق دعویٰ کریں کہ اس کا فلاں عقیدہ ایک خطرناک عقیدہ ہے تو قانون کے مسلّمہ اصولوں کے مطابق ہمارے ذمہ یہاں دو کام ہوں گے، اول یہ کہ اس جماعت کی کتابوں، اس کے اکابر کی عبارتوں اور ٹھوس شواہد سے یہ ثابت کریں کہ اس جماعت کا واقعۃً یہی عقیدہ ہے، دوم یہ کہ وہ عقیدہ خطرناک ہے تو کیوں ہے؟ اس کے خطرناک پہلو کو دلائل کی روشنی میں واضح کریں "الدیوبندیہ"

کے لکھاری نے یہ دعویٰ تو کر دیا ہے کہ "تصور شیخ" مشائخ دیوبند کا ایک خطرناک عقیدہ ہے لیکن اس بات کو ثابت کرنے کی زحمت انہوں نے نہیں اٹھائی کہ اکابر دیوبند میں سے کس نے "تصور شیخ" کو اپنا عقیدہ بنایا ہے اور کس نے اسے اپنے عقائد میں شمار کیا ہے، پھر تصور شیخ کا یہ عمل اگر خطرناک ہے تو کیوں؟ قرآن و حدیث کے کس نص سے اس کا خطرناک ہونا معلوم ہوتا ہے یہاں بھی بالکل خاموشی ہے اور ایک لفظ بھی اس سلسلہ میں نہیں کہا گیا ہے، بلکہ آگے تقی الدین ہلالی اور ان کے کسی تیجانی شیخ کا قصہ نقل کیا گیا ہے کہ شیخ نے انہیں کوئی ورد بتایا اور ساتھ انہیں یہ خوشخبری بھی سنائی کہ اس ورد کے فضائل میں سے ایک یہ ہے کہ جو شخص اس پر دوام اختیار کرے گا تو وہ، اس کے بیٹے، بیوی اور والدین جنت میں داخل ہوں گے البتہ پوتے اس حکم میں شامل نہیں...... یہ ہلالی اور ان کے شیخ کا واقعہ اور ان کے آپس کا معاملہ ہے، اگر تقی الدین ہلالی صاحب سے کسی نے کوئی غلط بات کہہ دی تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ علمائے دیوبند بھی وہی غلط بات کہتے ہیں، اگر تقی الدین ہلالی صاحب کو...... ان کے بقول...... ان کی گمراہی کے زمانہ میں کسی صوفی کی گمراہیوں سے واسطہ پڑا ہے تو اس سے اس دعویٰ پر استدلال کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ مشائخ دیوبند بھی ان گمراہیوں کا شکار ہیں، کوئی کہے کہ برصغیر کے غیر مقلدین اسلاف امت کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور عرب سلفیوں کی چاپلوسی کرتے ہیں تو اس سے یہ بات کیونکر ثابت کی جاسکے گی کہ برصغیر کے علمائے دیوبند بھی اس گستاخی و چاپلوسی کے مرتکب ہیں!

حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ تصور شیخ، مشائخ سلوک کے ہاں ایک شغل یا ایک عمل کا نام ہے اس کو عقیدہ کہنا، یا کسی کا عقیدہ ٹھہرانا لاعلمی، جہالت یا بد دیانتی کے اشتہار دینے کے مرادف ہے "تصور شیخ" کیا ہوتا ہے، حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> "کسی صورت کو ذہن میں جمانے اور حاصل کرنے کو لغت میں تصور کہتے ہیں، خواہ وہ صورت جاندار کی ہو یا غیر جاندار کی، خواہ معمولی شخص کی ہو یا غیر معمولی شخص کی...... مگر عرف میں تصور شیخ کسی مقدس بزرگ کی صورت کو ذہن میں دھیان لانے اور

جمانے کا نام ہے بالخصوص اپنے مرشد کے شخص اور چہرے کو خیال میں جمانے کو تصور شیخ کہتے ہیں، ذہن میں اپنے مرشد کی تصویر جمانا اور حاصل کرنا بالاتفاق جائز ہے بلکہ مفید بھی ہے صحابہ کرام اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند فرمایا ہے، حضرت امام حسنؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمثال اور سراپا کو اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے بار بار پوچھ کر اپنے ذہن میں جمایا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام کی شکل و صورت اور لباس وغیرہ کو صحابہ کرامؓ کے سامنے ذکر فرمایا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان اکابر کی صورت اور شکل کو مخاطبین کے دماغ میں تمثل اور جگہ دینا مقصود تھی۔"

(منتخب مکتوبات شیخ الاسلام صفحہ ۲۱۰)

اب اگر مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ یا حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے شیخ یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اپنے ذہن میں کچھ عرصہ جمائے رکھی تو اس عمل میں آخر شرعی نقطۂ نظر سے کیا خرابی ہے!

آپ کو اپنے وطن سے محبت اور بے حد لگاؤ ہے لیکن آپ مسافرت کی زندگی گزار رہے ہیں، ایسے میں خیال وطن آتا ہے تو کچھ دیر کے لئے آپ اپنے وطن کے باغوں، کھیتوں کے نظاروں اور گذری ہوئی رونقوں میں محو ہو جاتے ہیں آپ کے سفر کی دنیا ایک خوبصورت خواب میں بدل جاتی ہے اور یوں نفسیاتی طور پر آپ کے دل و دماغ ایک خوشگوار اثر کا کیف اٹھا لیتے ہیں، یہی حال ہر اس شی کے تصور کا ہے جس سے آپ کی محبت و عقیدت کا جذبہ وابستہ ہو، ٹھیک اسی طرح کسی بزرگ و مصلح سے محبت و عقیدت رکھنے والے شخص کے خیالات پریشان ہوں، وساوس کا ہجوم ہوں، یاس و اداسی کی اس حالت میں وہ شخص اپنے مصلح کی پُر بہار شخصیت کا تصور کرتا ہے تو اس کے پریشان خیالات چھٹ جاتے ہیں، وساوس سے توجہ ہٹ جاتی ہے اور دل و دماغ پر محبوب کے تصور کی خوشگوار کیفیت کا گذر ہوتا ہے، یہ ایک فطری اثر ہے، جس کا انکار نہیں کیا جا

سکتا، حضرت مدنی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"تصور شیخ وسوسہ اور پریشان خیالات سے بچاتا ہے، تصور شیخ سے عجیب و غریب کیفیات پیدا ہوتی ہیں اور شیخ کو خبر بھی نہیں ہوتی اور نہ وہ مرید کو کوئی تعلیم یا نفع پہنچانا چاہتا ہے، نہ اس کی توجہ مرید کی طرف ہوتی ہے بلکہ یہ فطری مؤثرات ہیں۔"

حضرات صوفیاء میں تصور شیخ کا یہ شغل مدتوں سے چلا آرہا ہے لیکن مشائخ دیوبند نے اعتدلال و احتیاط کا دامن یہاں بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا، خام صوفیاء نے اس شغل میں صراط مستقیم سے ہٹانے والی ایسی اشیاء داخل کیں کہ ان سے عوام الناس کے عقائد کی صحت متاثر ہونے لگی، مشائخ دیوبند نے "ہشیار باش" کی صدا یہاں بھی بلند کی کہ کہیں کوئی سالک، راہِ ہدایت سے بھٹک نہ جائے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"راقم کا تجربہ ہے کہ یہ شغل خواص کو تو مفید ہوتا ہے اور عوام کو سخت مضر کہ صورت پرستی کی نوبت آجاتی ہے...... اس لئے عوام کو تو بالکل اس سے بچانا چاہئے اور خواص اگر کریں تو احتیاط کی حد تک محدود رکھیں، اس کو حاضر و ناظر اور ہر وقت اپنا معین و دستگیر نہ سمجھ لیں کیونکہ کثرت تصور سے کبھی صورت مثالیہ رو برو حاضر ہوجاتی ہے، کبھی تو وہ محض خیال ہوتا ہے اور کبھی کوئی لطیفۂ غیبی اس شکل میں متشکل ہو جاتا ہے اور شیخ کو اکثر اوقات خبر تک بھی نہیں ہوتی اس مقام پر اکثر ناواقف لوگوں کو لغزش ہوجاتی ہے" (تعلیم الدین صفحہ ۱۳۸)

اور حضرت مدنی رحمہ اللہ "تصور شیخ" کے سلسلہ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس شغل میں متاخرین صوفیہ نے غلو کیا ہے اور شرک تک نوبت پہنچی، لہٰذا متاخرین علماء نے اس کو منع فرمایا اور اب علماءِ متاخرین کے قول پر عمل کرنا چاہئے، اس شغل کی کچھ ضرورت

نہیں۔"

مزید تشریح کرنے کے بعد آخر میں حضرت مدنی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"متاخرین غلط کاروں نے اس میں محظورات اور ناجائز اشیاء داخل کر دیں، مثلاً شیخ کو ہر جگہ حاضر و ناظر اعتقاد کرنا، یا توجہ الی الشیخ کے تصورات میں اس قدر منہمک ہو جانا کہ مقصود حقیقی اور محبوب حقیقی سے مستغنی اور غافل ہو جائے یا شیخ کو مثل کعبہ ہر نماز میں قبلہ اور متوجہ الیہ بنا لینا یا مرید کے باطن میں شیخ کو متصرف سمجھنے لگنا، یا اس صورت کی اور شیخ کی حد سے زیادہ تعظیم کرنے لگنا یا اس سے ناعاقبت اندیشوں یا احمقوں کا صورت پرستی حقیقی اختیار کرنا، جیسے مختلف مبتدع پیروں کے یہاں رائج ہوگیا ہے اس لئے سمجھ دار اکابرین پر لازم ہوگیا کہ اس پر فکر فرما دیں اور ذریعۂ شرک اور کفر کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیں۔"

(منتخب مکتوبات شیخ الاسلام: صفحہ ۳۲۳)

اسلام کے صحیح عقیدے اور توحید خالص کے علمبردار، خام اور جاہل صوفیاء کی لغزشوں پر گرفت کرنے اور عوام الناس کے عقیدے کی صحت کا قدم قدم پر خیال رکھنے والے اکابر دیوبند کی یہ عبارتیں پڑھئے اور داد دیجئے ان لکھاریوں کو جو ان نفوس قدسیہ کو گمراہ صوفیاء کی شکل میں پیش کرنا چاہتے ہیں مشائخ دیوبند نے اس شغل کی کیسی تشریح فرمائی ہے، اس کے مفید اور خطرناک پہلوؤں کی کس طرح وضاحت کی ہے، چھلکے کو مغز سے کس قدر الگ کیا ہے، یہ عبارتیں، اس تشریح، اس وضاحت اور اس فرق کی ایک ادنی سی جھلک ہیں، ان اکابر اور علمائے حق کے اس قافلہ کے چمن میں خزاں کہاں تھی، یہ تو خود اپنا ضعف نظر پردۂ بہار بنا ہے! یہ مشائخ صوفیاء تھے، لیکن محققین صوفیاء تھے، متبع سنت اور خالص توحید کے داعی صوفیاء تھے، بدعات و رسومات کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینکنے والے صوفیاء تھے اور اگر کسی کی تیوری پر لفظ "صوفیاء" سے شکن پڑتی ہے تو وہ انہیں مصلحین کہہ سکتے ہیں، تزکیۂ اخلاق کے رجالِ کار کا نام دے سکتے ہیں، فقۂ باطن کے ماہرین کے نام سے پکار سکتے ہیں۔

تصوف اور علمائے دیوبند

اس میں کوئی شک نہیں کہ اکابر دیوبند میں تقریباً ہر بزرگ نے تصوف، احسان و سلوک اور تزکیۂ اخلاق کے لئے کسی شیخ اور اللہ والے سے تعلق قائم کئے رکھا اور تزکیۂ باطن کے مراحل طے کرنے کے بعد اس میدان میں دوسروں کی رہنمائی و ہدایت کا کام ان میں سے بعض بزرگ پوری زندگی انجام دیتے رہے ہیں جن سے خلق خدا کے ایک جم غفیر نے نفع اٹھایا لیکن خام صوفیاء کی طرح ان کا تصوف رسومات و بدعات سے آلودہ نہیں رہا بلکہ یہ بزرگ پوری زندگی اتباع سنت، اتباع شریعت اور ذکر و عبادت پر دوام جیسی صفات حاصل کرنے کا درس دیتے رہے ہیں اور ان کے نزدیک یہی تصوف کا حاصل اور سلوک کا مقصد ہے، شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> "عبادت اور ذکر پر مداومت، اتباع سنت اور شریعت پر قیام یہی امور ہیں جن کے ہم مکلف ہیں اور جن پر استقلال سے عمل پیرا ہونا اور درجات احسان کا حاصل ہونا کمال ایمانی ہے، خوف خداوندی اور رجا دونوں ایمان کے کمال کی نشانیاں ہیں۔"
>
> (مکتوبات شیخ الاسلام جلد سوم مکتوب ۵۷)

ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں:

> "کسی لذت کا حاصل ہونا، قلب کا صاف ہونا، کشف و کرامت کا مل جانا، انوار و برکات کا محسوس ہونا، فنا اور بقاء، قطبیت و غوثیت سب کے سب غیر مقصود ہیں، ان کی طرف توجہ اور قصد خطرناک چیزیں ہیں...... مذکورہ بالا اشیاء وسائل و ذرائع ہیں، مقصد اصلی صرف رضائے الٰہی ہے، بندہ کا فریضہ آداب عبودیت بجا لانا ہے اس میں جدوجہد جاری رکھئے اور اخلاص و للٰہیت کو ہمیشہ پیش نظر رکھئے۔" (مکتوبات شیخ الاسلام جلد سوم مکتوبات ۵۹)

اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اکابر کے کلاموں میں بہت تصریح اس بات کی ہے کہ اصل مقصود درجۂ احسان کا حاصل کرنا ہے اور یہ مجاہدات و ریاضات جو صوفیوں نے تجویز کئے ہیں، وہ امراض قلوب کی وجہ سے تجویز کئے ہیں جیسا کہ امراض بدنیہ میں نئے نئے امراض پیدا ہوتے ہیں اور اس کے لئے ڈاکٹر حکیم نئے نئے ادویہ تجویز کرتے رہتے ہیں جیسا کہ ان کے متعلق یہ شبہ نہیں ہوتا کہ یہ بدعت ہیں، ایسا ہی ان علاجوں کے متعلق یہ تجویز کرنا کہ یہ بدعات ہیں ناواقفیت ہیں، وہ تو اصل مقاصد ہیں ہی نہیں، وہ تو خاص خاص امراض کے خاص خاص طریقۂ علاج ہیں۔" (شریعت و طریقت کا تلازم صفحہ۱۰۹-۱۱۰)

اور حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ خام صوفیاء کی بھول بھلیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ان باتوں کا خدا رسیدگی سے کوئی تعلق نہیں، اگر کوئی چاہے اور استعداد ہو تو ان شاء اللہ تین دن میں یہ بات ہوسکتی ہے کہ قلب سے اللہ اللہ کی آواز سنائی دینے لگے، لیکن یہ بھی کچھ نہیں، اصل چیز تو بس احسانی کیفیت اور شریعت و سنت پر استقامت ہے"۔

(اکابر دیوبند کیا تھے صفحہ۱۰۹)

چونکہ عرب کے سلفی علماء کو لفظ "صوفی" اور "تصوف" سے بہت ہی زیادہ وحشت ہے اس لئے "الدیوبندیہ" کے مؤلف نے جگہ جگہ اس لفظ کو غلط معنی پہنا کر بہتان تراشی کی ہے کہ مشائخ دیوبند نے خام اور جاہل صوفیاء کے تمام جاہلانہ رسوم اور مبتدعانہ اعمال کو اختیار کیا ہے، یہاں اکابر دیوبند کی یہ چند عبارتیں نقل کی گئی ہیں ورنہ اس موضوع پر ان کی ہر کتاب، ہر وعظ اور ہر مضمون اس حقیقت کی وضاحت کرتا ہے کہ ان کے نزدیک تصوف اور احسان ایک چیز کے دو نام ہیں، اتباع شریعت، اتباع سنت اور استقامت علی الدین ہی ان کے تصوف اور سلوک کا اصل مقصد ہے۔

مزید وضاحت کے لئے تصوف کے متعلق یہاں ہم مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہم کی

عبارت سے نسبتاً ایک طویل اقتباس نقل کرتے ہیں جو بہت جامع ہے اور جس کو شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "شریعت و طریقت......" میں نقل کیا ہے، مولانا لکھتے ہیں:

"تصوف کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے کہ جہاں تک اس کے مقصد و حقیقت کا تعلق ہے وہ ایک متفق علیہ حقیقت ہے لیکن اسکو ان ہی دو چیزوں نے نقصان پہنچایا کہ ایک وسائل کے بارے میں غلو اور افراط سے کام لینا، دوسرے اصطلاح پر غیر ضروری حد تک زور دینا اور اس پر بیجا اصرار کرنا، اگر کسی سے پوچھا جائے کہ اخلاص و اخلاق ضروری ہیں یا نہیں؟ یقین کا پیدا ہونا مطلوب ہے یا نہیں؟ فضائل سے آراستہ ہونا اور رذائل سے پاک ہونا، حسد، کبر، ریاء، بغض اور کینہ، حب مال اور حب جاہ اور دوسرے اخلاق ذمیمہ سے نجات پانا، نفس امارہ کی شدید گرفت سے خلاصی پانا، کسی درجے میں ضروری یا مستحسن ہے یا نہیں؟ نماز میں خشوع و خضوع، دعا میں تضرع و ابتہال کی کیفیت، محاسبۂ نفس کی عادت اور سب سے بڑھ کر اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، حسی لذت و حلاوت کا حصول یا کم از کم اس پر شوق و اہتمام، صفائی معاملات، صدق و امانت اور حقوق العباد کی اہمیت اور فکر، نفس پر قابو رکھنا، غصہ میں آپے سے باہر نہ ہو جانا، کسی درجہ میں مطلوب ہے یا نہیں، تو ہر سلیم الفطرت انسان اور خاص طور پر وہ مسلمان جس کی آنکھوں پر تعصب کی پٹی بندھی ہوئی نہیں ہے یہی جواب دیگا کہ یہ چیزیں نہ صرف مستحسن بلکہ شرعاً مطلوب ہیں اور سارا قرآن اور حدیث کے دفتر اس کی ترغیب و تاکید سے بھرے ہوئے ہیں، لیکن اگر کہا جائے کہ ان ہی صفات کے حصول کا ذریعہ وہ طریق عمل ہے جس کو بعد کی صدیوں میں تصوف کے نام سے پکارا جانے لگا، تو اس کے سنتے ہی بعض لوگوں کی پیشانی پر شکن پڑ جائیگی اس لئے کہ

اس اصطلاح سے ان کو وحشت اور اس کے بعض بر خود علمبرداروں اور دعویداروں کے متعلق ان کے تجربات نہایت تلخ ہیں، ان کے حافظہ میں اس وقت وہ واقعات ابھر آتے ہیں جو ان کو معاملہ کرنے پر یا انکو قریب سے دیکھنے پر ان کے ساتھ پیش آئے"۔

"تصوف کے سلسلے میں دو گروہ پائے جاتے ہیں ایک وہ جو تمام اجزاء کو علیحدہ علیحدہ تسلیم کرتا ہے، لیکن جب اس کے مجموعے کو کوئی نام دیدیا جاتا ہے تو وہ اس سے انکار کر دیتا ہے، ہم نے اوپر جن مقاصد اور صفات کا ذکر کیا ہے وہ تقریباً سب لوگوں کو علیحدہ علیحدہ تسلیم ہیں، لیکن جب کہا جاتا ہے کہ کچھ لوگوں نے (کسی وجہ سے) اس مجموعہ کا نام تصوف رکھ دیا ہے تو فوراً تیوری پر بل پڑ جاتے ہیں اور وہ کہنے لگتے ہیں کہ ہم تصوف کو نہیں مانتے اور تصوف نے بڑا نقصان پہنچایا ہے، اور دوسرا گروہ وہ ہے کہ اگر کوئی اس حقیقت کا نام بول کر پیش کرے تو اسکو قبول کر لیتا ہے مثلاً کہا جائے کہ قرآن مجید کی اصطلاح میں اس کا نام تزکیہ، حدیث کی اصطلاح میں اس کا نام احسان اور بعض علماء متأخرین کی اصطلاح میں اس کا نام فقۂ باطن ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اس سے اختلاف کی کوئی وجہ نہیں، اور یہ سب چیزیں منصوص ہیں واقعہ یہ ہے کہ اس وقت تک لکھی ہوئی ساری کتابوں میں نہ ترمیم ہو سکتی ہے اور نہ زبان خلق کو جو نقارۂ خدا کہی گئی ہے روکا جاسکتا ہے ورنہ اگر ہمارے اختیار کی بات ہوتی تو ہم اس کو تزکیہ و احسان کے لفظ سے یاد کرتے اور تصوف کا لفظ ہی استعمال نہ کرتے لیکن اب اسکا معروف نام یہی پڑ گیا اور یہ کسی فن کی خصوصیت نہیں، علوم و فنون کی ساری تاریخ اسی طرح کی مروّجہ اصطلاحات سے پر ہیں، محققین فن نے ہمیشہ مقاصد پر زور دیا اور وسائل کو وسائل ہی کی حد تک رکھا اسی طرح انہوں نے بڑی جرأت اور بلند آہنگی سے ان

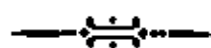
چیزوں کا انکار کیا جو اس کے روح و مغز اور اصل مقاصد سے نہ صرف خارج بلکہ ان کے منافی اور اکثر اوقات ان کے لئے مضر ثابت ہوتی ہیں، تاریخ اسلام میں کوئی ایسا دور نہیں گزرا کہ اس فن کے داعیوں، معلموں اور اہل تحقیق نے مغز و پوست، حقائق و اشکال اور مقاصد و رسوم میں فرق نہ کیا ہو، پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ، اور شیخ شہاب الدین سہروردی سے لے کر مجدد الف ثانی رحمہ اللہ، شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ، حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سب نے قشر و لباب، مقصود و غیر مقصود میں پوری وضاحت کے ساتھ امتیاز پر زور دیا اور ان رسوم و عادات کی اس شدت سے تردید کی جو غیر مسلموں کے اختلاط یا صوفیائے خام کے اثر سے داخل ہو گئی تھیں اور ان کو تصوف اور طریقت کا جز سمجھ لیا گیا تھا، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی فتوح الغیب ہو یا غنیۃ الطالبین یا شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی عوارف المعارف، حضرت مجدد صاحب کی مکتوبات امام ربانی ہو یا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی تصنیفات یا حضرت سید احمد شہیدؒ کی صراط مستقیم، حضرت گنگوہیؒ کے مکتوبات یا مولانا تھانویؒ کی تربیت السالک و قصد السبیل ہر جگہ یہ مضامین بکثرت ملیں گے کہ انہوں نے دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ کر دیا"۔

ہم نے جن بزرگوں کا زمانہ پایا اور ان کی خدمت میں پہنچنے کی سعادت حاصل ہوئی اور ان کو دیکھ کر تصوف کے قائل اور معتقد ہوئے، ان میں ہم نے تصوف اور طریقت ہی کا نہیں دین و شریعت کا لب لباب پایا، ان کے اخلاق، اخلاق نبویؐ کا پرتو، ان کے معاملات اور اعمال اور ان کی زندگی شریعت کے سانچے میں ڈھلی

ہوئی اور اس کے ترازو میں تلی ہوئی دیکھی، ان کو ہمیشہ مقاصد و وسائل کے درمیان فرق کرتے ہوئے اصطلاحات سے مستغنی ہو کر اوراکثر ان کو فراموش کر کے حقائق پر زور دیتے دیکھا، رسوم سے بے پرواہ و بیگانہ اور بدعات کا سخت مخالف اور منکر پایا، ان کے اتباع سنت کا دائرہ صرف عبادات نہیں بلکہ عادات و معاملات تک وسیع اور محیط پایا، وہ اس فن کے مقلد نہیں بلکہ مجتہد تھے جو اپنی خداداد بصیرت، طویل تجربہ سے اس فن میں کبھی اختصار سے، کبھی انتخاب سے اور کبھی حذف و ترمیم سے کام لیتے اور ہر ایک کے مزاج کے مطابق نسخہ تجویز کرتے اور معالجہ فرماتے اور علاج و پرہیز میں طبائع و مشاغل و حالات کا پورا لحاظ رکھتے، انکی شان اس کے بارے میں مجتہدین اطباء واضعین فن کی ہے جو اپنے فن کے محکوم نہیں حاکم ہوتے ہیں اور جن کے سامنے اصل مقصود فائدہ اور مریض کی صحت ہوتی ہے نہ کہ لکیر کے فقیر بننا اور دیئے ہوئے سبق کا دوہرا دینا، ان حضرات کے نزدیک اخلاق کی اصلاح، معاملات کی صفائی، طبیعت میں اعتدال کا پیدا ہونا، ضبط نفس اور ایثار، انقیاد و اطاعت اور ہر چیز میں اخلاص و رضائے الٰہی کی طلب تصوف کا اصل مقصود اور اذکار و مجاہدات، صحبت شیخ حتیٰ کہ بیعت و ارادت کا اصلی فائدہ ہے اگر یہ حاصل نہیں تو یہ ساری محنت کوہ کندن کاہ بر آوردن کے مرادف ہے اور اس شعر کے مصداق ؎

خواجہ پندار کہ مرد واصل است
حاصل خواجہ بجز پندار نیست

(شریعت و طریقت کا تلازم صفحہ ۵۶، ۵۷، ۶۱)



مسئلہ استعانت اور علمائے دیوبند

استعانت بغیر اللہ کے متعلق علمائے دیوبند نے اپنی کتابوں اور فتاویٰ میں جو تفصیل نقل کی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ غیر اللہ کو فاعل مستقل اور قادر بالذات سمجھ کر مدد مانگنا یا کسی کو قادر بعطاء الٰہی مان کر مستقل بالعرض سمجھ کر یعنی اس اعتقاد کے ساتھ مدد چاہنا کہ جو امور بشری طاقت سے باہر ہیں عطائے الٰہی کے بعد وہ ان میں مستقل و مختار ہے، یہ دونوں صورتیں کفر اور شرک ہیں، اسی طرح اگر کسی کو مستقل بالذات یا مستقل بالعرض نہ سمجھا جائے لیکن معاملہ اس کے ساتھ مستقل بالذات کا سا کرے یا مستقل سمجھنے کا ایہام ہوتا ہو جیسے ارواح سے استعانت یہ دونوں صورتیں بھی حرام اور ناجائز ہیں، البتہ جو امور طاقت بشریہ کے ماتحت داخل ہیں اور کسی شخص کو ان کے فاعل کے متعلق مستقل ہونے کا توہم بھی نہ ہوتا ہو خواہ وہ امور شرعیہ سے ہوں جیسے دعا اور صبر و نماز وغیرہ یا وہ امور عادیہ میں سے ہوں جیسے روٹی کی امداد سے بھوک رفع کرنا اور دوا کی مدد سے مرض کا علاج کرنا، استعانت کی یہ صورت جائز اور مباح ہے اور تقریباً یہی عرب کے سلفی علماء کا مسلک ہے، علمائے دیوبند کے مذہب کی مذکورہ تفصیل کے لئے دیکھئے "آثار خیر" صفحہ ۲۹۸۔ ۳۰۰، و تفسیر عثمانی پر اشکالات کے جوابات (از مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند) و الفاروق (عربی) صفحہ ۱۷ نیز دیکھئے خیر الفتاویٰ ۱/۶۷، فتاویٰ رشیدیہ: ۴۳۵۔ ۴۳۷، تالیفات رشیدیہ ۶۹۔ ۷۰۔ امداد الفتاویٰ: ۳۴۴/۵ و فتاویٰ محمودیہ: ۲۰۶/۱۔

اس کے بالکل برعکس الدیوبندیہ کے مؤلف صفحہ ۶۹ پر لکھتے ہیں کہ علمائے دیوبند ارواح سے استمداد و استعانت کو جائز سمجھتے ہیں اور دلیل انہوں نے "سوانح قاسمی" کے حاشیے میں مولانا مناظر احسن گیلانی کے ایک جملہ کا غلط ترجمہ کر کے پیش کی ہے، مولانا گیلانی رحمہ اللہ کا جملہ ہے "بزرگوں کی ارواح سے امداد لینے کے ہم منکر نہیں ہیں" اس جملہ کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ارواح کو ذریعہ بنا کر کسی بندے کی مدد کرے تو ہم اس امداد لینے کے منکر نہیں ہیں "امداد لینا" اور چیز ہے اور "امداد طلب کرنا" بالکل دوسری چیز ہے "امداد لینا" "امداد طلب کرنے" کو مستلزم نہیں، اگر آپ کی طلب کے

بغیر آپ کے ساتھ کوئی تعاون کرے اور آپ اس کے تعاون کو قبول کریں تو ایسی صورت میں یہ کہنا تو صحیح ہوگا کہ آپ نے فلاں شخص کے تعاون کو قبول کیا، اس کی امداد کو لیا لیکن یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ آپ نے اس سے مدد طلب کی، مولانا گیلانی رحمہ اللہ کے جملہ کا مطلب یہی ہے کہ جن واقعات میں ارواح کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے امداد کی ہے ہم ان واقعات میں ارواح کے ذریعۂ امداد لینے کے منکر نہیں ہیں، یہ مطلب نہیں ہے کہ ارواح سے استعانت جائز ہے کیونکہ علمائے دیوبند کے دوسرے فتاویٰ میں اس کے عدم جواز کی تصریح موجود ہے...... "الدیوبندیہ" کے فاضلِ مصنف نے "امداد لینے" کا ترجمہ "الاستغاثۃ" سے کیا ہے ان کا ترجمہ ہے "فلسنا ننکر الاستغاثۃ بارواح المشایخ" حالانکہ صحیح ترجمہ ہوگا فلسنا ننکر اخذالمعونۃ"

اسی طرح صفحہ ۸۷ پر اس سلسلہ میں یہ خیانت کی کہ امداد الفتاویٰ میں کسی نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے سوال کیا ہے کہ حضرت حاجی صاحب نے لکھا ہے کہ صاحب کشف الارواح کے نزدیک بزرگوں کی ارواح سے استعانت ثابت ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟ مصنف نے اس سوال سے حرف استفہام حذف کر کے پھر اس کے ترجمہ سے استدلال کیا ہے کہ ارواح سے استعانت علمائے دیوبند کے نزدیک جائز ہے اور آگے حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے جو جواب دیا ہے جس میں استعانت کی مذکورہ بالا تفصیل لکھی گئی ہے اسے بالکل چھوڑ دیا، مؤلف کی دیانت کا اندازہ لگائیں کہ فتاویٰ میں مستفتی حضرات کے سوالات کو بھی انہوں نے عقائد علمائے دیوبند کا ماخذ قرار دیا ہے۔

کچھ مختصر مختصر

یہاں تک جو بحث ہم نے کی اس میں کتاب کے اکثر حصہ کا جواب آگیا اور متعلقہ مسائل میں ہم نے ضرورت محسوس کی کہ اکابر دیوبند کی کتابوں سے کچھ عبارتیں بھی پیش کی جائیں جو ان مسائل میں علمائے دیوبند کے صحیح مسلک کی ترجمانی کرتی ہیں، کتاب کے آگے چند عنوان ایسے رہ گئے ہیں جن میں اس قدر واضح غلط بیانی کی گئی ہے کہ اس کی

تفصیلی تردید کی ہم ضرورت محسوس نہیں کرتے ہیں، صرف اختصار کے ساتھ اس کی نشان دہی کرتے ہیں اور کہیں کہیں کچھ وضاحت!

○ صفحہ ۸۴ پر موصوف رقم طراز ہیں: ''دیوبندی جماعت کا خیال ہے کہ ان کے مشائخ ہر چیز کا علم رکھتے ہیں'' اس واضح جھوٹ کی تردید کے لئے تہذیب کی زبان کیسے استعمال کی جائے۔

○ صفحہ ۹۶ پر لکھتے ہیں: ''بعض دیوبندیوں کا خیال ہے کہ مدرسہ دیوبند کی بنیاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدرسہ کا حساب چیک کرنے کے لئے کبھی کبھار اپنے صحابہ اور خلفاء کے ساتھ خود یہاں تشریف لاتے ہیں۔''

اس بہتان تراشی کے ثبوت کے لئے جماعت حزب اللہ کے گمراہ بانی مسعود الدین عثمانی کی کتاب ''توحید خالص'' کا حوالہ دیا ہے، مدرسہ کے حساب کے آڈٹ کے سلسلہ میں ''ارواح ثلاثہ'' میں مذکور حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے خادم دیوان محمد یاسین صاحب کے ایک واقعہ سے بھی استدلال کیا ہے لیکن حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے حاشیہ میں تصریح کر دی ہے کہ یہ از قسم کشف ہے، معلوم نہیں اس کشف کو علمائے دیوبند کا عقیدہ کیسے قرار دیا، پھر اسی ارواح ثلاثہ کے صفحہ ۲۲۷ پر دارالعلوم دیوبند کی تاسیس کی تفصیل لکھی گئی ہے کہ بنیاد کس نے رکھی، کہاں رکھی؟ برصغیر کی تاریخ کی ہر معتبر کتاب میں یہ تفصیل موجود ہے، وہ تفصیل نظرانداز کر دی گئی اور مسعود الدین کی عبارت تلاش کی گئی!

○ جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ اس کتاب کا اسلوب یہ طے ہوا ہے کہ اولاً علمائے دیوبند کے لئے ایک عقیدہ وجود میں لایا جائے اور پھر اس کے خلاف سلفی علماء کے فتاویٰ نقل کئے جائیں، یہاں موصوف سے بے خیالی میں یہ لطیفہ سرزد ہوا کہ عنوان قائم کیا ''روح جسم میں مرنے کے بعد منتقل ہو سکتی ہے'' پھر حسب معمول کشف و کرامت کے ایک دو واقعات ذکر کرنے کے بعد اس کو علمائے دیوبند کا عقیدہ قرار دیا اور پھر خود اس عقیدہ کی تردید فرمائی لیکن اس کے متصل آگے صفحہ ۱۰۰ پر ریاض کی مجلس قائمہ کا جو فتویٰ نقل کیا، اس میں ہے:

> ''کسی آدمی کے مرنے کے بعد روح کا اس کے جسم کی طرف لوٹنا اللہ کی قدرت سے ممکن ہے، البتہ اس کے وقوع کو ثابت کرنے

کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔"

اس کے بعد اس فتویٰ میں سورۂ بقرہ کی ان مختلف آیات سے اس کے وقوع پر استدلال کیا گیا ہے جن میں سے ایک میں بنی اسرائیل کے مقتول، دوسری آیت میں حضرت عزیز علیہ السلام کی وفات اور تیسری میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چار پرندوں کے مرنے کے بعد ان میں روح کے دوبارہ آنے کا ذکر ہے، یوں موصوف نے جس چیز کی نفی کی، مجلس قائمہ کا فتویٰ اس کے وقوع کو ثابت کر رہا ہے؟

○ صفحہ ۱۰۲ پر موصوف لکھتے ہیں: "دیوبندی جماعت اپنے مشائخ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ وہ دور کی مسافتوں کو چند لمحوں میں طے کرتے تھے اور ہر دن مسجد حرام کی زیارت کرتے تھے"۔

حسب معمول یہاں بھی چند کرامات ذکر کر کے علمائے دیوبند کا یہ عقیدہ تخلیق کیا گیا!

○ حضرت خواجہ عزیز الحسن رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے شاگرد شیخ احمد حسین نے کسی آدمی کے حق میں بددعا کی تو وہ اسی وقت مر گیا، حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے بھی فیض الباری (۶۱/۲) میں چند ایسے واقعات ذکر کئے ہیں کہ کسی بزرگ نے کسی جانور کے حق میں بددعا کی، وہ جانور مر گیا، پھر فرمایا "اللہ کے حکم سے اٹھو" تو وہ جانور زندہ ہو گیا۔

کرامات کے اس طرح کے واقعات جمع کر کے فاضل مصنف نے عنوان قائم کیا، "مشائخ دیوبند موت اور زندگی کے مالک ہیں۔"

○ ارواح ثلاثہ میں خواجہ احمد جان کی ایک کرامت لکھی ہے کہ آپ مستجاب الدعوات مشہور تھے، ایک عورت اپنا نابینا بیٹا آپ کے پاس لائی، آپ نے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا تو اس کی بینائی لوٹ آئی، اسی طرح حضرت نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت حافظ ضامن شہید رحمہم اللہ جس وقت انگریزوں کے خلاف جہاد میں مصروف تھے تو ایک موقع پر حضرت قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی کنپٹی پر گولی لگی، لوگ جب گھبرا کے قریب آئے، آپ کے کپڑے خون سے سرخ تھے لیکن گولی کا کوئی نشان نہ تھا۔

کرامات کے یہ دو واقعات ذکر کر کے مؤلف اجتہاد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "علمائے

دیوبند کا اپنے اکابر کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ وہ مریضوں اور زخمیوں کو شفا دینے پر قادر ہیں" (صفحہ ۱۱۵)

○ حضرت نانوتویؒ گولی لگنے کے باوجود کراماتاً بچ گئے تھے جبکہ اسی جہاد میں حضرت حافظ ضامن رحمہ اللہ شہید ہوگئے تھے، مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ نے یہ نکتہ لکھا کہ ایک بزرگ کراماتاً بچ گئے، دوسرے شہید ہوئے، حالانکہ ان کے حق میں بھی کرامت کا ظہور ممکن تھا لیکن چونکہ اللہ جل شانہ کو حضرت نانوتوی رحمہ اللہ سے ابھی کام لینا تھا اور ان کی زندگی کا مقصد ابھی باقی تھا اس لئے وہ شہید نہیں ہوئے جبکہ حضرت حافظ شہید پہلے ہی سے شہادت کے متمنی تھے اور ان کی زندگی کی مدت پوری ہو چکی تھی اس لئے وہ اٹھا لئے گئے، مولانا گیلانی رحمہ اللہ کے الفاظ یہ ہیں:

> "لیکن سیدنا الامام الکبیر کے متعلق دیکھنے والوں نے جو کچھ دیکھا، حافظ شہید کے ساتھ بھی چاہا جاتا تو یہی کر کے دکھایا جا سکتا تھا..... . سیدنا الامام الکبیر زندہ رکھے گئے کہ جس مقصد کے لئے ان کی زندگی تھی، وہ سامنے نہیں آیا تھا اور حافظ شہید اٹھا لئے گئے کہ جس کے لئے وہ جی رہے تھے ان کی وہی تمنا بے نقاب ہو کر سامنے آچکی تھی" (سوانح قاسمی ۲/۱۴۲، ۱۴۳)

اس عبارت کا ایک جملہ ہے "حافظ شہید کے ساتھ بھی چاہا جاتا تو یہی کر کے دکھایا جا سکتا تھا" اس جملہ کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ حافظ شہید کے حق میں اگر اللہ جل شانہ چاہتے تو اس کرامت کا ظہور ہو سکتا تھا اور وہ بھی بچ سکتے تھے، فاضل مصنف نے اس جملہ کا عربی زبان میں یہ غلط ترجمہ کیا ہے "ولو اراد وا لفعلوا مثل ذلك بالحافظ الشهيد" پھر حاشیہ میں اس کی مزید وضاحت ان الفاظ میں کی "ای لا نقذوه من الموت باستخدام قوة التصرف الباطنی" یعنی اگر وہ لوگ (مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ وغیرہ) چاہتے تو حافظ شہید کو بھی موت سے بچا سکتے تھے۔

مصنف کی دیانت اور خدا ترسی کا اندازہ لگائیں کہ کس بات کو کہاں لے جا رہے ہیں، اردو زبان سے ادنیٰ واقف شخص پر بھی یہ بات مخفی نہیں کہ "چاہا جاتا" "دکھایا جا سکتا تھا" دونوں مجہول کے صیغے ہیں، موصوف نے ترجمہ میں دونوں کو معروف بنایا اور فاعل کی

ضمیر "مشائخ دیوبند" کو قرار دیا حالانکہ عربی زبان میں اس کا صحیح ترجمہ ہوگا" ولوارید لفعل مثل ذلك بالحافظ الشهيد" دونوں صورتوں میں لفظ اور معنی ہر لحاظ سے زمین آسمان کا فرق ہے۔

متذکرہ بالا عبارت میں مولانا گیلانی رحمہ اللہ نے آگے بھی مجہول کے صیغے استعمال کئے ہیں، ملاحظہ ہو "سیدنا الامام الکبیر زندہ رکھے گئے" "حافظ شہید اٹھالئے گئے" اب اگر فاضل مصنف ان صیغوں کو بھی عربی زبان میں معروف بنا کر اور فاعل کی ضمیر مشائخ دیوبند کی طرف راجع کر کے یوں ترجمہ کریں "احیوا سیدنا الامام الکبیر"......"ورفعوا الحافظ الشهيد" یعنی "مشائخ دیوبند نے سیدنا الامام الکبیر کو زندہ رکھا اور حافظ شہید کو اٹھا لیا" اور اس سے یہ عقیدہ اخذ فرمائیں کہ "مشائخ دیوبند جس کو چاہے زندہ رکھتے تھے اور جسے چاہے مار دیتے تھے" تو اس طرح وہ اپنی کتاب کے شرمناک نمونوں میں ایک اور افسوسناک عقیدہ کا اضافہ کر سکتے تھے، ایسے لوگوں کے لئے میں مولانا گیلانی ہی کے یہ الفاظ نقل کروں گا:

> "جو نہیں جانتے ہیں وہ تو خیر جاہل ہیں لیکن جان کر بھی علمائے دیوبند کے متعلق بہتان تراشیوں اور تہمت بافیوں کی خدمت جو انجام دے رہے ہیں ان کو اپنے اعمال کا محاسبہ اس کے سامنے دینا ہوگا جس کے سامنے نہ منطق ان کی چلے گی اور نہ مولویانہ پینترے کام آئیں گے" (حاشیہ سوانح قاسمی ۳۳۲/۱)

○ کون کب مرتا ہے؟ اس کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کو نہیں لیکن کسی کو کشف ہو جائے کہ فلاں آدمی مر جائے گا یا زندہ رہے گا تو ایسے کشف کا وقوع ہو سکتا ہے لیکن کشف، علم یقین کا فائدہ نہیں دیتا بلکہ اس سے ایک ظنی علم حاصل ہوتا ہے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ "تعلیم الدین" (صفحہ ۱۲۹) میں لکھتے ہیں:

> "کشف والہام سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے، اگر موافق قواعد شرعیہ کے ہے قابل قبول ہوگا، ورنہ واجب الترک ہے۔"

کشف صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی! اسی طرح کوئی اپنی یا دوسرے آدمی کی صحت اور حالت دیکھ کر قرائن سے کہدے کہ "موت قریب ہے" یا "ابھی زندگی ہے" تو یہ

ایک اندازہ اور تخمینہ ہے، علم نہیں ہے، یہ تخمینہ غلط بھی ہوسکتا ہے اور صحیح بھی!
حضرت مولانا مدنی رحمہ اللہ بیمار تھے تو ان سے مولانا ریاض احمد صاحب ملنے آئے، رخصت ہوتے ہوئے کہا "میں اس سال کے آخر میں انشاء اللہ خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا" حضرت مدنی رحمہ اللہ نے فرمایا "بھائی! اب تو شاید اس دنیا میں ہم نہیں مل سکیں گے، ان شاء اللہ قیامت میں ملیں گے" مؤلف نے اس طرح کے واقعات جمع کر کے عقائد دیوبند میں ایک اور عقیدہ کا اضافہ فرمایا، لکھتے ہیں: "اموات کا علم صرف اللہ کو ہے لیکن دیوبندیوں کا خیال ہے کہ یہ اللہ کی خصوصیت نہیں بلکہ کشف و مراقبہ سے اس پر اطلاع ممکن ہے" (صفحہ ۱۴۲)

کتنے ڈاکٹر اور حکیم ہیں جو مریض کو دیکھ کر فیصلہ سنا دیتے ہیں "یہ بچنے کا نہیں، اسے گھر لے چلیں" اور عموماً ان کی بات درست بھی نکلتی ہے، مصنف کے عقائد مستنبط کرنے کے نرالے اصول کا تیشہ ان پر بھی چلائیں "اموات کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے لیکن طبیبوں کا عقیدہ ہے کہ یہ اللہ کی خصوصیت نہیں بلکہ وہ بھی قرائن سے اس پر اطلاع پاسکتے ہیں" سبحانك هذا بهتان عظيم۔

○ صفحہ ۱۴۳ سے لے کر ۱۶۳ تک تقریباً بیس صفحات میں تین عنوان قائم کر کے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ علمائے دیوبند کا عقیدہ ہے کہ ان کے مشائخ دلوں کے رازوں کو جانتے تھے، بارش برسنے کا وقت انہیں معلوم ہوتا تھا اور بطن مادر میں نر، مادہ کا علم رکھتے تھے اور استدلال حسب معمول ایسے واقعات سے کیا گیا ہے جو کشف و فراست سے متعلق ہیں، کشف سے یا اپنی فراست و اندازے کی بنیاد پر کسی بزرگ نے کہہ دیا کہ "بارش ہوگی" اور واقعتاً بارش ہوگئی یا کہدیا "لڑکا ہوگا" اور واقعتاً لڑکے کی ولادت ہوگئی پھر پانچ صفحوں میں سلفی علماء کے فتاویٰ نقل کئے گئے ہیں کہ ان امور کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے، اطلاعاً عرض ہے کہ علمائے دیوبند کا بھی یہی مسلک ہے اور ان کی کتابوں میں زیادہ بسط و تفصیل کے ساتھ یہ فتاویٰ موجود ہیں، جو فتاویٰ نقل کئے گئے، اس کی عبارت پڑھنے کی شاید خود موصوف کو بھی توفیق نہیں ہوئی، اس میں ہے:

"بعض ماہرین بارش کی علامات یا اسباب کے ذریعہ بارش ہونے کی

پیشگی اطلاع دیتے ہیں لیکن یہ ایک اجمالی اطلاع ہوتی ہے، جو ایک
اندازہ ہوتا ہے اور غلط بھی ہوسکتا ہے...... یہی معاملہ بطن مادر
میں نر، مادہ کا ہے کہ بعض آلات سے اس کی اطلاع تو ہوجاتی ہے
لیکن وہ کوئی یقینی علم نہیں ہوتا، غلطی کا بھی اس میں احتمال ہوتا
ہے" (۱۶۲، ۱۶۳)

موصوف اور اس کے ساتھی ان فتاویٰ کو عربی میں اگر اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے تو مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی تفسیر "معارف القرآن" (جلد۷ صفحہ ۵۳-۵۶) دیکھ لیں، وہاں اسی مضمون کو زیادہ بسط و تفصیل کے ساتھ اردو زبان میں بیان کیا گیا ہے!

○ "علم الغیب" کا عنوان قائم کر کے کہا گیا ہے کہ علمائے دیوبند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ کے عالم الغیب ہونے کے قائل ہیں صفت علم الغیب کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ماننے اور ثابت کرنے پر علمائے دیوبند نے جو کچھ لکھا وہ ہر ایک جانتا ہے۔

○ صفحہ ۱۸۸ پر "نور و بشر" کے مسئلہ میں لکھا ہے کہ علمائے دیوبند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے۔

ان تمام عقائد کی علمائے دیوبند کی طرف غلط نسبت کرنے کے حوالہ سے سوائے اس کے اور کیا کہا جائے کہ ۔

وہ بات جس کا میرے فسانے میں ذکر نہ تھا
وہ بات انہیں بڑی ناگوار گذری ہے

○ ایک بڑی خیانت کتاب میں یہ کی گئی ہے کہ بہت سارے وہ علماء جن کا شمار مشائخ دیوبند اور ان کے خوشہ چینوں میں قطعاً نہیں ہوتا ان کی عبارتوں کو علمائے دیوبند کے عقائد کے ثبوت کے لئے دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے چنانچہ صفحہ ۳۴ پر وحدۃ الوجود کے سلسلہ میں مشہور غیر دیوبندی عالم مولانا فضل حق خیرآبادی کی عبارت بطور دلیل پیش کی گئی ہے، صفحہ ۱۲۲، پر "نداء رسول" کے متعلق مصر کے مشہور عالم علامہ زاہد الکوثری کی عبارت سے استدلال کیا گیا ہے، صفحہ ۱۳۷ پر علامہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ کو علمائے دیوبند کی صف میں شامل ہونے کا تاثر دیا گیا ہے، صفحہ ۱۴۴ پر مولانا عبدالماجد دریا آبادی

کی عبارت سے دلیل اخذ کی گئی ہے، صفحہ ۲۲۴ پر توسل کے بارے میں علامہ کوثری کی عبارت کو دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے، صفحہ ۲۴۲ پر استواء علی العرش کے مسئلہ میں ملا علی قاری کی عبارت کو مستدل بنایا گیا ہے، صفحہ ۲۱۷ پر علامہ شبلی نعمانی کی کتاب میں ایک آیت میں کتابت کی غلطی ہوگئی اس سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ علمائے دیوبند نصوص میں تحریف کرتے ہیں حالانکہ مولانا فضل حق خیرآبادی، علامہ زاہد الکوثری، مولانا عبدالحی لکھنوی، مولانا عبدالماجد دریا آبادی، ملا علی قاری اور علامہ شبلی نعمانی میں سے کوئی بھی عالم "علمائے دیوبند" میں شمار نہیں کئے جاتے ہیں "الدیوبندیہ" کے فاضل مؤلف کا ان اہل علم کے ساتھ یہ ایک ایسا حسن ظن ہے جس کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے، جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔

○ بعض مقامات پر ایک عالم کی عبارت دوسرے عالم کی طرف غلط طور پر منسوب کی گئی ہے، چنانچہ صفحہ ۱۰۸ پر حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی عبارت کو مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا ہے، صفحہ ۲۷ پر "ایاك نعبد وایاك نستعین" کی تفسیر علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کی ہے حالانکہ وہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی تفسیر ہے، اسی طرح صفحہ ۱۲۶ پر سورۃ بقرہ کی آیت "ویکون الرسول علیکم شهیدا" کی تفسیر بھی علامہ عثمانی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کی ہے حالانکہ وہ تفسیر بھی حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی ہے، صفحہ ۲۷۴ پر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی "امداد الفتاوی" کو حضرت حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ کی کتاب قرار دی گئی ہے جبکہ سب جانتے ہیں کہ حضرت حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ مفتی نہ تھے۔

○ تفسیر عثمانی اردو زبان کی ایک مختصر مگر جامع، دلنشین، مستند اور عام فہم تفسیر ہے، اس کی ان خوبیوں کی بناء پر سعودی عرب کے "مجمع الملک فہد......" نے اسے شائع کیا اور رابطہ عالم اسلامی نے اس کے لاکھوں نسخے اردو خواں مسلمانوں میں تقسیم کئے، دیوبند سے تعلق رکھنے والے جلیل القدر عالم کی اس تفسیر کی اس پیمانہ پر اشاعت غیر مقلدین کے لئے سوہان روح بن گئی چنانچہ وہ اس میں حسب عادت شرک و بدعت اور گمراہی و ضلالت پر کسی بھی طرح دلالت کرنے والے جملے تلاش کرنے لگے لیکن جب اس طرح کی کوئی چیز ان کے ہاتھ نہ آئی تو بالکل غیر محتمل، واضح عبارات سے ایسے خود ساختہ معنی

اخذ کئے گئے اور ایسے عقائد ان سے بر آمد کئے گئے کہ علامہ عثمانی رحمہ اللہ کے حاشیۂ خیال میں بھی ان کا گذر نہ ہوا ہوگا، بددیانتی، خیانت، کذب و افتراء، جیسے تمام الفاظ مہذب سے مہذب اسلوب میں بھی ان کی اس حرکت کے لئے ہلکے اور خفیف تر معلوم ہوتے ہیں، یہاں ہم اس کی صرف ایک مثال پیش کرتے ہیں، قرآن کریم کی سورۃ حج کی آیت "مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَنْ يَنْصُرَهُ اللّٰهُ......" میں "ینصرہ" کے اندر ضمیر مفعول کا مرجع ماقبل میں صراحتاً مذکور نہیں، علامہ عثمانی رحمہ اللہ اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "لن ینصرہ" میں ضمیر مفعول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے جن کا تصور گویا ہمہ وقت موجود رہتا ہے کیونکہ آپ ہی قرآن کے اولین مخاطب ہیں۔"

"الدیوبندیہ" کا مجتہد صفحہ ۵۰ پر لکھتا ہے کہ یہ تفسیر "تصور شیخ" کے عقیدہ پر مبنی ہے اور پھر اس سے ثابت کیا ہے کہ "تصور شیخ" علمائے دیوبند کا ایک خطرناک عقیدہ ہے، حالانکہ حضرت ابن عباس، ضحاک، کلبی، مقاتل سب سے یہ منقول ہے کہ مفعول کی ضمیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے (دیکھئے روح المعانی جلد۱۱ صفحہ۱۲۶) علامہ عثمانی کے حاشیہ میں مصطلحہ تصور شیخ کا کوئی تصور نہیں "تفسیر عثمانی" کے ساتھ یہی معاملہ دوسری عبارتوں میں بھی ہے، قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔

○ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی مشہور کتاب "ایضاح الادلہ" میں ایک آیت سہو کاتب اور سبقت قلم سے غلط درج ہوگئی، اس غلطی کو دلیل بنا کر شیریں بیان مصنف نے جو گوہر افشانیاں فرمائی ہیں وہ واضح کرتی ہیں کہ سچ، امانت، دیانت، خوف خدا اور آخرت کی جواب دہی جیسے الفاظ اور ان کے مفہوم کا ان حضرات کے ہاں سرے سے وجود ہی نہیں ہے "تحریف نصوص" کا عنوان قائم کر کے مصنف لکھتے ہیں:

> "کتاب و سنت میں تحریف کرنا یقیناً ان خطرناک امور میں سے ایک ہے جن کے تصور سے مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں کہ آدمی اللہ اور اس کے رسول پر کوئی جھوٹ بولے یا کتاب اللہ اور حدیث نبوی میں کسی قسم کا اپنی طرف سے اضافہ کرے لیکن علماء

دیوبند نے اس چیز کی کوئی پروا نہیں کی اور اپنے مذہب کی ترجیح کے
لئے قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں
تحریف کی" (صفحہ ۲۶۵)

اس کے بعد "ایضاح الادلہ" کی وہ عبارت نقل کی گئی ہے جس میں آیت کریمہ غلط درج ہوگئی ہے پھر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے لکھا گیا:

"علمائے اہل حدیث نے اس تحریف کی تردید کی اور اس کتاب کو رد
کیا لیکن سخت افسوس تو اس بات پر ہے کہ علمائے دیوبند نے کتاب
سے مذکورہ عبارت کو جو واضح تحریف پر مشتمل ہے حذف نہیں کیا
اور نہ ہی حاشیہ میں اس پر کسی قسم کا تبصرہ کیا"۔

یہ بات تو ہمیں تسلیم ہے کہ "ایضاح الادلہ" کے پہلے ایڈیشن اور دوسرے ایڈیشن میں آیت کریمہ غلط درج ہوئی ہے لیکن یہ کہنا اور یہ تاثر دینا کہ علمائے دیوبند نے کتاب سے مذکورہ عبارت حذف نہیں کی اور اس میں یہ آیت اسی طرح غلط چھپ کر شائع ہو رہی ہے بہت بڑی غلط بیانی ہے، جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے مہتمم مولانا احمد الرحمٰن صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اس کتاب پر مقدمہ تحریر فرمایا، جو پاکستان کے مشہور اشاعتی ادارے "ایچ ایم سعید کمپنی" کے ایڈیشن میں شامل ہے، "ایک ضروری تنبیہ" کا باقاعدہ عنوان قائم کر کے مولانا احمد الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ایضاح الادلہ پہلی مرتبہ ۱۲۹۹ھ میں میرٹھ میں طبع ہوئی تھی،
دوسری مرتبہ ۱۳۳۰ھ میں مولانا سید اصغر حسین صاحب کی تصحیح کے
ساتھ مطبع قاسمی دیوبند سے شائع ہوئی جس کے صفحات چار سو ہیں،
کتب خانہ فخریہ امروہی دروازہ مراد آباد سے بھی یہ کتاب شائع
ہوئی جس پر سن طباعت درج نہیں لیکن اندازہ یہ ہے کہ یہ
ایڈیشن دیوبندی ایڈیشن کے بعد کا ہے...... دیوبند اور مراد آباد
کے دونوں ایڈیشنوں میں ایک آیت کریمہ کی طباعت میں
افسوسناک غلطی ہوئی، عبارت یہ ہے:

"یہی وجہ ہے کہ ارشاد ہوا " فان تنازعتم فی شئی

فردوہ الی اللّٰہ والرسول و الی اولی الامر منکم" اور ظاہر ہے کہ حضرات انبیاء اور جملہ اولو الامر واجب الاتباع ہیں، آپ نے آیت " فردوہ الی اللّٰہ والرسول ان کنتم تومنون باللّٰہ والیوم الاخر" تو دیکھ لی اور یہ آپ کو اب تک معلوم نہ ہوا کہ جس قرآن میں یہ آیت ہے، اسی قرآن میں آیت مذکورہ بالا معروضۂ احقر بھی ہے۔ (طبع دیوبند صفحہ ۹۷، طبع مراد آباد صفحہ ۱۰۳)

یہ سبقت قلم ہے، جس آیت کا حضرت نے حوالہ دیا ہے، اس سے مراد یہ آیت ہے "یاایھا الذین آمنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم" چنانچہ قضاء قاضی کی بحث میں حضرت نے اسی مدعا پر دوبارہ اس آیت کا حوالہ دیا ہے (دیکھئے طبع دیوبند ۲۵۶ اور طبع مراد آباد صفحہ ۲۶۹) بہرحال یہ سہو کتابت ہے جو نہایت افسوسناک ہے، اس سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ دیوبند سے مولانا اصغر حسین کی تصحیح کے ساتھ اور مراد آباد سے حضرت مولانا سید فخر الدین صاحب نے ترجمہ بھی جوں کا توں کر دیا، ناشرین کا فرض ہے کہ اس غلطی کی اصلاح کر لیں۔"

(مقدمہ ایضاح الادلہ صفحہ ۷ ـ ۸)

چنانچہ بعد کے ایڈیشنوں میں اس غلطی کی اصلاح کر دی گئی ہے، پھر مذکورہ تصحیح شدہ ایڈیشن بھی "الدیوبندیہ" کی تالیف سے کئی سال پہلے شائع ہوا ہے، ۱۳۳۰ھ کا ایڈیشن تلاش کر کے اس میں غلطی کی اگر شہرت کی جاسکتی ہے تو بعد کے ایڈیشن ایسے لوگوں کی نظر سے کیوں نہیں گذرتے اور اس پر تحریر کردہ علمائے دیوبند کے مقدمے مطالعہ میں کیوں نہیں آتے؟ فرض کریں، ہندوستان کا ایک غیر مقلد آکر کہتا ہے "عرب کے سلفی علماء حدیث نبوی میں تحریف کرتے ہیں" آپ کے پاس اپنے دعویٰ کی دلیل کیا ہے؟

"دلیل یہ ہے کہ اذان کے بعد جو دعا صحیح حدیث میں منقول ہے، اس میں "الدرجۃ الرفیعۃ" کا لفظ نہیں ہے، اس لفظ کو حافظ ابن حجر رحمہ اللّٰہ نے تلخیص الحبیر (جلد۱ صفحہ ۲۱۰) میں علامہ سخاوی

نے المقاصد الحسنہ (صفحہ ۱۳۴) میں اور ملا علی قاری نے المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع (صفحہ ۱۰۰) میں موضوع قرار دیا ہے، صحیح بخاری (۴/ حدیث نمبر ۳۴۴۲) میں یہ دعا منقول ہے، اس میں یہ لفظ نہیں ہے لیکن امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ (۱/ ۱۹۴) میں امام بخاری ہی کے حوالہ سے یہ دعا نقل کی ہے اور اس میں اس لفظ کو ذکر کیا ہے...... اسی طرح ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے اسی فتاویٰ (۲۲/ ۴۵۶) میں دعویٰ کیا ہے کہ صحیح سند سے مروی درود شریف کی کسی روایت میں "ابراہیم" اور "ال ابراہیم" کے دونوں لفظ یکجا نہیں آئے ہیں حالانکہ صحیح بخاری کتاب التفسیر (۴/ ۴۵۲۰) کی روایت میں یہ دونوں لفظ یکجا موجود ہیں، یہ فتاویٰ سلفی علماء سالہا سال سے چھاپتے ہیں اور عالم اسلام کے بعض ممالک میں مفت بھی تقسیم کرتے ہیں حالانکہ اس میں صحیح حدیث کے درمیان ایک ایسے لفظ کا اضافہ ہے جو بالاتفاق اس میں نہیں ہے اور ایک ایسی چیز کا انکار ہے جو بالاتفاق اس میں ہے، یہ نصوص میں تحریف نہیں تو اور کیا ہے، عرب کے سلفی علماء اس تحریف میں برابر کے شریک ہیں کیونکہ وہ اس غلطی کی نشان دہی کئے بغیر اس کو اسی طرح محرف شائع کر رہے ہیں، کیا یہ دلیل اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے کافی نہیں کہ عرب کے سلفی علماء احادیث صحیحہ میں تحریف کے مرتکب ہیں۔"

ظاہر ہے ایسے شخص کے جواب میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس طرح کے دلائل سے ان خطرناک فتووں کی بوچھاڑ ایک ایسا آدمی تو کر سکتا ہے جس کا سر بدقسمتی سے غیر مقلدین والے مریض دماغ کی آفت میں مبتلا ہو اور ایک ایسا آدمی اسے تسلیم کر سکتا ہے جس کے سینے کے اندر فتنہ و فساد کا آلاؤ ہر وقت پھٹ رہا ہو، کسی دعویٰ کے ثبوت کے لئے یہ اصول و قوانین "الدیوبندیہ" کے مؤلف جیسے لوگوں کی کچہریوں میں تو چل سکتے ہیں تاہم ہوش و حواس کی موجودگی میں کسی دوسرے انسان کی عقل اس طرح کے فیصلہ

اور فتویٰ کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔

ذکر کرامات

جیسا کہ یہ بات ہم ماقبل میں ایک سے زائد بار لکھ چکے ہیں کہ "الدیوبندیہ" کے مؤلف نے علمائے دیوبند کے عقائد اکثر کشف وکرامت کے واقعات سے تخلیق کئے ہیں، اگر کشف وکرامت کے واقعات سے عقائد مستنبط کرنے کا یہ اچنبھا اصول اپنایا جائے تو پھر تاریخ اسلام کی شاید ہی کوئی علمی شخصیت ان فتووں کی بوچھاڑ سے محفوظ رہ سکے جو موصوف نے مذکورہ اصول کو بنیاد بنا کر شروع کر رکھی ہے، اوروں کو چھوڑیئے، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الفرقان بین اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان" میں صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور امت مسلمہ کے دیگر صالحین اور اولیاء اللہ کی کرامات کے جو واقعات لکھے ہیں، مصنف کے اصول کے مطابق ان فتووں کی زد سے وہ کسی طرح بھی نہیں بچ سکتے، ان کے ذکر کردہ کرامات کے واقعات میں سے یہ چند ملاحظہ ہوں۔

- قبیلہ نخع کے ایک آدمی کا گدھا راستہ میں مر گیا، ساتھیوں نے کہا ہم آپ کا سامان اپنی سواریوں پر تقسیم کر کے اٹھا لیتے ہیں، اس نے کہا ذرا صبر کرو، وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی، دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کا گدھا زندہ کر دیا (صفحہ ۱۳۰)
- وصلہ بن اشیم کا گھوڑا ایک جہاد میں مر گیا، تو اس نے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے اس کا گھوڑا دوبارہ زندہ کر دیا۔ (صفحہ ۱۳۰)
- ایک خارجی حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کو اذیت دیتا تھا، آپ نے اس کے لئے بددعا کی تو وہ اسی وقت مر گیا۔ (صفحہ ۱۳۰)
- ایک عورت نے حضرت ابو مسلم خولانی اور ان کی بیوی کے درمیان اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کی، حضرت خولانی نے اس کے حق میں بددعا کی تو وہ اندھی ہو گئی، پھر توبہ کر کے آپ کے پاس آئی، آپ نے دوبارہ دعا کی تو اس کی بینائی واپس آ گئی (صفحہ ۱۲۹)

○ سعید بن زید نے اروی بنت الحکم کے لئے بددعا کی تو وہ اندھی ہو کر مر گئی (صفحہ ۱۲۸)
کیا ان پانچ کرامات کے واقعات کو دلیل بنا کر شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ پر یہ فتویٰ جاری کیا جا سکتا ہے کہ ان بزرگوں کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ تھا کہ انہیں موت اور زندگی پر قدرت حاصل ہے اور بینائی لینے اور دینے پر یہ بزرگ قادر ہیں، "الدیوبندیہ" کے لکھاری کا اصول افتاء تو ان پر یہ فتویٰ جاری کر دیتا ہے۔

○ حضرت علاء بن الحضرمی اور ان کے ساتھیوں کے راستے میں دریا آگیا، ان سب نے گھوڑے لے کر اسے عبور کیا اور کسی گھوڑے کی زین تک نہیں بھیگی (صفحہ ۱۲۸)

○ حضرت ابومسلم خولانی کو آگ میں ڈالا گیا تو لوگوں نے انہیں آگ میں نماز پڑھتے ہوئے پایا، آگ ان کے لئے ٹھنڈی ہو گئی اور انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا (صفحہ ۱۲۹)

○ مطرف بن عبداللہ جب اپنے گھر میں داخل ہوتے تو گھر کے برتن آپ کے ساتھ تسبیح پڑھتے، جب تاریکی میں چلتے تو کوڑے کا کنارہ آپ کے لئے روشنی فراہم کرتا (صفحہ ۱۳۱)

○ حجاج بن یوسف حضرت حسن بصری کو گرفتار کرنے چھ بار ان کے پاس گئے لیکن حضرت بصری انہیں نظر نہ آئے (صفحہ ۱۲۹)

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کا راستہ میں شیر سے سامنا ہوا، آپ نے اسے بتایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں، شیر آپ کے ساتھ چلا، یہاں تک کہ آپ کی مطلوبہ جگہ تک اس نے آپ کو پہنچا دیا (صفحہ ۱۲۷)

اب ان پانچ واقعات سے کوئی شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا یہ عقیدہ کشید کرے کہ ان بزرگوں کے متعلق ان کا عقیدہ تھا کہ وہ کائنات میں تصرف پر قادر تھے اور پھر اس عقیدہ کی نفی شروع کر دے تو ایسے صاحب کو اپنی عقل و خرد کے علاج کا مشورہ دینے کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

○ حضرت سعید بن المسیب ایام حرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے نماز کے اوقات میں آذان کی آواز سنتے تھے حالانکہ مسجد بالکل خالی ہوتی تھی، ان کے علاوہ کوئی اور مسجد میں نہیں ہوتا تھا۔ (صفحہ ۱۳۰)

○ حضرت ابراہیم تیمی ایک ایک اور دو دو مہینہ تک کچھ نہیں کھاتے (صفحہ ۱۳۱)

○ عبدالواحد بن زید پر فالج کا حملہ ہوا تو اس نے دعا کی کہ وضو کے وقت ان کے اعضا کام کریں، چنانچہ وضو کے وقت ان کے اعضا درست ہو جاتے۔ (صفحہ ۱۳۲)

یہ واقعات کوئی دیوبندی عالم اپنے مشائخ کے بارے میں نہیں لکھ رہا ہے بلکہ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ بیان فرما رہے ہیں، اس طرح کے اور بھی کئی واقعات علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھے ہیں، اب اگر کوئی "مجتہد" ان میں سے ہر ایک واقعہ سے ایک عقیدہ تخریج فرمائے، پھر اسے علامہ ابن تیمیہ اور ان کے متبعین سلفی علماء کا عقیدہ قرار دے اور پھر فتووں کی ایک مینہ برسانا شروع کر دے، تو اس کے اس اصول افتاء کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ ۔

شہریست پر زخوباں، وزہر طرف نگارے
یاراں صلائے عام است گرمی کنید کارے

کوثر و تسنیم کی زبان

کتاب میں جو خوبصورت اور شیریں زبان استعمال کی گئی ہے، اس کے کچھ نمونے تو آپ نے پڑھ لئے، چند نمونے مزید ملاحظہ ہوں، "عرض ناشر" میں بہت سے مشرکانہ عقائد ذکر کرنے کے بعد لکھا گیا:

> "وہ اسلامی جماعتیں جو اس طرح کے عقائد میں مبتلا ہیں جو اللہ کی الوہیت، ربوبیت اور اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات میں شرک سے خالی اور پاک نہیں ہیں ان میں دیوبندی جماعت بھی ہے۔"

یہ تو خیر فاضل ناشر ہی بتائیں گے کہ اگر کوئی جماعت اللہ تعالیٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی الوہیت، ربوبیت اور اسماء و صفات میں شرک کا عقیدہ رکھے تو اس جماعت کو "اسلامی جماعتوں" میں انہوں نے کیسے شامل کر دیا یہاں تو ہمیں صرف زبان کا اسلوب دکھانا مقصود ہے۔

صفحہ ۲۷ پر چند خود ساختہ عقائد لکھنے کے بعد نتیجہ یوں نکالا گیا:

"یہ حکایات و عقائد واضح دلالت کرتے ہیں کہ دیوبندی جماعت میں

دانستہ یا نادانستہ طور پر شرک سرایت کر چکا ہے اور اس کا شرک مشرکین مکہ کے شرک سے بھی بڑھ کر ہے"۔

محدث العصر مولانا بنوری صاحب رحمہ اللہ کو زندیق کہا گیا جیسا کہ گذر چکا، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کو مخاطب کر کے جو الفاظ لکھے گئے ہیں، یہاں ہم صرف اس کی عربی عبارت لکھتے ہیں، ملاحظہ ہو۔

ویلك یا مشرك!...... فقد عبدت الرسول، وكفرت باللّٰه، والرسول برئ منك۔ (صفحہ ۱۲۳)

یہی اسلوب پوری کتاب میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا قاسم نانوتوی، مولانا حکیم الامت تھانوی اور دوسرے اکابر دیوبند رحمہم اللہ کے لئے اختیار کیا گیا ہے، اس اسلوب کا اسی اسلوب میں جواب دینا تو ہمارے بس کی بات نہیں البتہ شورش کشمیری کی ایک نظم کے چند اشعار یاد آرہے ہیں جو کسی ایسے ہی موقع کے لئے کہے گئے تھے، وہ کہتے ہیں ؎

بے روک ہیں ان فتویٰ فروشوں کی زبانیں
اسلاف کی توہین پہ کرتے ہیں گذارا
امت کے اکابر پہ سب و شتم کی بوچھاڑ
کرتی نہیں، اللہ کی غیرت یہ گوارا
گنگوہیؒ کے دامن پہ ہیں الحاد کے چھینٹے
نانوتویؒ کافر ہے؟ یہ سوچو تو خدارا
اسلام کے باغی ہیں دیوبند کے بیٹے!
کس نے تمہیں اس فتویٰ تراشی پہ ابھارا
تم اور میرے قتل کی تدبیر بہت خوب
"آواز سگاں کم نہ کند رزقِ گدا را"



ہے، صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور تاریخ اسلام کے دوسرے جلیل القدر علماء اور ائمہ کے بارے میں دریدہ دہنی اور ہرزہ سرائی ان کے ہاں کوئی عیب اور کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے، اس کی کچھ تفصیل مولانا ابوبکر غازی پوری کی کتاب میں آرہی ہے، اس مقالہ کے لکھنے کے دوران ہمیں ان کی کتابوں کے مطالعہ کا موقع ملا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے نہ اپنوں کو چھوڑا، نہ دوسروں کو، آپس میں بھی یہ لوگ ایک دوسرے پر پورے تسلسل کے ساتھ کفر و شرک اور ملحد و زندیق ہونے کا فتویٰ لگاتے رہے ہیں۔

○ حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ اسماعیل صاحب رحمہما اللہ کو عام طور سے یہ لوگ اپنی جماعت کے بانیان میں شمار کرتے ہیں اور مولانا اسماعیل سلفی نے اپنی کتاب "تحریک آزادی فکر" میں خاندان ولی اللّٰہی کی خدمات اور کارناموں پر صفحات کے صفحات لکھے ہیں لیکن کتاب "الدیوبندیہ" کے مؤلف طالب الرحمٰن ہی کے ایک قریبی عزیز ڈاکٹر شفیق الرحمٰن زیدی حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کو سرے سے اہل حدیث شمار ہی نہیں کرتے ہیں، لکھتے ہیں:

> "ایسے نظریات والے کو صرف اس لئے اہل حدیث کہنا کہ انہوں نے فقہ حنفی کی مخالفت کی ظلم ہے۔"

(اہل توحید کے لئے لمحہ فکریہ صفحہ ۱۸)

اس رسالہ میں آگے لکھتے ہیں:

> "یہاں یہ بحث نہیں کہ "صراط مستقیم" کس کی کتاب ہے بلکہ عبدالمجید صاحب جیسے جید عالم اہلحدیث "صراط مستقیم" کے مضامین ہی کو مواعظ حسنہ قرار دے رہے ہیں، کیا ایسی کتب کے حوالہ سے سید احمد اور شاہ اسماعیل صاحب کو اہلحدیث ثابت کرنا ایمانی موت نہیں" (صفحہ ۲)

ایک اور مشہور غیر مقلد عالم مولوی عبدالعزیز نورستانی، شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی کتاب "صراط مستقیم" کی اشاعت پر ناراضگی کا یوں اظہار کر رہے ہیں:

> "ان کتابوں کو جن لوگوں نے طبع فرمایا اور اس قسم کے شرکیہ کلام

جو مسلک اہل حدیث کے سراسر خلاف ہے کو بلا تعلیق و تردید چھپوا کر شائع کیا قابل مذمت ہے، ان کو اس گناہ سے توبہ کر کے اپنی توبہ کا اعلان کرنا چاہئے" (لمحہ فکریہ صفحہ ۱۵)

"الدیوبندیہ" کا مؤلف ایک طرف علمائے دیوبند پر بہتان تراشی کر رہا ہے کہ یہ لوگ حضرت شاہ اسماعیل شہید پر طعن و تشنیع کرتے ہیں لیکن دوسری طرف اسے اپنے رشتہ دار اور ہم مذہب غیر مقلدوں کے مذکورہ کلام کا علم نہیں جو حضرت شاہ اسماعیل رحمہ اللہ کی کتاب کو "شرکیہ کلام" سے تعبیر فرما رہے ہیں اور ناشرین کے لئے علی الاعلان توبہ کرنے کا حکم جاری فرما رہے ہیں۔

○ مولوی عبدالحق بنارسی غیر مقلدین کے مشہور اکابرین میں شمار کئے جاتے ہیں، غیر مقلدوں کے "شیخ الکل فی الکل" میاں نذیر حسین صاحب کے استاذ اور خسر مولانا عبدالخالق ان کے متعلق فرماتے ہیں:

"سو بانی مبانی اس طریقۂ نواحداث (یعنی غیر مقلدیت) کا عبدالحق ہے، جو چند روز سے بنارس میں رہتا ہے اور حضرت امیرالمومنین (سید احمد شہید) نے ایسے حرکات ناشائستہ کے باعث اپنی جماعت سے اس کو نکال دیا اور علماء حرمین معظمین نے اس کے قتل کا فتویٰ لکھا۔" (تنبیہ الضالین صفحہ ۷ ۲ بحوالہ مقدمۂ رسائل اہل حدیث ۲۸)

○ مولوی ثناء اللہ امرتسری کا جو مقام غیر مقلدوں کے ہاں ہے وہ محتاج تعارف نہیں، وہ ان کے ہاں "شیخ الاسلام" کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں، انہوں نے ایک تفسیر لکھی ہے جو تفسیر ثنائی سے مشہور ہے، اس تفسیر کے متعلق ایک دوسرے غیر مقلد عالم مولوی عبدالحق غزنوی لکھتے ہیں:

"الفاظ غلط، معانی غلط، استدلالات غلط، بلکہ تحریفات میں یہودیوں کی بھی ناک کاٹ ڈالی" (الاربعین صفحہ ۳)

اہل حدیث کے ایک دوسرے مشہور عالم مولوی محمد حسین بٹالوی اس تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں:

"تفسیر امرتسری کو تفسیر مرزائی کہا جائے تو بجا ہے۔ تفسیر چکڑالوی کا خطاب دیا جائے تو روا ہے اور اس کو تفسیر نیچری کہنا تو کمال زیبا ہے اور حق بحق دار رسید کا مصداق! اس کا مصنف اس تفسیر سراپا الحاد و تحریف میں پورا مرزائی، پورا چکڑالوی اور چھٹا ہوا نیچری ہے۔" (الاربعین صفحہ ۲۷)

مولوی عبدالاحد غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اور ثناء اللہ ملحد زندیق کا دین اللہ کا دین نہیں ہے، اس کا کچھ دین تو فلاسفہ دہریہ نمارده صابئین کا ہے...... اور کچھ دین ابوجہل کا ہے جو اس امت کا فرعون تھا بلکہ اس سے بھی بدتر ہے"

(الفیصلہ الحجازیہ صفحہ ۸)

یہ اس زبان کی ایک معمولی سی جھلک ہے جو ان حضرات نے اپنے "شیخ الاسلام" کے لئے استعمال کی ہے۔

○ حافظ عبداللہ صاحب روپڑی غیرمقلدین کے ہاں "مجتہد العصر" کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں، ان مجتہد صاحب کے متعلق ایک اور غیر مقلد عالم مولوی محمد اسحاق صاحب کا فتویٰ ملاحظہ ہو:

"واقعی ایسا شخص ملحد اور زندیق ہے...... ہاں اگر توبہ کرے تو مسلمان ہے" (مظالم روپڑی صفحہ ۴۸)

ان کے متعلق ایک اور غیر مقلد مولوی محمد یوسف نجاوری کی زبان بھی سنئے:

"بلاشک و شبہ ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص مرتد و ملحد خارج عن الاسلام ہے اور پکا مشرک ہے، اس پر جنت حرام ہے...... فی الحقیقت ایسا شخص مشرک، مرتد اور اکفر ہے۔" (مظالم روپڑی صفحہ ۵۱)

یہ غیر مقلدین کے "مجتہد العصر" کے بارے میں خود علمائے غیر مقلدین کا اسلوب افتاء ہے۔

○ مولانا عبدالوہاب ملتانی جماعت "غرباء اہل حدیث" کے امیر اور غیر مقلدین کے استاذ

الاساتذہ ہیں، ان کے اور ان کی جماعت کے متعلق مشہور غیر مقلد محمد مبارک صاحب رقم طراز ہیں:

> "جماعت غرباء اہل حدیث کی بنیاد صرف محدثین کی مخالفت پر رکھی گئی تھی...... جماعت غرباء اہل حدیث باغی جماعت ہے...... پوری جماعت مع امام کے واجب القتل ہے۔"

(مقدمہ رسائل اہلحدیث صفحہ ۶۰)

○ احسان الٰہی ظہیر غیر مقلدین میں "خطیب الامت" اور "علامہ" جیسے القاب سے مشہور ہیں، ان کے متعلق عصر حاضر کے ایک اور مشہور غیر مقلد عالم حافظ عبدالرحمٰن مدنی فاضل مدینہ یونیورسٹی نے ہفت روزہ اہلحدیث کے شمارہ ۳ اگست ۱۹۸۴ میں ایک مضمون لکھا، اس میں حافظ مدنی صاحب لکھتے ہیں:

> "الحمد للہ مجھے اس شخص کی طرح کسی احساس کمتری کا شکار ہونے کی ضرورت نہیں کہ اپنی تعریف میں خود ہی مضمون لکھ کر دوسروں کے نام سے، یا دوسروں سے لکھوا کر اپنے نام سے شائع کروں اس سلسلہ میں کسی غیر کی گواہی کا محتاج بھی نہیں بلکہ میرے گواہ میرے اپنے شاگرد ہیں جو خود احسان الٰہی ظہیر کے لئے عربی اردو میں کتابیں لکھتے ہیں اور پھر احسان الٰہی ظہیر ان کا نام دئے بغیر اپنے نام سے یہ کتابیں شائع کر کے اپنی شہرت کا ڈھنڈوا پیٹتا ہے۔"

حافظ مدنی نے اپنے اس مضمون میں انہیں جاسوس اور بدکردار جیسے القاب سے بھی نوازا ہے، غیر مقلدین کے ان مشہور علماء کے متعلق ذکر کردہ اقتباسات اور ارشادات کسی غیر کے نہیں بلکہ ان کے ہم مسلک اہل علم کے ارشادات ہیں، حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ امت کے اسلاف اور اولیاء اللہ کو اپنی تنقید، گستاخی اور بدزبانی کا ہدف بناتے ہوں، ان کے آپس کا نقشہ بھی اسی بدزبانی اور دریدہ دہنی کا شاہکار ہوگا اور برصغیر کے غیر مقلدین کی تاریخ اس نقشے کا ایک نمایاں عکس ہے، اسلاف سے اعتماد کا اٹھ جانا غیر مقلدین کے ساتھ وابستگی کی پہلی علامت ہے اور یہ چیز ایسی خطرناک ہے کہ ہر طرح کی گمراہی کا پھر پیش خیمہ بن سکتی ہے، چنانچہ برصغیر کے غیر مقلدین میں اگرچہ کچھ حضرات مخلص، متبع سنت

اور اللہ والے بھی گذرے ہیں، اور اب بھی ہیں تاہم مجموعی طور پر ان کی دینی حالت خطرناک حد تک خراب ہے، یہی غیر مقلدیت بہت سی گمراہ جماعتوں کے وجود میں آنے کا سبب بنی ہے، غلام احمد قادیانی پہلے غیر مقلد تھا، پرویزی غیر مقلد تھا، ڈاکٹر مسعود الدین غیر مقلد تھا، جماعت المسلمین کا بانی مسعود غیر مقلد تھا، گویا فرقۂ قادیانیت، فتنۂ انکار حدیث[۱]، جماعت حزب اللہ اور جماعت المسلمین کے بانیان پہلے غیر مقلدیت کے مرحلہ سے گذرے اور پھر ان گمراہ جماعتوں کی داغ بیل انہوں نے ڈالی جو خود غیر مقلدین کے نزدیک بھی گمراہ ہیں، اس لحاظ سے غیر مقلدین کی تاریخ ایک عبرتناک تاریخ ہے، ہمیشہ ان کی یہ تحریک، باطل فرقوں اور گمراہ فتنوں کے لئے خشت اول کا کام دیتی رہی ہے، ان کی عبرتناک تاریخ سے جو بھی متاثر ہوا اور اس سے عبرت حاصل نہیں کی وہ خود دوسروں کے لئے عبرت بن گیا، غیر مقلدین کی مجموعی طور پر اس خطرناک صورتحال سے خود ان کے اکابر بھی پریشان اور شاکی تھے، چنانچہ نواب وحید الزمان لکھتے ہیں:

> "بعضے عوام اہل حدیث کا حال یہ ہے کہ انہوں نے صرف رفع یدین اور آمین بالجہر کو اہل حدیث ہونے کے لئے کافی سمجھا ہے، باقی اور آداب اور سنن اور اخلاق نبوی سے کچھ مطلب نہیں، غیبت، جھوٹ، افتراء سے باک نہیں کرتے، ائمۂ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء اللہ اور حضرات صوفیہ کے حق میں بے ادبی اور گستاخی کے کلمات زبان پر لاتے ہیں، اپنے سوا تمام مسلمانوں کو مشرک اور کافر سمجھتے ہیں، بات بات میں ہر ایک کو مشرک اور قبر پرست کہہ دیتے ہیں۔"
>
> (لغات الحدیث جلد ۲ صفحہ ۹۱ کتاب ش)

نواب وحید الزمان کی یہ عبارت "الدیوبندیہ" کے طالب الرحمٰن اور اس کے دوسرے مصنف پر حرف بحرف صادق آتی ہے بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ خاص انہیں کے لئے یہ عبارت لکھی گئی ہے لیکن المیہ یہ ہے کہ ان کے طبقہ میں کوئی ایک طالب

---

[۱] تفصیل کے لئے دیکھئے شیخ اکرام کی "موج کوثر" صفحہ: ۷۱، ۷۳۔

الرحمٰن تو نہیں نواب صاحب کے وقت سے تسلسل کے ساتھ یہ جماعت ان جیسے "طالبو" سے آلودہ چلی آرہی ہے! نواب صدیق حسن خان اپنے ان "طالبوں" کے متعلق لکھتے ہیں:

"تم ان لوگوں کو دیکھو گے کہ یہ محض الفاظ حدیث کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں اور حدیث شریف کے فہم اور اس کے معانی و مفاہیم میں غور و خوض کی طرف توجہ نہیں کرتے...... ان کا حدیث کے ساتھ بڑے سے بڑا سلوک فقط یہ ہے کہ یہ لوگ چند ایسے مسائل کو اختیار کر لیتے ہیں جو عبادات کے اندر مجتہدین اور محدثین کے درمیان اختلافی ہیں، معاملات سے متعلق روزمرہ پیش آنے والے مسائل سے انہیں کوئی واسطہ نہیں۔"

کچھ آگے جاکر لکھتے ہیں:

"بخدا! یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو خالص موحد گردانتے ہیں اور اپنے ماسوا سب مسلمانوں کو مشرک و بدعتی قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ خود متعصب اور دین میں غلو کرنے والے ہیں۔" (دیکھئے الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ ۱۵۴)

مشہور غیر مقلد عالم مولانا محمد داؤد غزنوی لکھتے ہیں:

"دوسرے لوگوں (یعنی مقلدین) کی یہ شکایت کہ اہل حدیث حضرات ائمۂ اربعہ کی توہین کرتے ہیں، بلاوجہ نہیں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے علاقہ میں عوام اس گمراہی میں مبتلا ہو رہے ہیں اور ائمۂ اربعہ کے اقوال کا تذکرہ حقارت کے ساتھ بھی کر جاتے ہیں، یہ رجحان سخت گمراہ کن اور خطرناک ہے اور ہمیں سختی کے ساتھ اس کو روکنے کی کوشش کرنی چاہئے۔"

(مولانا داؤد غزنوی صفحہ ۸۷۔ ۸۸ از مقدمہ رسالہ اہل حدیث صفحہ ۷۰)

یہ ساری عبارتیں نقل کر کے یہ بتانا مقصود ہے کہ "الدیوبندیہ" کے مؤلف نے جو

دریدہ دہنی اور دشنام طرازی کی ہے، علمائے دیوبند کو مشرک و گمراہ قرار دینے کی جو سعی کی ہے اور جو جھوٹ و افتراء بے باکانہ اسلوب میں تحریر کیا ہے یہ اس جماعت کی تاریخ مسلسل کا ایک روایتی مظہر ہے، آخر میں ہم ماہنامہ مجلّہ "اہل حدیث دہلی" کے غیر مقلد ایڈیٹر کا وہ تبصرہ نقل کرتے ہیں جو انہوں نے اپنی جماعت کی کاروائی پر کیا ہے اور جس سے اصل حقیقت پر تھوڑی سی روشنی پڑتی ہے، وہ لکھتے ہیں:

> "ہماری جمعیت مسلک کی دعوت و تبلیغ کے لئے نہیں بلکہ روپیہ، اقتدار کی ہوس کو پورا کرنے کا ذریعہ بن گئی ہے، عوام کو بیوقوف بنایا جارہا ہے، اور مسلک و جماعت کے نام اور منصب کا بلیک میل کیا جارہا ہے، جس شخص کے پاس جمعیت کا عہدہ اور منصب ہو وہ پہلے اس کے ذریعہ عرب دنیا میں چمکتا ہے، پھر اپنے کاروبار کو وسیع کرتا ہے کیونکہ اس منصب کے ذریعہ ویزا اور عرب شیوخ تک رسائی بہرحال آسانی ہو جاتی ہے۔" (مجلّہ اہل حدیث صفحہ ۲ مارچ ۱۹۹۰)



مآخذ و مراجع

	نام کتاب	نام مصنف	مطبع / ناشر
۱	آثارِ خیر	مولانا خیر محمدؒ	تالیفات اشرفیہ (۱۴۱۵ھ)
۲	ارواحِ ثلثہ	مولانا اشرف علی تھانویؒ	دار الاشاعت کراچی
۳	اکابر دیوبند کیا تھے؟	مولانا محمد تقی عثمانی	ادارہ المعارف (۱۴۱۵ھ)
۴	امداد الفتاویٰ	مولانا اشرف علی تھانویؒ	مکتبہ دار العلوم کراچی
۵	التکشف عن مہمات التصوف	مولانا اشرف علی تھانویؒ	کتب خانہ مظہری، کراچی
۶	الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ	نواب صدیق حسن خانؒ	اسلامی اکادمی، لاہور (۱۳۹۷ھ)
۷	الدیوبندیہ تعریفہا، عقائدہا	پروفیسر طالب الرحمٰن	دار الکتاب والسنہ کراچی (۱۴۱۵ھ)
۸	الفرقان بین اولیاء الرحمٰن واولیاء الشیطان	شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ	دار الفکر، اردن (۱۹۷۶ء)
۹	الفیصلہ الحجازیہ	مولانا عبد الاحد خانپوری	مکتبہ قاسمیہ ومدنیہ (۱۴۰۹ھ)
۱۰	الشہاب الثاقب	مولانا حسین احمد مدنیؒ	انجمن ارشاد المسلمین لاہور (۱۹۷۹ء)
۱۱	الاعلام	علامہ خیر الدین زرکلیؒ	دار العلم للملایین، لبنان (۱۹۸۹ء)
۱۲	الاربعین	مولوی عبد الحق غزنوی	مکتبہ قاسمیہ ومدنیہ لاہور (۱۴۱۱ھ)
۱۳	المہند علی المفند	مولانا خلیل احمد سہارنپوری	ادارہ اسلامیات، لاہور (۱۴۰۴ھ)
۱۴	المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع	ملا علی بن سلطان قاری	ادارہ نشر الثقافۃ کراچی (۱۴۰۷ھ)
۱۵	الموافقات فی اصول الاحکام	ابراہیم بن موسیٰ شاطبیؒ	مطبعۃ المدنی، قاہرہ (طبع رابع)
۱۶	المقاصد الحسنہ	علامہ شمس الدین محمد سخاوی	
۱۷	النبراس	عبد العزیز بن محمد فرہاری	مکتبہ امدادیہ ملتان
۱۸	اہل توحید کے لیے لمحہ فکریہ	ڈاکٹر شفیق الرحمٰن زیدی	مکتبہ قاسمیہ ومدنیہ، لاہور (۱۴۱۱ھ)
۱۹	بوادر النوادر	مولانا اشرف علی تھانویؒ	ادارہ اسلامیات (۱۴۰۵ھ)

	نام کتاب	نام مصنف	مطبع /ناشر
۲۰	تحقیق مسئلہ وحدۃ الوجود	مولانا ظفر احمد عثمانیؒ	مکتبہ دار العلوم کراچی
۲۱	تحریک آزادی فکر	مولانا محمد اسمٰعیل سلفیؒ	مکتبہ نذیریہ، چیچہ وطنی (۱۳۸۸ھ)
۲۲	تعلیم الدین	مولانا اشرف علی تھانوی	دار الاشاعت کراچی
۲۳	تعلیقات قواعد فی علوم الحدیث	شیخ عبد الفتاح ابو غدہؒ	مکتبہ المطبوعات الاسلامیہ (۱۳۲۹ھ)
۲۴	تفسیر عثمانی	علامہ شبیر احمد عثمانیؒ	مجمع الملک فہد سعودی عرب
۲۵	تکملۂ فتح الملہم	مولانا محمد تقی عثمانی	مکتبہ دار العلوم کراچی
۲۶	تلخیص الحبیر	حافظ ابن حجرؒ عسقلانی	دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور
۲۷	جامع الاصول	مبارک بن محمد ابن الاثیر	دار الفکر بیروت (۱۴۰۳ھ)
۲۸	جہد المقل	شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ	
۲۹	حیات عثمانی	مولانا انوار الحسن شیر کوٹی	مکتبہ دار العلوم کراچی
۳۰	خیر الفتاوی	مولانا خیر محمد صاحبؒ	خیر المدارس، ملتان
۳۱	در مختار	علامہ محمد بن علی حصکفی	مکتبہ امدادیہ ملتان (۱۴۱۷ھ)
۳۲	رد المحتار	علامہ ابن عابدین شامیؒ	مکتبہ امدادیہ ملتان (۱۴۱۷ھ)
۳۳	سوانح قاسمی	مولانا مناظر احسن گیلانی	مکتبہ رحمانیہ لاہور
۳۴	شرح العقیدۃ الطحاویہ	علی بن ابن ابی العز حنفی	مکتبہ سلفیہ لاہور
۳۵	شرح عقائد	علامہ تفتازانیؒ	ایچ، ایم، سعید کمپنی
۳۶	شذرات الذھب	عبد الحی ابن العماد حنبلیؒ	دار الآفاق الجدیدۃ بیروت
۳۷	شریعت وطریقت کا تلازم	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ	مکتبہ الشیخ کراچی (۱۴۱۳ھ)
۳۸	شریعت و تصوف	مولانا مسیح اللہ خان صاحب	تالیفات اشرفیہ (۱۴۱۷ھ)
۳۹	شیخ محمد بن عبد الوھاب اور ہندوستان کے علمائے حق	مولانا محمد منظور نعمانی	قدیمی کتب خانہ
۴۰	صحیح البخاری	تحقیق مصطفیٰ دیب البغا	دار ابن کثیر بیروت (۱۴۰۷ھ)
۴۱	علمائے دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج	حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ	ادارہ اسلامیات (۱۴۰۸ھ)
۴۲	علم الکلام	مولانا ادریس کاندھلویؒ	مکتبہ عثمانیہ لاہور
	فتاویٰ رشیدیہ	مولانا رشید احمد گنگوہی	ایچ، ایم، سعید (طبع دوم ۱۹۶۷ء)

	نام کتاب	نام مصنف	مطبع /ناشر
۴۴	فتاوی محمودیہ	مولانا محمود حسن گنگوہیؒ	کتب خانہ مظہری، کراچی
۴۵	فیض الباری	علامہ انور شاہ کشمیری	خضر راہ بک ڈپو دیوبند (۱۳۵۷ھ)
۴۶	قواعد فی علوم الحدیث	مولانا ظفر احمد عثمانی	مکتبہ المطبوعات الاسلامیہ، (۱۳۹۲ھ)
۴۷	قواعد فی علوم الفقہ	مولانا حبیب احمد کیرانوی	ادارۃ القرآن کراچی
۴۸	کتاب النبوات	شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
۴۹	کفایت المفتی	مولانا مفتی کفایت اللہؒ	مکتبہ امدادیہ ملتان
۵۰	لسان المیزان	حافظ ابن حجر عسقلانی	دار الکتب العلمیہ، بیروت
۵۱	مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام	شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ	دار العربیہ، بیروت
۵۲	مظالم روپڑی	مولانا ثناء اللہ امرتسری	مکتبہ قاسمیہ ومدنیہ، لاہور (۱۴۰۹ھ)
۵۳	معارف القرآن	مولانا مفتی محمد شفیع	ادارۃ المعارف کراچی
۵۴	مقدمہ ایضاح الادلہ	مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ	ایچ، ایم، سعید کمپنی (۱۴۰۷ھ)
۵۵	مقدمہ رسائل اہل حدیث	مولانا انوار خورشید صاحب	مکتبہ قاسمیہ ومدنیہ (۱۴۱۴ھ)
۵۶	منتخب مکتوبات شیخ الاسلام	مولانا حسین احمد مدنی	مکتبہ الشیخ، کراچی (۱۹۹۵ء)
۵۷	سوج کوثر	شیخ اکرام اللہ	ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور (۱۹۹۴ء)
۵۸	نزھۃ الخواطر	مولانا عبدالحیٔ لکھنوی	میر محمد کتب خانہ کراچی (۱۳۹۶ھ)
۵۹	نظم الفرائد	مولانا محمد حسن سنبھلی	ایچ، ایم، سعید کمپنی کراچی
۶۰	وحدۃ الوجود	حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ	دار الاشاعت کراچی (۱۳۹۷ھ)
۶۱	البلاغ	ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ	دار العلوم کراچی
۶۲	الفاروق (عربی)		جامعہ فاروقیہ

کچھ دیر غیرمقلدین کے ساتھ

غیرمقلدین کی مستند کتابوں سے ان کے عقائد و نظریات کی وضاحت، تصوف، وحدۃ الوجود، توسل، حیات انبیاء وغیرہ امور میں ان کے افکار کی تشریح، غیرمقلدین اور عرب کے سلفی علماء کے عقائد کے درمیان تضاد کا بیان، ایک ایسی کتاب جو غیرمقلدین کے اصل چہرے کو سامنے لاتی ہے۔

تالیف

مولانا ابوبکر غازی پوری

ترجمہ

ابن الحسن عباسی

رفیق شعبۂ تصنیف واستاذ جامعہ فاروقیہ

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمدللہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین
وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

آج سے ڈیڑھ صدی قبل برصغیر میں غیر مقلدین کا کوئی وجود نہیں تھا یہ فرقہ اس وقت پیدا ہوا جب ہندوستان کے بعض علماء نے علامہ شوکانیؒ سے شرف تلمذ حاصل کیا، اس وقت انہوں نے اپنا نام "موحدین" رکھا اور ایک مدت تک یہی نام ان میں رائج رہا، پھر ان لوگوں نے نامعلوم اسباب کی بناء پر مذکورہ نام ختم کر کے ایک دوسرا نام "محمدیین" اختیار کیا اور ہندوستان کے اسلامی حلقوں میں اسی نام سے ان کی پہچان ہونے لگی لیکن کچھ عرصہ بعد انہوں نے یہ نام بھی ختم کر دیا، انہیں ڈر تھا کہ کہیں اس نام کی وجہ سے کوئی ان کو شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ کی طرف منسوب نہ کر دے، ان کی طرف نسبت کو یہ لوگ پسند نہیں کرتے تھے چنانچہ انہوں نے "غیر مقلدین" کا لقب اختیار کیا، کافی عرصہ تک یہ لوگ اپنے آپ کو "غیر مقلدین" کہتے رہے اور اس بات پر فخر کرتے رہے کہ ائمہ میں سے یہ لوگ کسی کی تقلید نہیں کرتے ہیں لیکن کچھ عرصہ کے بعد معلوم نہیں کیوں اس نام سے بھی اکتا گئے، اور انہوں نے اپنے لئے ایک نیا لقب "اہلِ حدیث" منتخب کیا، انگریزوں کے کرم اور ان کی عنایتوں کے طفیل دفاتر سرکار انگلشیہ میں اس فرقہ نے اپنا یہی نام درج کرایا۔ اس طرح یہ فرقہ مختلف ناموں اور مختلف القاب کا لبادہ اوڑھتا رہا، اس فرقہ کے اسلاف میں "سلفی" نام کا کوئی بھی عالم نہیں گذرا، آخر میں یہ لوگ "اہلِ حدیث" نام اختیار کر کے اسی پر جمے رہے۔

جب ان کے اسلاف کا دور ختم ہوا اور ان کی نئی نسل پروان چڑھی، عالمی حالات بدل گئے، خلیجی ممالک خصوصاً سعودی عرب میں اقتصادی ترقی کا ظہور ہوا تو غیر مقلدین کے موجودہ فرقہ نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر "اہلِ حدیث" کا نام ترک کر دیا اور ان میں سے ہر ایک بڑی تیزی کے ساتھ "سلفی" اور "اثری" بنتا گیا کیونکہ سعودی عرب کے عام

باشندے علامہ ابن تیمیہؒ علامہ ابن قیمؒ اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ کو پسند کرتے ہیں اور "سلفیت" کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں، غیر مقلدوں کے مدارس، علمی اداروں اور دعوتی مراکز کے نام "اہلِ حدیث" سے "سلفی" اور "اثری" میں تبدیل ہو گئے، اس طرح انہوں نے عربوں کے ساتھ نام میں ہم آہنگی پیدا کر لی۔

اس فرقے کے اسلاف میں سے کوئی ایک بھی "سلفی" یا "اثری" نام کا نہیں گذرا ہم تمام غیر مقلدوں کو چیلنج کر کے کہتے ہیں کہ وہ ممالک خلیج میں پیٹرول کی دریافت سے قبل کے اپنے اکابر میں کوئی ایک نام "سلفی" یا "اثری" کا پیش کر دیں، "سلفی" اور "اثری" میں سے کسی ایک نام پر ابھی تک ان کو قرار نہیں، ان دونوں ناموں کے درمیان جھول رہے ہیں اب تک وہ یہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ ان میں سے کون سا نام ان کے لئے زیادہ مفید ہے اور بالآخر وہ کس پر برقرار رہیں گے، فهذا من الغيب، والغيب لا يعلمه الا الله۔

ناموں کے اختیار کرنے میں ان کے اس انتشار و اضطراب کی وجہ درحقیقت وہ انتشار ہے جو ان کے عقیدہ اور مذہب میں پایا جاتا ہے، ان کا اصل مذہب اور حقیقی مسلک اگرچہ بہت ہی پوشیدہ اور غایت خفا میں ہے اور اسکی حقیقت معلوم کرنا بڑا مشکل ہے تاہم اتنی بات ظاہر ہے کہ بھولے بھٹکے تصوف کے ساتھ، شیعہ اور ان کے عقائد کے ساتھ، آزاد فکر اور آزاد منش لوگوں کے ساتھ اور قبر پرستوں کے ساتھ ان کا بڑا مضبوط تعلق اور مستحکم رشتہ ہے۔

○ ہمیں اس بات پر بڑا تعجب ہے اور ہم اس تعجب میں حق بجانب ہیں کہ اس فرقے کی نئی نسل تصوف اور صوفیاء سے آج کس طرح بیزاری کا اظہار کر رہی ہے، صوفیاء کو سخت سُست کیسے کہتی ہے جبکہ صوفیاء ہی کے مذہب و مسلک پر اس کے وہ اکابر و اسلاف تھے جن کے دامن کو آج اس نئی نسل نے بڑی مضبوطی سے تھام رکھا ہے، اس نفاق کی کوئی وجہ کسی بھی طرح ہماری سمجھ میں نہیں آتی ہے۔

○ موجودہ دور کے غیر مقلدین شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ کی خدمات کو

سراہتے ہیں، ان کی طرف اور ان کی اصلاحی دعوت کی طرف اپنی نسبت ظاہر کرتے ہیں حالانکہ ان کے اسلاف شیخ نجدی اور ان کے عقائد پر بڑی سخت نکیر کرتے تھے، ان کی طرف نسبت کو گالی سے بھی بدتر سمجھتے تھے۔

○ موجودہ دور کے غیر مقلدین "فلسفۂ وحدۃ الوجود" کا بظاہر انکار کرتے ہیں جبکہ ان کے اسلاف اس کو دین و شریعت کی بنیاد سمجھتے تھے اور قرآن و سُنّت سے اس کی صحت پر دلائل قائم کرتے تھے۔

○ موجودہ غیر مقلدین شیخ ابن عربی پر بظاہر تنقید کرتے ہیں جبکہ ان کے اسلاف شیخ کو "خاتم الولایۃ المحمدیہ" کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

○ موجودہ دور کے غیر مقلدین توسل بغیر اللہ کے بظاہر منکر ہیں حالانکہ ان کے اسلاف مردوں اور زندوں دونوں سے توسل کرتے تھے۔

○ موجودہ غیر مقلدین غیر اللہ سے استعانت اور مدد طلب کرنے کا انکار کرتے ہیں جبکہ ان کے اسلاف قبروں اور اصحاب قبور سے استمداد کو جائز سمجھتے تھے۔

○ موجودہ دور کے غیر مقلدین کہتے ہیں کہ قبروں سے اور اہلِ قبور سے ان کا کوئی تعلق نہیں حالانکہ ان کے اسلاف قبروں اور اہلِ قبور سے تبرک حاصل کرتے تھے اور نماز میں قیام کی طرح قبروں کے پاس قیام کو جائز سمجھتے تھے۔

○ موجودہ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور جگہ کی زیارت کے لئے رخت سفر باندھنا جائز نہیں ہے جب کہ ان کے مشائخ و اکابر کی اکثریت روضۂ اقدس کی زیارت کے لئے سفر کرنے کو جائز سمجھتی ہے اور ان لوگوں کا یہ قول رد کرتی ہے جو کہتے ہیں کہ روضۂ اقدس کی زیارت کے لئے سفر کرنا شرک ہے۔

○ موجودہ دور کے غیر مقلدین دم درود اور تعویذوں کے کام کا انکار کرتے ہیں جبکہ ان کے اسلاف اس موضوع پر کتابیں لکھ کر تجارت کرتے تھے۔

○ موجودہ دور کے غیر مقلدین شیعوں سے اپنی لا تعلقی ظاہر کرتے ہیں جبکہ ان کے علماء نے ایسی کتابیں لکھی ہیں جو شیعہ عقائد کے ساتھ ان کے مضبوط تعلق کی گواہی دیتی ہیں۔

اس طرح کی دیگر کئی چیزیں ہیں جن میں موجودہ دور کے غیر مقلدین اپنے اسلاف اور

اکابر سے مختلف نظر آتے ہیں، معلوم نہیں ان کا اپنے اسلاف کے ساتھ یہ اختلاف فی الواقع ہے یا یہ بھی ان کے نفاق کا کرشمہ و کرتب ہے۔

لیکن چونکہ یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ عقیدہ اور مسلک کے باب میں اعتماد ہمیشہ متقدمین پر کیا جاتا ہے اور اس سلسلہ میں بعد میں آنے والوں پر اعتماد نہیں کیا جاتا، اس لئے غیر مقلدین کے عقائد اور مذہب کے بارے میں بھی وہی باتیں معتبر ہوں گی جو ان کے اسلاف کی کتابوں میں مدوّن اور جمع ہیں، بعد میں آنے والوں کا کوئی اعتبار نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ موجودہ دور کے غیر مقلدین اور ان کے اسلاف میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے جس نے ان کے مذہب کو ایک معمہ بنا دیا ہے جو نہ سمجھنے کا ہے نہ سمجھانے کا. ..... ان کے حقیقی مذہب تک رسائی اور صحیح عقیدہ کی تعیین عام لوگوں کے لئے بڑی مشکل ہے۔

لیکن غیر مقلدین کے درمیان ناموں کی تعیین اور مذہب و عقیدہ کے سلسلہ میں ایک متعین موقف اختیار کرنے میں چاہے کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو تاہم ایک چیز ایسی ہے جس پر ان کے اسلاف و اخلاف سب کا اتفاق ہے اس میں ان سب کی ایک رائے ہے.. .... اور وہ ہے ائمۂ دین سے بیزاری، تقلید کرنے والوں پر سب و شتم، دنیا کے مشرق و مغرب میں نافذ العمل مذاہب اربعہ سے اعراض...... اس پر ان سب کا شروع ہی سے اتفاق ہے۔

صحابہ سے بیزاری، ان کی شان میں زبان درازی، ان کے اجماع پر عمل کرنے سے انکار اور ان کے اقوال و آثار کو درخور اعتناء نہ سمجھ کر ترک کر دینے پر یہ سب متفق ہیں۔

اسلاف اور بعد میں آنے والے علمائے ربانیین کے بارے میں دشنام طرازی کو یہ لوگ "فکری آزادی" سمجھتے ہیں۔

فتنہ و فساد پھیلانے اور مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کے درمیان اشتعال پیدا کرنے پر ان سب کا اتفاق ہے بلکہ اس سے زیادہ لذیذ و شیریں چیز ان کے نزدیک اور کوئی نہیں ہے۔

چنانچہ غیر مقلدین کی طرف سے ان کے فساد و فتنہ کا ایک انوکھا نمونہ ابھی حال ہی میں کتاب کی صورت میں "الديوبندية- تعريفها- عقائدها" کے نام سے آیا ہے، یہ کتاب علمائے دیوبند کے عقائد کے بارے میں لکھی گئی ہے، کتاب کا تعارف مختصر الفاظ میں یوں کیا جاسکتا ہے کہ "یہ کتاب دیوبند سے تعلق رکھنے والوں کو دائرۂ اسلام سے نکال کر دائرۂ کفر میں داخل کرنے کی ایک بڑی جسارت ہے۔"

لیکن یہ جسارت اور یہ سعی، سعیٔ رائگاں ہے اس لئے کہ جن عقائد کو بنیاد بنا کر کتاب کے مؤلف نے دیوبند سے تعلق رکھنے والوں کو دائرۂ کفر و شرک میں داخل کرنے کی کوشش کی ہے وہ تمام عقائد بہت سارے اضافوں کے ساتھ بعینہٖ غیر مقلدین اور مؤلف کے اکابر و مشائخ کے عقائد ہیں، ہم پورے وثوق سے کہتے ہیں کہ کتاب کے مؤلف کو اگر اس بات کا علم ہوتا تو وہ اس کتاب کو منظر عام پر لانے کی جسارت کبھی نہ کرتے اور اپنا قیمتی مال اور بھرپور محنت اسمیں بے جا اور بے فائدہ ہرگز صرف نہ کرتے۔

اگر آج کے دور کے غیر مقلدین اس بات پر راضی ہوتے ہیں کہ ان کے اکابر و مشائخ کافر اور اسلام سے خارج ہوں اور جو فتویٰ انہوں نے دیوبند سے تعلق رکھنے والوں کے متعلق اپنی طرف سے من گھڑت عقائد کو بنیاد بنا کر جاری کیا ہے بعینہٖ وہ اپنے اکابر کے بارے میں بھی جاری کریں تب ہمیں ان سے کوئی شکایت نہ ہوگی اور ہم ان کے عدل و حق پسندی اور ان کے دین و ایمان کے معترف ہو جائیں گے۔

لیکن اگر معاملہ اس کے برعکس رہا تو ہمیں ان کے دین و ایمان کے متعلق ضرور شک ہوگا اور ہم بجا طور پر قرآن کی یہ آیات ان کے بارے میں پڑھ سکیں گے:

﴿ويل للمطففين ۝ الذين اذا اكتالوا على الناس يستوفون ۝ واذا كالوهم اووزنوهم يخسرون ۝﴾

"بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے اپنا حق ناپ کرلیں تو پورا لیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں۔"

﴿يا ايها الذين آمنوا كونوا قوامين لله شهداء بالقسط ولا يجرمنكم شنان قوم على الا تعدلوا اعدلوا هو اقرب

للتقوی واتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ خبیز بما تعملون ﴿۸﴾

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے لئے پوری پابندی کرنے والے انصاف کے ساتھ شہادت کرنے والے رہو اور کسی خاص قوم کی عداوت تمہارے لئے اس بات کا باعث نہ ہو جائے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کیا کرو کہ وہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری اطلاع ہے۔"

اس کتاب کے مؤلف کا مقصد اگر علمائے دیوبند کا تعارف کرانا تھا اس لئے انہوں نے اتنی محنت کی تو عرض ہے کہ انہوں نے کوئی قابل ذکر کام انجام نہیں دیا، علمائے دیوبند کو پوری دنیا جانتی ہے، انہوں نے اپنی دینی و علمی خدمات کے ذریعہ زمین کے مشرق و مغرب کا احاطہ کیا ہے، اہلِ علم سے تعلّق رکھنے والا ہر شخص اور دنیا کی خیر خبر رکھنے والا ہر آدمی ان سے بخوبی واقف ہے۔

جہاں تک تعلّق ہے علمائے دیوبند کے عقائد کا تو ان کے وہی عقائد ہیں جو قرآن اور سُنّت سے ثابت ہیں اور جن پر عہد اسلام کے روز اول سے لیکر آج تک سلف صالحین چلے آرہے ہیں، الحمدللہ علمائے دیوبند اہلِ السنّت والجماعت ہیں، ان کا تعلّق نہ اہلِ بدعت سے ہے اور نہ ہی غیر مقلدین کے اس گمراہ شاذ فرقے سے ان کا کوئی تعلّق ہے جو شیعہ اور خوارج کے ساتھ بہت سارے مسائل میں متفق ہیں...... جیسے صحابہؓ کے حق میں دشنام طرازی، سلف صالحین سے بیزاری، اکابر امت پر لعن طعن، حضرات شیخین کی فضیلت کا انکار، ہندوؤں کے "جہمن" "رام" "کرشن جی" "کچھمن" کی نبوت کا اقرار، فارس کے "زر تشت" اہلِ چین کے "کنفیوس" اور "بدھ" اور یونان کے "سقراط" اور "فیثاغورث" کی نبوت کا اقرار...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عام انسانوں کی طرح ماں باپ دونوں سے مولود تسلیم کرنے کا قول، قرآن کی محکم آیات کی تاویل، آسمان میں لوح محفوظ کے وجود کا انکار، قیامت کے دن ظل ممدود (لمبے سایہ) کے وجود سے یہ تاویل کر کے انکار کہ سایہ تو سورج کے تابع ہوتا ہے اور قیامت کے دن سورج نہیں ہو گا... ... اس طرح کی دوسری کئی باتیں ہیں جو نہ سلف صالحین کا مذہب ہیں اور نہ ہی جمہور

امت ان کے قائل ہیں، جنہیں تسلیم کرنے کو شیعہ، خوارج، دھریہ اور ملحدین کی اتباع ہی کہا جا سکتا ہے، غیر مقلدین ان تمام باطل افکار میں شیعہ، خوارج اور ملحدین کے ساتھ ہم آہنگ ہیں۔

علمائے دیوبند کو اپنے عقائد و مسلک کے متعلق کسی نجدی یا غیر نجدی، سلفی یا غیر سلفی عالم سے شہادت طلب کرنے اور توثیق حاصل کرنے کی قطعا ضرورت نہیں، اللہ کی کتاب، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، صحابہ اور ائمۂ فقہاء و محدثین کا طرز و طریقہ ان کے لئے کافی ہے، وہ معمولی اغراض کے حصول کی خاطر چاپلوسی، بناوٹی رکھ رکھاؤ، جھوٹ اور نفاق سے بالکل ناواقف ہیں، دنیا کی حقیر متاع ان کا مقصود نہیں ہے، اللہ کی رضا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہی ان کے اعمال و عقائد کا نصب العین ہے، دنیا اور آخرت میں یہی ان کا ذخیرہ ہے، اسی میں کامیابی ہے، اسی میں نجات و سعادت ہے اور یہی ان کے فخر کے لئے کافی ہے۔

دعوت دین، کتاب اللہ اور سُنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی علوم کی جتنی خدمات علمائے دیوبند نے انجام دی ہیں، بصیرت و بصارت دونوں سے محروم شخص ہی ان کا انکار کر سکتا ہے جو دن کے چڑھتے سورج کے وقت روشنی کا انکار کرنے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ محسوس نہ کرتا ہو۔

تخریبی نظریات، باطل مذاھب، غلط تصورات اور پرفریب فلسفوں کے مقابلہ میں علمائے دیوبند کا روشن کردار کسی شہرت و وضاحت کا محتاج نہیں، شیعیت، بریلویت، غیر مقلدیت، مودودیت، دھریت، مسیحیت، قادیانیت اور منکرین حدیث جیسے بناوٹی نظریات کی تردید میں علمائے دیوبند نے ایک مستقل مکتبہ تیار کیا ہے جو امت مسلمہ کے لیے باعث صد افتخار ہے۔

دین کی دعوت اور اسلام کے پیغام کو روئے زمین کے تمام خطوں تک پہنچانے کے لئے علمائے دیوبند کی تیز تر کوششوں کے آثار دنیا کے چپے چپے میں مُبلغین، داعیوں، علماء، حفاظ اور ائمۂ مساجد کی صورت میں نظر آرہے ہیں۔

اسی طرح ہندوستان کے معاشرے کو شرک، بدعات و خرافات سے پاک کرنے میں ان

کی خدمات کا وہی شخص انکار کر سکتا ہے جو بے بصیرت و بے بصارت ہو اور بدیہی باتوں سے انکار کا عادی ہو۔

اسلام اور اس کی سرحدوں کی حفاظت کے لئے برصغیر میں مدارس، دینی اداروں اور اسلامی جامعات کا قیام تحریک دیوبند کے پروگرام اور منصوبوں میں داخل ہے اور اس کے آثار اس قدر ظاہر ہیں کہ شاید ہی کوئی بستی، شہر یا دیہات ایسا ہو جہاں تحریک دیوبند کا کوئی مدرسہ یا دینی ادارہ نہ ہو۔

جہاں تک تعلق ہے اجنبی استعمار سے تحریک آزادی میں ان کے جہاد کا تو ہندوستان کی تحریک آزادی کی تاریخ اس پر گواہ ہے اس بارے میں کسی قسم کی دلیل پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔

غرضیکہ علم و عمل کے میدانوں میں علمائے دیوبند کی بڑی وسیع خدمات ہیں جو دین اور زندگی کے تمام شعبوں پر مشتمل اور تمام اطراف پر محیط ہیں، اگر کوئی شخص ان خدمات پر پردہ ڈالنے کی سعیٔ لاحاصل کرتا ہے تو وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے، بھلا ماہ تاباں کسی انسان کی سعی سے تاریک ہو سکتا ہے، چاند پر مٹی پھینکنے والا یقیناً اپنی ہی آنکھ کا نقصان کرتا ہے، جو سورج پر تھوکتا ہے تو اس کی چھینٹیں اس کے چہرے پر ہی آکر گرتی ہیں۔



چونکہ مذکورہ کتاب "الدیوبندیۃ۔ تعریفھا۔ عقائدھا" جھوٹی شہادات، من گھڑت حکایات، غیر معتبر بیانات، فضول قصوں، دیانت سے خالی نتائج، جھوٹ و افتراء، گمراہ اور گمراہ کن باتوں پر مشتمل ہے اس لئے یہ کتاب اس قابل نہیں کہ اسکی جانب توجہ دی جائے، دیوبند اور دیوبندیت سے واقف ہر شخص یہ بات جان سکتا ہے کہ صاحب کتاب نے جو عقائد علمائے دیوبند کی طرف منسوب کئے ہیں، یہ ان پر خالص جھوٹ اور افتراء ہے اور عالم وجود میں اس کا کوئی وجود نہیں اس لئے ہم نے اس کتاب پر تو کوئی بحث نہیں کی اور اسی میں خیر سمجھی کہ کتاب کے مؤلف کے لئے دعا کریں کہ اللہ جل شانہ ان کو حق اور راہ صواب کی ہدایت عطا فرمائیں، ان کو سمجھ عطا فرمائیں، اور فتنہ و فساد پھیلانے سے انکو بچائیں۔

کتاب کے مؤلف کی جہالت یا تجاہل کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ انہوں نے شبلی نعمانی مرحوم کو دیوبندیوں میں شمار کیا ہے...... علامہ شبلی نے دارالعلوم دیوبند میں کب تعلیم حاصل کی؟ علمائے دیوبند میں کس سے شرف تلمذ حاصل کیا؟ ہندوستان کے اہلِ علم جانتے ہیں کہ شبلی نعمانی مرحوم کے فقہی مسائل اور عقائد میں کچھ تفردات ہیں اور ان تفردات پر علمائے دیوبند کی تردیدات و اعتراضات علمی حلقوں میں مشہور ہیں، کتنی تعجب کی بات ہے کہ مؤلف انہیں علمائے دیوبند میں شمار کرتے ہیں، جبکہ دیوبند اور علمائے دیوبند کے ساتھ ان کا کوئی تعلق اور کوئی نسبت نہیں ہے، کیا یہ دینی اور علمی خیانت نہیں ہے کہ مؤلف پہلے ان کو علمائے دیوبند میں شمار کرتے ہیں اور پھر علمائے دیوبند پر اعتراض کرتے ہیں۔

مؤلف کی دوسری دینی، علمی اور تاریخی خیانت بھی اسی طرح کی ہے کہ انہوں نے شیخ عبدالحی لکھنویؒ کو بھی علمائے دیوبند میں شمار کیا ہے، کیسی عجیب بات ہے! مولانا لکھنوی نے دیوبند میں کب پڑھا ہے؟ علمائے دیوبند میں کون ان کا استاذ ہے؟ ہندوستان کے تمام اہلِ علم یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ مولانا لکھنوی کا تعلق مدرسہ فرنگی محل سے تھا اور علمائے فرنگی محل کے اکابر میں انکا شمار ہوتا ہے۔

مؤلف کا ایک کذب و افترا یہ بھی ہے کہ انہوں نے "البصائر" کے مصنف کے بارے میں کہا ہے کہ وہ علمائے دیوبند میں سے ہیں حالانکہ علمائے دیوبند انکو جانتے بھی نہیں کہ وہ کون ہیں؟ مؤلف "داجوی" "حنفی" کی نسبت سے ان کا ذکر کرتے ہیں اور ان کا نام نہیں لیتے ہیں۔[1] حقیقت یہ ہے کہ علمائے دیوبند کے حلقوں میں "البصائر" کا

---

[1] اصل میں ان کا نام "حمد اللہ ڈاگویؒ" ہے "ڈاگی" مردان کے ایک گاؤں کا نام ہے، اس کی طرف نسبت کر کے عربی میں "داجوی" کر دیا، موصوف دارالعلوم دیوبند کے نہیں بلکہ مظاہر علوم سہارنپور کے فاضل ہیں، انہوں نے مولانا طاہر پنج پیریؒ کی کتاب "البصائر للمتوسلین بالمقابر" کے رد میں "البصائر لمنکری التوسل باھل المقابر" کے نام سے کتاب لکھی جو ۱۹۸۷ء میں مکتبہ حقیقت استنبول ترکی سے شائع ہوئی، اس کتاب میں انہوں نے توسل کو ثابت کیا ہے، موصوف علمائے دیوبند سے بعض مسائل میں اختلاف رکھتے ہیں مثلاً دعاء بعد السنت کے قائل ہیں، اسقاط کے قائل ہیں اس لئے ان کے اقوال کو علمائے دیوبند کے عقائد قرار دیکر اشکال کرنا انصاف نہیں ہے۔ (مترجم)

مصنف ایک مجہول آدمی ہے لیکن مؤلف اس کے اقوال سے استشہاد اور دلیل لیکر علمائے دیوبند پر گمراہیوں کے تیر برسانے لگتے ہیں، ان بے بنیاد باتوں کی وجہ سے یہ کتاب لوگوں کی نظروں میں کوئی رتبہ حاصل نہیں کرسکی۔

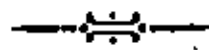
رہا جھوٹ، تو اس کا کوئی علاج نہیں، جھوٹ اور جھوٹوں کے سامنے ہم اپنی بے بسی کا واشگاف الفاظ میں اعتراف کرتے ہیں، جھوٹ کا ایک دروازہ آپ بند کریں گے تو چابک دست جھوٹے دوسرا دروازہ کھولدیں گے اور ہم کہاں تک ان کا پیچھا کریں گے!

ان وجوہات کی بناء پر ہم نے اس کتاب سے صرف نظر کر کے اس بات کو مناسب سمجھا کہ برصغیر میں رہنے والے غیر مقلدین کی سچی تصویر دنیا کے سامنے پیش کر دیں جو ہندو پاک میں اپنی باطل تحریک کو پروان چڑھانے کے لئے حجاز و نجد کی بااثر شخصیات اور وہاں کے سرکاری، غیر سرکاری اداروں سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں، اس مقصد کے لئے انہوں نے عرب سلفیوں کی چاپلوسی شروع کر رکھی ہے تاکہ ان کی دوستی، محبت اور حمایت حاصل کرسکیں، اس طرح انہوں نے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدی، علامہ ابن قیم اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی اتباع کرنے والی سلفی جماعت کے ساتھ اپنے آپ کو ملا کر اپنی حقیقی سیاہ تاریک تصویر پر جھوٹ، نفاق اور مکرو فریب کا پردہ ڈالا ہے۔

چنانچہ یہ کتاب "کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ" آپ کے سامنے پیش کی جارہی ہے جس میں تفصیل کے ساتھ غیر مقلدوں کے عقائد بیان کئے گئے ہیں، یہ عقائد غیر مقلدین کے علماء اور ان کے اسلاف ہی کی کتابوں سے پیش کئے جارہے ہیں جن میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اس طرح غیر مقلدوں کا اصل چہرہ سامنے آجائے گا۔

آخر میں ہم ان تمام علمائے کرام اور مفتیان عظام سے یہ امید کرتے ہیں جنہوں نے کتاب "الديوبندية۔ تعريفها۔ عقائدها" کے من گھڑت مندرجات کو دیکھ کر علمائے دیوبند پر کفر و شرک کا فتوی صادر کیا ہے کہ وہ بعینہ اسی طرح کا فتوی ان لوگوں کے حق میں بھی صادر کر دیں جنہوں نے ہماری اس کتاب میں ذکر کردہ عقائد کو قبول کیا ہے، ہم ان علماء اور مفتیان کو اصحاب علم و فضل اور اصحاب عدل و انصاف سمجھتے ہیں، ان کے

متعلق ہماری یہی رائے ہے کہ لوگوں کی ملامت کا خوف حق بات کے اعلان سے ان کو نہیں روکے گا۔



غیر مقلدین کو خطاب کرنے میں کتاب پڑھتے ہوئے قاری کہیں کہیں عبارت میں شدت، لہجہ اور کلام میں سختی و درشتگی محسوس کریگا ہم اس کے لئے معذرت کی ضرورت بالکل محسوس نہیں کرتے ہیں کیونکہ جس نے بھی کتاب "الديوبندية تعريفها...." کا مطالعہ کیا ہو وہ اس کے جواب کے لئے سخت لہجہ اختیار کرنے میں معذرت کی ضرورت بالکل محسوس نہیں کریگا اور یہی وہ کتاب ہے جس نے ہمیں اس کتاب "کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ" کے لکھنے پر آمادہ کیا کیونکہ برائی کا بدلہ برا ہوتا ہے، قرآن کا حکم ہے "جو تمہارے ساتھ زیادتی کرے تو تم بھی اس کے ساتھ زیادتی کرو، جیسی اس نے تم پر زیادتی کی ہے" تاہم ابتداء کرنے والا زیادہ ظالم ہوتا ہے اور ابتداء ان کی طرف سے ہوئی ہے۔

آخر میں ہم ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اس کتاب کی تالیف اور موجودہ صورت میں اس کو منظر عام پر لانے کے لئے ہمارے ساتھ تعاون کیا، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو لوگوں کے لئے نافع بنائے اور ہمیں حق اور صحیح راستہ کی ہدایت عطا فرمائیں۔ آمین

وصلی اللہ علی نبینا ومولانا محمد وعلی آلہ واصحابہ

اجمعین

محمد ابوبکر غازی پوری ۶ر ۱۰ر ۱۹۹۰ء



شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کے متعلّق غیر مقلدین کا موقف

عرب ممالک خصوصاً نجد میں شیخ محمد بن عبدالوہاب نے جو تحریک قائم کی ہے موجودہ دور میں غیر مقلدین اس تحریک کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور سعودی عرب میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کے متبعین کو یہ باور کراتے ہیں کہ اس وہابی تحریک کے ساتھ عقیدہ، مسلک اور مذہب میں ان کی مکمل ہم آہنگی ہے اور یہ کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے عقیدہ کے بارے میں وہ حسن اعتقاد رکھتے ہیں بلکہ ظاہر کرتے ہیں کہ شیخ اور ان کی دعوت و فکر کے برصغیر میں سب سے بڑے حامی اور مؤید ہیں۔

لیکن جس نے برصغیر میں غیر مقلدین کی تاریخ پڑھی ہو اور ان کے علماء کی تالیفات اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں انہوں نے جو کچھ لکھا اس سے واقف ہو وہ یقیناً یہ بات جانتا ہے کہ غیر مقلدوں کا وہابی تحریک کے ساتھ دوستی اور شیخ کے مذہب کے ساتھ ان کی موافقت کا مظاہرہ صاف جھوٹ اور کھلا دھوکہ ہے، ان کی یہ دوستی اس جنس دوستی سے نہیں ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا:

والمومنون والمومنات بعضهم اولياء بعض (ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں) ان کی اس محبت کا اس جنس محبت سے کوئی تعلق نہیں جو ایمان کی علامت ہے یعنی اللہ کے لئے یہ محبت ہرگز نہیں بلکہ اس محبت اور اس دوستی کی اساس اور بنیاد خالص ذاتی اور مادی منافع پر رکھی گئی ہے، دنیا اور دولت کے پجاری ان خود غرض لوگوں کے دل میں یہ محبت اور دوستی اس وقت سے شروع ہوئی جب عرب کی سرزمین سیاہ سونا (پٹرول) اگلنے لگی، وہاں کے باشندوں میں مالداری کے آثار ظاہر ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر مال و دولت اور نعمتوں کی بارش اور فراوانی کر دی، اس وقت سے برصغیر کے غیر مقلدین راتوں رات "وہابی" اور "سلفی" میں بدل گئے اور وہابی تحریک کے ساتھ انہوں نے محبت اور خلوص کا مظاہرہ شروع کر دیا، ان کی قربت کے حصول کی خاطر ہر غیر مقلد سلفی اور وہابی بنتا گیا تاکہ نجدی شیوخ کی جیبوں سے مالی فوائد

حاصل کر کے ہندو پاک اور دیگر ان شہروں میں جہاں تک ان کی رسائی ممکن ہے اپنی تحریکی تحریک و دعوت کو پروان چڑھا سکیں۔

حقیقت یہ ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کی قائم کردہ وہابی تحریک کے ساتھ ان کی محبت کی اساس نہ صدق و اخلاص پر قائم ہے اور نہ ہی مذہبی ہم آہنگی کی بناء پر ہے (کیونکہ یہ لوگ بزعم خود اہلِ السنت والجماعت ہیں اور وہابی اہلِ سُنت سے خارج ہیں اس لئے کہ وہابی تحریک کے بانی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مقلد تھے اور تقلید چاہے کسی بھی امام کی ہو ان کے مذہب میں شرک ہے)

برصغیر کے غیر مقلد علماء ہمیشہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی سے بڑے زور دار انداز میں اپنی براءت و لاتعلقی کا اظہار کرتے رہے ہیں، ان کے اور ان کی دعوت و تحریک کے ساتھ کسی بھی قسم کے تعلق سے سخت انکار کرتے رہے ہیں بلکہ ان کی طرف نسبت کو ننگ و عار تصور کرتے رہے ہیں اور ہمیشہ کے لئے شیخ کا تذکرہ طعن و تشنیع اور اس انداز سے کرتے رہے ہیں جس سے ان کی شخصیت کی توہین اور ان کی حالت کی تحقیر نمایاں ہوتی ہو۔

اگر آپ ہماری اس بات کی تحقیق اور تصدیق چاہتے ہیں تو غیر مقلدین علماء کی آج سے پچاس سال قبل کی تالیفات میں سے کوئی بھی کتاب اٹھا کر دیکھ لیں، آپ اسمیں وہابیت اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کا تذکرہ طعن و تشنیع اور تذلیل و تحقیر ہی کے ساتھ پائیں گے، ذیل میں ہم چند شہادتیں ان کے معتبر علماء کے کلام سے پیش کرتے ہیں۔

شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کا اہانت آمیز تذکرہ!

شیخ محمد بن عبدالوہاب کا ذکر کرتے ہوئے علمائے غیر مقلدین کے کلام میں سب سے پہلی چیز جو کھل کر سامنے آتی ہے وہ شیخ کی شخصیت اور ان کی شان کو ذلیل سمجھنے کی ہے، ان کے کلام میں کہیں بھی اس بات کا اظہار اور تاثر نہیں ملتا کہ وہ کوئی بڑے اسلامی داعی اور ایک ایسی تحریک کے بانی تھے جس نے ایک قوم کی حالت بدلی اور اسے ضلالت کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کے راستہ پر لگایا۔

نواب صدیق حسن خان کے نام سے کون ناواقف ہے، وہ برصغیر میں غیر مقلدین کے

سرخیل رہے ہیں، انہوں نے اپنی کتاب "التاج المکلل" میں شیخ کا تذکرہ انتہائی حقارت اور اہانت آمیز انداز سے ان مختصر کلمات پر اکتفا کرتے ہوئے کیا ہے:

"محمد بن عبدالوہاب کا حال کرنیل یوس فندیک امیر کانی نے اپنی کتاب "مراۃ الوضیۃ فی الکرۃ الارضیۃ" کی چوتھی فصل میں بلاد عرب کے حالات میں صفحہ (۲۲۶) میں یوں لکھا ہے کہ اوائل اس قرن میں طائفۂ وہابیہ قوی ہوا اور یہ گروہ ایک مرد تمیمی کی طرف منسوب ہے کہ اس کو محمد بن عبدالوہاب کہتے ہیں اور وہ درعیہ میں تھا نجد میں......" (ترجمان وہابیہ ۳۹)

اس کتاب میں ان کے تذکرہ کے لئے عنوان قائم کیا "محمد بن عبدالوہاب" ہر قسم کے لقب سے مجرد اور خالی حتی کہ ان کے نام کے ساتھ "شیخ" جیسا عام لقب بھی نہیں لگایا جو شریف اہلِ قلم دوست، دشمن سب کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

نواب صدیق حسن خان نے ان کے تذکرہ میں اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہا اور نہ ہی دوسرے اہلِ علم اور سوانح نگاروں کے کلام سے کچھ نقل کیا جس سے ان کی بلند حیثیت کا اور اسلام اور عقیدہ کے لئے ان کی خدمات کا تعارف ہو یا ان کے اخلاق و عادات اور علم و فضل کا کوئی پہلو واضح ہو (بلکہ جو کچھ لکھا وہ ایک عیسائی مؤرخ کے حوالہ سے لکھا)۔

پھر انہوں نے صفحہ ۳۳۴ پر "شریف غالب" کے تذکرہ میں ضمنی طور پر دوبارہ شیخ کا ذکر کیا ہے، وہاں پر بھی انہوں نے صرف علامہ شوکانی کی کتاب "البدر الطالع" سے شیخ کے متعلق ان کا کلام نقل کیا ہے، اس میں ہے:

"والیٔ نجد اور ان کے متبعین اسی پر عمل کرتے ہیں جو انہیں محمد بن عبدالوہاب سے معلوم ہو جاتا ہے[1] محمد بن عبدالوہاب حنبلی تھے، پھر انہوں نے مدینہ منورہ میں حدیث طلب کی اور نجد کی طرف لوٹ کر متأخرین حنابلہ کی ایک جماعت کے اجتہادات پر عمل

---

[1] یعنی انکے عمل کا دارومدار کتاب و سُنت پر نہیں، شیخ محمد بن عبدالوہاب کا علم انکے عمل کی بنیاد ہے۔

کرنے لگے جیسے علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن القیم وغیرہ حضرات
ہیں اور وہ مردوں کے معتقدین پر بڑے سخت گیر تھے۔"

بس یہی مکمل تعارف اور سب سے بڑا تذکرہ ہے جو غیر مقلدین کے علامہ نے اپنی اس کتاب میں دعوت سلفیہ کے بانی اور کتاب و سُنّت کے داعی اس عظیم شیخ کے بارے میں کیا ہے اس کے برعکس جب انہوں نے اپنی اس کتاب میں اپنی محبوب اور بڑی شخصیتوں کا ذکر کیا تو ان کے تذکرے میں کئی صفحات بھر دیئے جیسا کہ انہوں نے شیخ ابن عربی کا تذکرہ کرتے ہوئے بڑی طوالت کی ہے اور ان کی بڑی لمبی چوڑی تعریف کی ہے، اسی طرح اپنے شیخ علامہ شوکانی کا بھی انہوں نے بڑا طویل اور تفصیلی تذکرہ کیا ہے، ان کے علمی مقام کو ظاہر کرتے ہوئے غلو اور مبالغہ کی حد تک بلند القاب کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے، اپنی کتاب "ترجمان وہابیہ" میں کہتے ہیں:

"جو لوگ ہند کے باشندوں کو وہابی ٹھہرا کر محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف منسوب کرتے ہیں ان کی عقل پر خدا کی طرف سے ایک پردہ پڑا ہوا ہے، یہ نہیں جانتے کہ باتفاق مؤرخین نصاریٰ واسلام، نجدی مذکور ہند میں کبھی داخل نہیں ہوا اور نہ اہلِ ہند کو اس سے کسی طرح کا علاقہ شاگردی یا مریدی کا ہے چنانچہ کیفیت مفصل اسکی کتاب...... "آثار الادہار" اور "تاریخ شام" اور دیگر مؤلفاتِ علمائے نصاریٰ سے بخوبی ثابت ہے وہ ہم نے "تاج مکلل" میں لکھی ہے اور ان سب کی تحریر سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ اس کی دعوتِ مذہبی فقط حجاز کے حوالے میں پھیلی اور جہاد ان کا صرف وہاں کے مسلمین بادیہ نشین کے ساتھ تھا نہ کہ دوسرے ملت والوں کے ساتھ۔" (ترجمان وہابیہ صفحہ۳۱)

اسی کتاب کے صفحہ ۲۹ پر لکھتے ہیں:

"اہلِ سُنّت اور متبعان حدیث...... صرف طریقۂ پیغمبر کا تابع ہے اور تقلید کسی مذھب کی اس کے نزدیک واجب نہیں، اس کو نہ مذھب وہابیہ سے سروکار ہے، نہ کسی اور مذھب کا یار و مددگار"

یہ ہے اس عظیم شیخ کے ساتھ غیر مقلدین کا ان کو ذلیل اور حقیر سمجھنے کا وہ معاملہ جس سے ان کے دلوں کے بغض و حسد اور نفرت کا اظہار اس حد تک ہوتا ہے کہ "شیخ" جیسے عام لقب کے ساتھ بھی ان کا ذکر مناسب نہیں سمجھتے چہ جائیکہ "شیخ الاسلام" "داعی کتاب و سنت" "عارف ربانی" "متقی و زاهد" جیسے القاب کے ساتھ ان کا تذکرہ کریں، یہاں تک کہ ان کو تو یہ بھی پسند نہیں کہ ان کے نام کے ساتھ کلمۂ ترحم (رحمۃ اللہ علیہ) لگایا جائے۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ بدسلوکی کا یہ اہانت آمیز رویہ صرف نواب صدیق حسن خان کا خاصہ نہیں بلکہ اس فرقہ کے تمام اکابر کی روش نواب جیسی ہے جس کا نمونہ آنے والے صفحات میں پیش کیا جا رہا ہے۔

غیر مقلدین کا شیخ محمد بن عبدالوہاب سے اظہارِ براءت

حافظ عبداللہ محدث غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ غیر مقلدین کے اکابرین اور بلند پایہ علماء میں سے ہیں جنہیں یہ حضرات بڑے ضخیم القاب اور بھاری بھرکم خطابات سے یاد کرتے ہیں، آپ "شیخ الکل فی الکل" میاں نذیر حسین کے خاص شاگردوں میں سے ہیں انہوں نے اپنی کتاب "ابراء اہلِ الحدیث والقرآن" میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کا ذکر انتہائی بے ادبی کے ساتھ کیا ہے، کہتے ہیں:

> "ہماری جماعت اہلِ حدیث کو "وہابیوں" کے نام سے موسوم کرنا بالکل غلط ہے اس لئے کہ اہلِ حدیث صرف کتاب و سُنّت کی اتباع کرتے ہیں اور انہوں نے اپنے لئے ایک نفیس نام "اہلِ حدیث" اور "اہلِ سُنّت والجماعت" اختیار کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ ائمۂ سابقین میں سے کسی کی طرف اپنی نسبت نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی وہ یہ پسند کرتے ہیں کہ انہیں "حنفی" "شافعی" "مالکی" یا "حنبلی" کہا جائے تو شیخ محمد بن عبدالوہاب کی طرف اپنی نسبت پر وہ کیوں راضی ہو سکتے ہیں۔

پھر دوسری بات یہ ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب وہابیوں کے مقتدا حنبلی المذہب تھا جبکہ اہلِ حدیث مقلدین کے مذاہب میں سے کسی بھی مذہب کے مقلد نہیں ہیں تو ان کا شیخ محمد بن عبدالوہاب کے متبعین میں سے ہونا کیسے ممکن ہے پس اہلِ حدیث اور وہابیوں کے درمیان آسمان و زمین کا فرق ہے۔

اس کے علاوہ بات یہ ہے کہ وہابیت کا ظہور (۱۷۶۰) میں ہوا ہے جبکہ اہلِ حدیث تیرہ صدیوں سے پائے جارہے ہیں بلکہ اس دن سے موجود ہیں جس دن اسلام دنیا میں آیا تو اہلِ حدیث کا وہابی ہونا کیونکر ممکن ہے اور چونکہ یہ لقب "وہابی" نہ ان کے مذہبی اصول کے موافق ہے اور نہ ہی وہ اس لقب کو پسند کرتے ہیں بلکہ اس کو گالی سے بھی بدتر سمجھتے ہیں اس لئے اہلِ حدیث کو اس لقب کے ساتھ یاد کرنا مناسب نہیں ہے۔" (ابراء اہلِ الحدیث: ۸۰۷)

ذرا غور کیجئے، انہوں نے شیخ ابن عبدالوہاب کی جماعت سے اپنی اور اپنی جماعت کی کیسی براءت ظاہر کی حتی کہ اسکی طرف نسبت کو گالی سے بھی بدتر سمجھتے ہیں کیا اس کے بعد بھی اس بات میں کسی قسم کے شک کی گنجائش رہتی ہے کہ غیر مقلدین (بزعم خویش سلفی حضرات) سلفیت اور شیخ ابن عبدالوہاب کی دعوت کے ساتھ اخلاص کے اظہار میں جھوٹے ہیں؟

مولانا غازی پوری نے اسی اسلوب اور اسی لہجہ میں اپنی ایک دوسری کتاب "الکلام النباه فی رد هفوات من منع مساجد اللّٰه" میں شیخ ابن عبدالوہاب اور وہابیت کا ذکر کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

"چونکہ ہم صرف کتاب اللہ اور سُنّت رسول اللہ کے متبع ہیں اور "اہلِ حدیث" اور "اہلِ السنّت والجماعت" ہمارا ایک نفیس لقب ہے، ہم ائمۂ کبار میں سے کسی امام کی طرف اپنے آپ کو منسوب نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی ہم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کو "حنفی" "شافعی" "مالکی" یا "حنبلی" کہا جائے تو شیخ ابن

عبدالوہاب کی طرف ہم اپنی نسبت کو کیسے پسند کرسکتے ہیں جو وہابیوں کا مقتدا اور حنبلی المذھب تھا جبکہ اہلِ حدیث مقلدین کے مذاہب میں سے کسی مذہب کے مقلد نہیں ہیں، اب اگر ہم ابن عبدالوہاب نجدی کی اتباع اور تقلید کریں تو یہ ایک عجیب معاملہ ہو جائے گا، اہلِ حدیث اور وہابیوں کے درمیان زمین آسمان کا فرق ہے ....
ہم کو سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کو کیوں وہابی کہا جاتا ہے ہم تو جہاں تک غور کرتے ہیں اس کی کوئی وجہ ہمارے خیال میں نہیں آتی اور یہ لقب ہمارے نزدیک بہت برا لقب ہے، ہم اس کو گالی سے بھی بدتر جانتے ہیں پس جو شخص اس لقب سے ہم کو یاد کرتا ہے وہ اولاً ہم کو اس کی وجہ بتائے اور پھر ہمارے لئے اس کو اختیار کرے۔" (الکلام النباہ صفحہ ۱۷، ۱۸)

اور نواب صدیق حسن خان "ترجمانِ وہابیہ صفحہ۵۱" میں فرماتے ہیں:

"ہم کو وہابی کہنا ایسا ہے جیسا کوئی کسی کو گالی دے"

آگے فرماتے ہیں:

"سارے جہاں کے مسلمان دو طرح پر ہیں، ایک خالص اہلسنّت و جماعت جن کو اہلِ حدیث بھی کہتے ہیں، دوسرے مقلد مذہب خاص، وہ چار گروہ ہیں، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، جو شخص ملک نجد میں پیدا ہوا اور جسکی رائے پر محمد بن سعود نجدی نے بوہرون اور عرب کے مسلمانوں اور بدوں سے لڑائی کی وہ شخص حنبلی مذہب تھا ...... پھر اہلحدیث کس طرح وہابی ہو سکتے ہیں۔"

(ترجمان وہابیہ صفحہ ۵۲)

کیا یہ کلام کسی تبصرہ کا محتاج ہے اور کیا اس کے بعد ہمیں یہ کہنے کا حق حاصل نہیں ہے کہ عصر حاضر میں غیر مقلدین جب شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی دعوتِ سلفیہ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں تو اسمیں وہ جھوٹے ہیں، لوگوں کو دھوکہ دے

رہے ہیں اور اپنے سابق علماء پر افتراء سے کام لے رہے ہیں، غیر مقلدین اور وہابیوں کے درمیان زمین آسمان کا فرق ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ دو متضاد مذہب ہیں اور کسی چیز میں ایک دوسرے کے ہم آہنگ نہیں ہیں۔

یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ موجودہ دور کے غیر مقلدین سلفیوں کی دعوت اور ان کی تحریک کی طرف کس طرح اپنی نسبت کرتے ہیں جبکہ ان کے اکابر ان کی طرف انتساب کو گالی اور عار سمجھتے تھے، اس سے مکمل بیزاری کا اظہار کرتے تھے اور سلفی دعوت اور وہابی تحریک سے اپنے دامن جھاڑتے تھے۔

شیخ محمد بن عبدالوہابؒ سے غیر مقلدین کی ناواقفیت

شیخ ثناء اللہ امرتسری کا شمار غیر مقلدین کے اکابر علماء میں ہوتا ہے وہ ہندوستان میں "جمعیت اہلِ حدیث" کے بانی ہیں، مذہب اہلِ حدیث کے بارے میں ان کی ایک کتاب "اہلِ حدیث کا مذہب" غیر مقلدین کے ہاں بڑی متداول ہے اور ہندو پاک میں وہ کئی بار طبع ہو چکی ہے، انہوں نے اپنے اور اپنی جماعت کے موقف کی تائید کے اظہار کے لئے شیخ محمد بن عبدالوہاب کا بھی اس میں تذکرہ کیا ہے، چنانچہ شیخ نجدی کے متعلق وہ اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں:

> "جہلاء میں مشہور ہے کہ مذہب اہلِ حدیث کا بانی عبدالوہاب نجدی[1] ہے، مگر حاشا وکلا ہمیں اس سے کوئی نسبت نہیں ہے، اس سلسلہ میں سب سے واضح اور ظاہر بات یہ ہے کہ ہر فرقہ اپنے فتاویٰ میں اپنے مذہب کے بانی کے اقوال نقل کرتا ہے جیسا کہ ہمارے حنفی، شافعی اور امامیہ برادران کرتے ہیں لیکن اہلِ حدیث میں سے کوئی بھی ایسا نظر نہیں آئیگا جس نے محمد بن عبدالوہاب کے اقوال میں سے کچھ نقل کیا ہو اور کہا ہو کہ "یہ ہمارے امام

---

[1] اس کا نام محمد بن عبدالوہاب ہے، عبدالوہاب تو اس کے باپ کا نام ہے۔

عبدالوہاب نجدی کا قول ہے" بلکہ اس سے بڑھ کر بات تو یہ ہے کہ بہت سے اہلِ حدیث کو یہ بھی معلوم نہیں کہ عبدالوہاب کون تھا؟ اسکی بودو باش کیا تھی؟ ہاں، تاریخ سے اتنی بات ثابت ہے کہ ہمارے حنفی، شافعی اور امامیہ برادران کی طرح وہ بھی ایک مقلد تھا لیکن ہمارے نزدیک تقلید کی کیا حیثیت ہے اس کا ذکر ہم ماقبل میں کر چکے ہیں"۔

آگے لکھتے ہیں:

"پس باوجود اس بے تعلقی کے ہم کو عبدالوہاب کا پیرو یا اس کو ہمارے مذہب کا بانی بتلانا صریح جھوٹ اور دل آزاری نہیں تو اور کیا ہے" (صفحہ ۷۸، ۷۹)

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمہ اللہ کے متعلق قارئین کرام اس بدگوئی پر غور کریں، یہ کلام غیر مقلدوں کی ایک ایسی مشہور شخصیت کی طرف سے ہے جو ان کا شیخ الاسلام اور ان کے نزدیک ہند میں سُنّت کا جھنڈا بلند کرنے والوں میں سے ایک ہے، اس کے بعد آسانی کے ساتھ اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ لوگ شیخ محمد بن عبدالوہاب کی اتباع کے دعوی میں کس قدر جھوٹے ہیں۔

غیر مقلدین کے ایک اور بڑے عالم، علامہ محمد اسماعیل سلفی اپنی کتاب "حركة الانطلاق الفكرى...." میں کہتے ہیں:

"وہابیت یا "اہلِ وہاب" کوئی مذہب نہیں ہے اور ہمیں یہ بالکل پسند نہیں کہ کوئی ہمیں ان کی طرف منسوب کرے۔" (صفحہ ۳۹۴)

اور کہتے ہیں:

"واقعہ یہ ہے کہ محمد بن عبدالوہاب فقہ میں امام احمد کے مذہب پر ہے، ہمارے شہروں میں عام لوگ حنفی اور نجد میں حنبلی ہوتے ہیں۔" (صفحہ ۳۹۴)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"نہ ہم "وہابی" ہیں اور نہ ہی "اہلِ وہاب" ہیں، ہمارا ایمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ہے اور اس بات پر کہ آپؐ کی اطاعت واجب ہے اور اسی میں نجات ہے اور ہم ائمہ اربعہ کو اپنے ائمہ سمجھتے ہیں اور چاروں فقہی مکاتب کو برابر سمجھتے ہیں۔" (صفحہ ۴۹۰)

غیر مقلدین کے اکابر علماء کی ان تحریروں کو سامنے رکھ کر اب آپ ہی فیصلہ کیجئے اس سے بڑھ کر نفاق اور کیا ہوسکتا ہے کہ ان کے اکابر صراحۃً کہہ رہے ہیں کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے ساتھ ہمارا کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے حتی کہ ان میں سے بہت سارے یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ کون تھا؟ ان سے جہالت کی انتہاء یہ ہے کہ ان کا صحیح نام تک ذکر نہیں کر سکتے، ان کے علامہ اور شیخ الاسلام بانگ دہل کہہ رہے ہیں کہ جو انہیں محمد بن عبدالوہاب کی طرف منسوب کریگا وہ ان پر ظلم کریگا اور انہیں اذیت دیگا۔

لیکن اس کے برعکس آج کے دور کے غیر مقلدین تو شیخ محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ جھوٹی محبت اور خلوص کا ڈھونگ رچا رہے ہیں اس کو جھوٹ کے سوا اور کیا نام دیا جاسکتا ہے۔......؟!

افغانستان کے سابق حکمران امیر حبیب اللہ خان کو خطاب کر کے غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری کہتے ہیں:

"محمد بن عبدالوہاب کے اختیار کردہ عقائد اور انبیاء اور اولیاء کی شان میں ان کے مقالات ہمارے اہلِ حدیث کے ہاں کفر ہیں، یہ ہمارے عقائد نہیں ہیں، اہلِ حدیث نے کبھی یہ خیال نہیں کیا کہ عبدالوہاب ان کا مقتدا اور پیشوا ہے، بلکہ جانتے بھی نہیں کہ وہ کون ہے؟ ہماری اس سے اتنی ہی واقفیت ہے جتنی تاریخ میں ہے۔"

(مذہب اہلِ حدیث صفحہ ۱۰۶)

کیا اس کے بعد بھی اس میں شک کی گنجائش ہے کہ برصغیر کے غیر مقلدین کا مذہب سلفی کے ساتھ عقائد میں کوئی تعلق نہیں ہے، یہ دونوں ایک دوسرے سے ایسا ہی متضاد ہے جیسا ایمان اور کفر، جو چیزیں سلفیوں کے مذہب میں دین اور ایمان کا درجہ رکھتی ہیں

وہ غیر مقلدوں کے ہاں شرک اور کفر ہیں۔

مولانا محمد اسماعیل سلفی، شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کی تحریک و دعوت سے اہلِ حدیث کی براءت اور بیزاری کے سلسلہ میں اس بات کی تاکید کرتے ہوئے کہ غیر مقلدین کا شیخ محمد بن عبدالوہاب کی تحریک اور ان کے عقائد سے کوئی تعلق نہیں، کہتے ہیں:

> "مذہب اہلِ حدیث کی بنیاد اصول اور فروع یعنی عقائد و اعمال میں کتاب اللہ اور سُنّت کے ظاہر پر اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے منہج اور طریقہ پر ہے، اس مذہب کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخصیت کے نام پر ہرگز نہیں ہے۔"
>
> (حرکۃ الانطلاق ۴۸۴)

اس عبارت میں اس بات پر کیسی تعریض ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت کی بنیاد کتاب و سُنّت اور منہج صحابہ پر نہیں ہے۔

اہلِ حدیث ایک قدیم جبکہ وہابیہ جدید فرقہ ہے

علامہ محمد ابراہیم سیالکوٹی جو غیر مقلدین کے اکابر علماء میں سے ہیں اپنی مشہور کتاب "تاریخ اہلِ حدیث" میں شیخ محمد بن عبدالوہاب اور وہابیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "جب تاریخی دلائل سے یہ بات ہم نے ثابت کر دی کہ اہلِ حدیث کا فرقہ ایک قدیم فرقہ ہے، اور اس کا وجود زمانۂ قدیم سے اب تک مسلسل چلا آرہا ہے تو اکیلی یہ بات ہم سے یہ تہمت دور کرنے کے لئے کافی ہے کہ اہلِ حدیث محمد بن عبدالوہاب کی اتباع کرتے ہیں، اس لئے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کی ولادت ۱۱۱۵ھ میں ہوئی اور ۱۲۰۶ھ میں ان کی وفات ہوئی۔
>
> شیخ محمد بن عبدالوہاب حنبلی مذہب کا مقلد تھا جیسا کہ اس کے اس خطبہ سے ظاہر ہوتا ہے جو اس نے حرم شریف میں مذاہب

اربعہ کے علماء کے سامنے دیا تھا، اس خطبہ میں انہوں نے تصریح کی ہے کہ ہمارا مذہب اصول دین میں وہی ہے جو اہلِ السنّت والجماعت کا مذہب ہے اور فروع میں ہم بھی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مذہب پر ہیں اور ہم ائمۂ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرنے والے کو برا بھلا نہیں کہتے ہیں۔

اس کے خطبہ کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حنبلی تھا جبکہ ہم اہلِ حدیث صاحب شرع کے علاوہ کسی کی طرف منسوب نہیں ہیں" (تاریخ اہلِ حدیث صفحہ ۱۰۱، ۱۰۲)

یہ بات قابل غور ہے کہ علمائے غیر مقلدین ہمیشہ اپنی عبارات میں یہ بات ذکر کرتے رہے ہیں کہ ہم اہلِ حدیث ہیں، اہلِ سُنّت ہیں اور ہم صاحب شرع کی طرف منسوب ہیں، اس سے انکا مقصود... خصوصاً جب وہ شیخ ابن عبدالوہاب کی جماعت سے اپنی نسبت کی نفی کرتے ہیں... یہ ہوتا ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کی جماعت اہلِ حدیث اور اہلِ سُنّت سے خارج ہیں اور صاحب الشرع سے ان کو کوئی نسبت نہیں ہے، اسی طرح جب وہ اپنے اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کے مذہب کے درمیان تقابل کرتے ہیں تو اپنے مذہب کو قدیم ثابت کرتے ہیں جیسا کہ مذکورہ عبارات میں آپ نے اس کا نمونہ دیکھ لیا، اس سے یہ لوگ اس بات پر استدلال کرتے ہیں کہ فرقۂ وہابیت ایک جدید فرقہ اور ان کا مذہب ایک نئی پیداوار ہے۔

معلوم نہیں، شیخ محمد بن عبدالوہاب کی طرف منسوب ہمارے عرب کے سلفی بھائی ان لوگوں کے متعلّق کیا رائے قائم کریں گے جن کا ان کے متعلّق یہ موقف ہے، اور سعودی عرب میں شیخ عبدالعزیز بن باز کی زیر نگرانی "لجنة دائمة" کی طرف سے کیا فتویٰ صادر ہوتا ہے؟

شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کی دعوت و عقائد کے بارے میں آج سے کچھ عرصہ قبل کے علمائے غیر مقلدین کے موقف پر روشنی ڈالنے کے لئے اور دورِ حاضر میں فرقۂ غیر مقلدین کا نفاق واضح کرنے کے لئے اتنی مقدار شاید کافی ہوگی جس نے آج سلفیت کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے اور دعوت سلفیہ کے ساتھ جھوٹی دوستی کا دم بھرنے لگا ہے، شیخ ابن

تیمیہ رحمہ اللہ نے بالکل بجا فرمایا ہے: "الفارق بین المومن والمنافق ھو الصدق" "مومن اور منافق کے درمیان فرق کرنے والی چیز سچائی ہے"۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ صفحہ ۱۱-۱۲)

ہمیں اس بات کا شدید انتظار ہے کہ ریاض کی ریاست عامہ کی مجلس دائمہ کی طرف سے ان لوگوں کے متعلق کیا فتویٰ صادر ہوتا ہے جو شیخ الاسلام، داعی کبیر محمد بن عبدالوہاب نجدی کو اہلِ السنّت والجماعت سے خارج کرتے ہیں، ان کی طرف نسبت کو گالی اور عار سمجھتے ہیں اور ان کی دعوت و مذہب کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ اب کی پیداوار ہے جسکی بنیاد کتاب و سنّت پر نہیں ہے اور یہ کہ محمد بن عبدالوہاب اہلِ حدیث میں سے نہیں ہیں۔



سعودی حکام...... کل اور آج

لامذہب ٹولہ (غیر مقلدین) کے اکابر و زعماء نے حکومت سعودیہ کے خلاف بہت ہرزہ سرائی کی لیکن پٹرول نکلنے کے بعد انہوں نے یکسر پینترا بدلا، اور حکومت سعودیہ کے ہمنوا و بہی خواہ کا روپ دھار کر آکھڑے ہوئے اور مالی مفادات کے حصول کیلئے درج ذیل اقدامات کیے:

اولاً: عرب دنیا میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کی اصلاحی تحریک (جو سلفی تحریک کے لقب سے متعارف ہو چکی تھی) کے نام پر انہوں نے بھی اپنے آپ کو سلفی کہلانا شروع کر دیا، اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ سعودیہ میں پٹرول نکلنے سے پہلے غیر مقلدین پاکستان و ہندوستان میں اپنا کوئی مدرسہ بنام جامعہ سلفیہ دکھادیں۔

پٹرول کے پیسوں سے بنی ہوئی غیر مقلد زعماء کی کوٹھیوں اور ان کے دفاتر، و مراکز کی بابت کسی نے خوب کہا ہے:

یہ بلڈنگ جو تم کو نظر آرہی ہے
اداؤں پہ اپنی جو اِترا رہی ہے
اگر اس کے گملے کے پھولوں کو سونگھو
تو پیٹرول کی ان سے بو آرہی ہے

ثانیاً: توحید و سُنّت کی بابت حکومت سعودیہ کے رجحانات کو پیش نظر رکھتے ہوئے غیر مقلد ٹولہ نے سعودی حکام و مشائخ کے روبرو یہ پروپیگنڈہ کیا کہ پاکستان و ہندوستان میں صرف غیر مقلد ہی توحید پر قائم ہیں اور ان کے علاوہ سب لوگ مشرک و بدعتی ہیں، نتیجۃً سعودیوں نے ان کی ظاہری شکل و شباہت اور بلند و بانگ دعوؤں سے متاثر ہو کر اشاعت توحید کے جذبہ سے ان کے لئے اپنے خزانوں کے دروازے کھول دیئے، اس طرح اس لامذہب ٹولہ نے مالی مفادات کی خاطر اپنے علاوہ بقیہ مسلمانوں کے تعارف میں کس قدر

غلط بیانی اور خیانت سے کام لیا؟ کتاب ”الدیوبندیہ ......“ اس خیانت کا افسوسناک نمونہ ہے۔

ثالثاً: سعودی حکام و مشائخ امام احمد بن حنبل کے مقلد ہیں، ان کے ملک میں فقۂ حنبلی کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں جبکہ لامذہب ٹولہ چاروں اماموں کے مقلدین کو گمراہ تصور کرتا ہے لیکن اس ٹولہ کا کمال دیکھئے کہ حنفی مقلد تو گمراہ ہے لیکن دولت مند حنبلی اسکی آنکھوں کا تارا ہے؟ حنفیوں کے خلاف غیر مقلد کی زبان بولتی ہوئی اور قلم لکھتے ہوئے نہیں تھکتے لیکن حنبلیوں کے سامنے وہی زبان گنگ ہے اور قلم شرما گیا ہے بلکہ ان کی مدح سرائی اور مصنوعی ہم نوائی میں انہیں یہ باور کرایا کہ ہم بھی آپ ہی کے افکار و نظریات کے قائل و علمبردار ہیں۔

آئندہ سطور میں سعودی حکام و مشائخ کی بابت لامذہب ٹولہ کے اصل افکار و نظریات پیش کئے جاتے ہیں تاکہ منصف مزاج قارئین اس مفاد پرست ٹولہ کے کردار و عمل کے تضاد کو واضح طور پر سمجھ سکیں اور غیر مقلدین کو ان کے تقیہ کی داد دیں۔

سعودی حکمران اور وہابی حضرات غیر مقلدین کی نظر میں

(سعودی حکمران لٹیرے، خونخوار اور فساد پھیلانے والے ہیں)

جس وقت سعودی حکمران حجاز و نجد کے شہروں کو شرک و بدعت کی آلائشوں سے پاک کر رہے تھے اور ان بلاد میں حکومت الٰہیہ کے قیام کے لئے کوششوں میں اور اس کے لئے جہاد میں مصروف تھے، برصغیر میں سعودی حکمرانوں کے متعلق اسی دور میں بڑی افواہیں پھیلیں، صحیح حالات کا علم کسی کو نہیں تھا اس لئے یہاں ان افواہوں پر یقین کر لیا گیا کہ وہابیوں کا عقیدہ ٹھیک نہیں، یہ لوگ سارے مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں، اپنے مذہب میں زبردستی لوگوں کو داخل کرتے ہیں، اگر کوئی شخص ان کا مذہب قبول کرنے سے انکار کر دے تو اس کی جان، مال اور آبرو کو مباح سمجھتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہیں، آپؐ پر درود نہیں بھیجتے اور روضۂ اطہر کی زیارت کو حرام قرار دیتے ہیں۔

اس قسم کی بہت ساری افواہیں سعودی حکمران اور وہابی جماعت کے خلاف یہاں عام ہوئیں جن کی وجہ سے ان کے متعلق بدگمانی پیدا ہوئی اور انہیں اہلِ سُنّت والجماعت سے خارج فرقہ سمجھا جانے لگا۔

ان جھوٹی افواہوں کے زیرِ دام بہت سارے لوگ آئے بلکہ بعض اہلِ علم بھی ان افواہوں سے متاثر ہوئے اور انہوں نے وہابی جماعت کے متعلق بعض ایسی باتیں کہیں جن کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں تھا۔

لیکن سوال اس بات کا ہے کہ برصغیر میں یہ افواہیں کیسے عام ہوئیں؟ سعودی حکمرانوں کے دشمنوں کی لکھی ہوئی باتوں پر اعتماد کرتے ہوئے ان کے حالات اور وہابیت کی تاریخ سب سے پہلے کس نے مرتب کی؟ ان افواہوں کو کس نے قلمبند کیا؟ کس نے پھیلایا؟ اور وہابیوں کا اہلِ سُنّت والجماعت سے خارج ہونے کا اعلان لوگوں میں سب سے پہلے کس نے کیا؟...... ہم اس بارے میں جو کچھ جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ علمائے غیر مقلدین ہی نے سب سے پہلے سعودی حکمرانوں اور وہابیت کی تاریخ اس مکروہ اسلوب میں مرتب کی ہے۔

فرقۂ غیر مقلدین کے امام اور ان کے علامہ نواب صدیق حسن خان نے بڑی تفصیل کے ساتھ سعودی حکمرانوں کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے متعلق وہ سب کچھ لکھ گئے جسکی توقع ایک دشمن ہی سے رکھی جاسکتی ہے چنانچہ ان حکمرانوں اور وہابی جماعت کی حقیقی تصویر ایسی مسخ کر کے پیش کی کہ اس سے بڑھ کر تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

نواب صدیق حسن خان کی "التاج المکلل" سے پہلے کوئی کتاب ایسی منظرِ عام پر نہیں آئی جس میں شیخ محمد بن عبدالوہاب اور جماعت وہابیہ کا تذکرہ اس قدر تفصیل سے ہو، "التاج" کے بعد خاص اسی موضوع پر "ترجمان وہابیہ" تصنیف فرمائی، ذیل میں "ترجمان وہابیہ" کے چند اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں۔ امیر عبدالعزیز بن محمد سعود کے بارے میں کہتے ہیں:

> "... اور عبدالعزیز نے قطیف کا قصد کیا اور ان پر غالب آیا اور وہاں کے لوگوں کو قتل کیا، پھر بحرین کا قصد کیا اور اس پر فتح پائی...
> . پھر لشکر اس کا عمان کو روانہ ہوا اور جب عمان میں داخل ہوا وہاں

کا حاکم سعید ہزیمت پاکر مسقط بھاگا.... عبدالعزیز کے لشکر نے اس کا مسقط تک تعاقب کیا، وہاں قلعہ کو جاکر ایک مدت تک گھیرا اور اس محاصرہ میں سعید نے عاجز ہو کر صلح چاہی.... اور سعید نے ہر سال جزیہ دینا قبول کیا.... اور وہابی ان دنوں دیار بصرہ میں اور اس کے اطراف میں قبائل عرب کو لوٹتے تھے" (صفحہ ۳۴)

آگے لکھتے ہیں:

"عبدالعزیز کربلا کی طرف متوجہ ہوا اور وہاں جاکر خونریزی اور غارت کا بازار گرم کیا اور امام حسین کے مزار کا سامان سب لوٹ والوں پر مباح کر دیا اور وہاں کی آبادی اکثر ویران ہو گئی۔

عبدالعزیز نے دوسرے سال ایک لشکر تیار کر کے طائف کو بھیجا اور انہوں نے وہاں قتل و قمع کے بعد فتح پائی اور کربلا کی طرح وہاں بھی قتل عام کیا اور اموال ان کے لوٹ لئے۔

اور ۱۸۰۴ء میں عبدالعزیز نے ایک لشکر وہابیوں کا تیار کر کے اپنے بیٹے سعود کو اس کا مقدمۃ الجیش بنا دیا اور مکہ مکرمہ کو روانہ کیا، وہ لشکر مکہ میں پہنچا اس نے اہلِ مکہ کو زیر و زبر کر کے تین مہینے تک اس کے حصار کا محاصرہ کیا، اہلِ مکہ کا توشہ تمام ہوا، ناچار انہوں نے اس کی اطاعت قبول کی" (صفحہ ۳۴، ۳۵)

اور امیر سعود بن عبدالعزیز کے بارے میں لکھتے ہیں:

"...... پھر مدینہ منورہ گیا اور وہاں کے لوگوں پر جزیہ باندھا اور مزار مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو برہنہ کیا اور اس کے خزائن اور دفائن سے سب لوٹ کر درعیہ کو لے گیا، بعضوں نے کہا کہ ساٹھ اونٹوں پر بار کر کے خزانہ لے گیا اور ایسا ہی ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے مزارات کے ساتھ پیش آیا۔

اور سعود نے قبۂ مزار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھانے کا قصد کیا مگر اس امر کا مرتکب نہ ہوا اور حکم کیا کہ بیت اللہ کا حج سوائے

وہابیوں کے اور کوئی نہ کرے۔

اور ۱۸۱۰ھ میں سعود نے بلاد شام کی طرف چھ ہزار سوار لے کر ارادہ کیا اور اس میں پہنچ کر بڑی خونریزی کی اور ۳۵ شہروں کو وہاں کے خراب و برباد کیا...

اس کو خبر ملی کہ سردارانِ بلاد حائک نے اس کی اطاعت سے انکار کیا، اس نے اسی وقت اپنا کچھ لشکر اس جانب روانہ کیا اور اس نے ان کے شہروں میں داخل ہو کر لوٹ مار شروع کر دیا......
وہاں کے چھوٹے بڑوں کو تہہ تیغ کیا اور وہاں دس ہزار آدمی تھے سوا ان میں سے ایک بھی نہیں بچا[1]" (ترجمان وہابیہ صفحہ ۳۶، ۳۷)

---

[1] نواب صاحب نے یہ ساری تفصیلات "آثار الادھار" سے نقل کی ہیں، یہ کتاب ان کے ہاں صد درجہ مقبول ہے، فرماتے ہیں:

"کتاب الاثار، دائرۃ المعارف، اور "الروضۃ الغناء فی دمشق الفیحاء" یہ تینوں مسیحی علماء کی کتابیں ہیں، ان سے نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ یہ ان صحیح معلومات پر مشتمل ہیں جو تراجم رجال پر لکھی گئی اسلامی کتابوں سے ثابت ہیں۔"

لیکن سوال یہ ہے کہ نواب صاحب محض ایک ناقل کی حیثیت سے ان اخبار کو نقل نہیں کر رہے ہیں بلکہ ان کی صحت اور حقانیت کے یقینی ہونے کو صریح لفظوں میں بیان کر رہے ہیں اور تردید کرنے کے بجائے ان خبروں کو "صحیح معلومات" سے تعبیر فرمارہے ہیں، پھر یہ بات آپ کے ذہن میں رہے کہ نواب صاحب کی تردید میں ہندوپاک کے کسی غیر مقلد نے ایک لفظ بھی نہیں کہا "الدیوبندیۃ" کا مؤلف لکھتا ہے:

"علمائے دیوبند نے بعد میں یہ کوشش کی کہ ان کے اکابر نے شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کی جماعت کے متعلق جو کچھ کہا اس سے ان کا رجوع ثابت کر دیا جائے، لیکن افسوس کہ یہ ساری کوششیں اور تمام پروپیگنڈے اخلاص سے عاری زبانی جمع خرچ سے زیادہ کچھ نہیں بلکہ یہ ایسی تلبیس ہے جو اپنے اندر کچھ اغراض و مقاصد رکھتی ہے۔" (صفحہ ۲۵۹)

نواب صدیق حسن خان کی مندرجہ بالاعبارات میں سعودی حکمرانوں 'اور وہابیوں کا نقشہ آپ نے ملاحظہ کر لیا، علمائے غیر مقلدین کے جو متبعین آج وہابیت کے سب سے بڑے حامی اور مؤید بنے ہوئے ہیں ان کے علماء کے نزدیک وہابیت اور سعودی حکمرانوں کی تصویر اس قدر بگڑی ہوئی اور اتنی قبیح ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آج ان کی یہ تائید اور حمایت خالص جھوٹ اور نفاق ہے، غیر مقلدین کے اکابر، وہابی تحریک، شیخ محمد بن عبدالوہاب اور سعودی حکمرانوں کے ہمیشہ دشمن رہے ہیں۔

بجا فرمایا آپ نے، مگر ذرا یہ بھی بتا دیجئے کہ نواب موصوف نے عرب حکمرانوں، شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے حامیوں کی تصویر جو مسخ کر کے پیش کی ہے یہ کام انہوں نے کن اغراض و مقاصد کے تحت انجام دیا؟ اور اس کا بھی انکشاف فرما دیجئے کہ وہ کون سے اغراض و مقاصد تھے جن کی خاطر آپ کے اسلاف و اکابر شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے عقائد سے اظہار براءت کرتے تھے اور ان کی طرف نسبت کو ننگ و عار تصور کرتے تھے اور یہ بھی فرما دیجئے کہ وہ کون سے اسباب و محرکات اور اغراض و مقاصد ہیں جو آج آپ لوگوں کو اپنے اسلاف کی مخالفت اور وہابیوں کے ساتھ عقیدت و محبت اختیار کرنے پر مجبور کر رہے ہیں، وہ سعودی حکمران جو ابھی کل تک ظالم و سفاک، لٹیرے تھے آپ کے اکابر کے نزدیک، آج وہ آپ کے نزدیک سربلندیٔ اسلام کے لئے کام کرنے والے پیشوا اور مقتدا بن گئے، وہ محمد بن عبدالوہاب جسکو آپ کے اسلاف جانتے نہ تھے آج وہ داعی کبیر، شیخ الاسلام بن گئے، آخر یہ تبدیلی کن اغراض و اہداف کی خاطر رونما ہوئی، میرا چیلنج ہے کہ دنیا کا کوئی غیر مقلد سرزمین عرب میں پیٹرول کی دریافت سے قبل اپنے اکابر کی تصنیفات میں سعودی فرماں رواؤں اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کی جماعت اور ان کی دعوت کی حمایت میں کسی قسم کی کوئی عبارت بھی پیش نہیں کر سکتا۔

اگر آپ سلفیوں کے ساتھ محبت و عقیدت کے دعوی میں سچے ہیں تو شیخ محمد بن عبدالوہاب کے متعلق اپنے ان اکابر کی تحریروں کو سامنے لا کر ان کی تردید یا توجیہ کیوں نہیں کرتے ہیں، علمائے دیوبند نے تو یہ کام کر لیا ہے، مولانا منظور نعمانی رحمہ اللہ نے "شیخ محمد بن عبدالوہاب اور علمائے حق" نامی کتاب لکھ کر بتا دیا ہے کہ بعض علمائے دیوبند کی طرف سے شیخ محمد بن عبدالوہاب کے متعلق بعض باتیں منسوب ہیں وہ حضرات حقیقت حال سے بے خبر تھے اور ان افواہوں کے زیر دام آگئے تھے جن کو غیر مقلد ٹولہ کے اکابر نے پھیلایا...... لیکن تم اپنے اکابر کی وہ عبارتیں کیوں چھپاتے ہو، آخر کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے۔

ذرا ان جملوں کو دیکھئے:

> ”عبدالعزیز نے قطیف کے لوگوں کو قتل کیا“ ”وہابی ان دنوں بصرہ میں اور اس کے اطراف میں قبائل عرب کو لوٹتے تھے“ ”امام حسین کے مزار کا سامان سب لوٹ والوں پر مباح کر دیا“ ”مزار مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو برہنہ کیا اور اس کے خزائن سے سب لوٹ کر درعیہ کو لے گیا“ ”سعود نے قبۂ مزارِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھانے کا قصد کیا“ ”اور حکم دیا کہ بیت اللہ کا حج سوائے وہابیوں کے اور کوئی نہ کرے۔“

ان جملوں سے سعودی حکمرانوں اور وہابیوں کی کس قسم کی تصویر نمایاں ہوتی ہے، انہیں پڑھ کر عام مسلمانوں میں ان کے متعلق کس طرح کے جذبات پروان چڑھیں گے، ان کے بارے میں وہ کیا رائے قائم کریں گے، اس کا اندازہ ہر باشعور کر سکتا ہے۔

برصغیر میں وہابیت اور سعودی حکمرانوں کے خلاف اس طرح کی افواہیں صرف علمائے غیر مقلدین ہی نے پھیلائی ہیں، ان سے اور ان کی کتابوں سے بعد میں دوسرے لوگوں نے نقل کی ہیں۔



شیخ ابن عربی کے بارے میں غیر مقلدین کا موقف

عقیدۂ "وحدۃ الوجود" کے قائل شیخ ابن عربی کے بارے میں دو طرح کی رائے رکھنے والے گروہ ہیں۔

ایک گروہ تو ان کی تکفیر کا قائل ہے اور ان پر زندیق ہونے کا حکم لگاتا ہے، یہی شیخ محمد بن عبدالوہاب کے سلفی متبعین اور ان کے علاوہ اہلِ سُنّت والجماعت کے بہت سارے مسلمانوں کی رائے ہے، جبکہ دوسرا گروہ ان کو شیخ اکبر، سرتاج اولیاء، عارف ربانی اور کبار اولیاء میں سے سمجھتا ہے، ان کو "خاتم الولایہ المحمدیہ" سے یاد کرتا ہے اور عقیدۂ وحدۃ الوجود اور فرعون کے ایمان کے متعلق ان کے قول کی مناسب تاویلات کرتا ہے۔

ان دونوں گروہوں کے درمیان بہت پہلے سے اختلاف چلا آرہا ہے اور غالباً علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے سب سے پہلے شیخ ابن عربی کے عقیدہ اور ان کی شخصیت پر سخت تنقید کی، موجودہ دور کے سلفی علماء بھی شیخ ابن عربی کے متعلق بعینہٖ وہی رائے رکھتے ہیں جو علامہ ابن تیمیہ کی ہے، یہ حضرات ان کے عقیدۂ وحدۃ الوجود کے سخت منکر ہیں۔

یہاں ہمارا مقصود ان دونوں گروہوں کے درمیان حق اور صحیح قول کا فیصلہ کرنا نہیں ہے بلکہ ہمارا مقصد شیخ ابن عربی کے متعلق علمائے غیر مقلدین کے موقف کا جائزہ لینا ہے کہ شیخ کا ان کے ہاں کیا درجہ اور کیا حیثیت ہے۔

شیخ ابن عربی کے متعلق علمائے غیر مقلدین کا موقف اور شیخ ابن تیمیہ اور سلفیوں کا موقف ایک دوسرے سے بالکل مختلف اور متضاد ہے، علمائے غیر مقلدین کا تعلق دوسرے گروہ سے ہے جو شیخ ابن عربی کے ساتھ حسن اعتقاد رکھتا ہے، ان کو کبار اولیاء اور عارفین میں سے سمجھتا ہے، شیخ ابن عربی کو غیر مقلدین "خاتم الولایۃ المحمدیۃ" "البحر الزاخر فی المعارف الالٰھیۃ" "حجۃ اللہ الظاھرۃ آیاتہ الباھرۃ" جیسے القاب و اوصاف سے یاد کرتے ہیں اور ان کے شطحی اقوال اور بے دلیل باتوں میں تاویل کرتے ہیں، ذیل میں شیخ ابن عربی کے متعلق ان کا موقف پیش خدمت ہے:

شیخ ابن عربی کے ساتھ میاں صاحب کی فرط عقیدت

مولانا سید میاں نذیر حسین صاحب غیر مقلدین کے اکابر میں سے ہیں اور ان کے ہاں "شیخ الکل فی الکل" کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں، شاید یہ لوگ کسی اور غیر مقلد عالم کو ان کا ہمسر و ہم پلہ نہیں سمجھتے۔

ان میاں نذیر حسین صاحب کا شیخ ابن عربی کے ساتھ فرط عقیدت کا عالم یہ تھا کہ انہیں، "خاتم الولایۃ المحمدیۃ" کے لقب سے یاد کرتے تھے اور ان کی بڑی تعریف کرتے تھے۔

مولانا میاں نذیر حسین صاحب کی زندگی پر ان کے شاگرد مولانا فضل حسین صاحب نے "الحیاۃ بعد المماۃ" کے نام سے کتاب لکھی ہے، اسمیں مؤلف لکھتے ہیں:

> "مولانا میاں نذیر حسین صاحب جب کتاب الرقائق کا درس دیتے اور تصوف کے نکات و حقائق بیان فرماتے تو کہتے "صاحبو! ہمیں یہاں احیاء العلوم دکھائی دیتی ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ طبقۂ علماء میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کو بڑی عظمت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے شیخ ابن عربی "خاتم الولایۃ المحمدیۃ" ہیں۔"

کتاب کے مؤلف اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "اور حق وہی ہے جو حضرت نے فرمایا اس لئے کہ ظاہری اور باطنی علوم کی اس طرح کی جامعیت، انفرادیت اور ندرت سے خالی نہیں" (الحیاۃ بعد المماۃ: صفحہ ۱۲۳)

استاذ اور شاگرد دونوں شیخ ابن عربی کے "خاتم الولایۃ المحمدیۃ" ہونے پر متفق ہیں بلکہ شاگرد نے اتنا اضافہ بھی کر دیا کہ شیخ ظاہری اور باطنی علوم کے جامع اور امت محمدیہ میں ایک منفرد اور نادر شخصیت کے مالک ہیں۔

"الحیاۃ بعد المماۃ" کے مؤلف مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> "مولانا قاضی بشیرالدین قنوجی شیخ اکبر ابن عربی کے بڑے مخالفین

میں سے تھے، ایک مرتبہ میاں نذیر حسین صاحب کے ساتھ شیخ اکبر کے متعلق ان کے موقف کے سلسلہ میں دھلی مناظرہ کرنے آئے اور دو ماہ تک دھلی میں ٹھہرے رہے، ہر دن مناظرہ کی مجلس لگتی لیکن میاں نذیر صاحب اپنے سابقہ موقف سے نہ ہٹے، بالاخر قاضی موصوف دو ماہ بعد نامراد ہو کر واپس چلے" (صفحہ ۱۲۳)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"شیخ شمس الدین بھی میاں نذیر حسین صاحب سے شیخ اکبر کی شان اور ان کی کتاب "فصوص الحکم" کے بارے میں بحث کرنے لگے تھے، میاں صاحب نے تو اولاً انہیں سمجھانے کی کوشش کی لیکن جب دیکھا کہ شیخ اکبر پر ان کے اعتراضات میں اضافہ اور اصرار ہو رہا ہے تو فرمانے لگے "شیخ ابن عربی کی تصانیف میں سے "فتوحات مکیہ" آخری تصنیف ہے، وہ آپ کی سابقہ تمام تصانیف کے لئے ناسخ ہے۔" (صفحہ ۱۲۳)

کوئی ان سے پوچھے کہ اس ناسخ و منسوخ سے کیا علامہ ابن تیمیہ واقف نہیں تھے اور کیا ابن عربی کی کوئی تصریح موجود ہے کہ انہوں نے اپنی سابقہ کتابوں سے رجوع کر لیا تھا، جب اسکی کوئی تصریح نہیں ہے تو شیخ ابن عربی پر یہ سراسر جھوٹ اور بہتان نہیں تو اور کیا ہے؟

شیخ ابن عربی کے کلام سے علماء غیر مقلدین کا استدلال

چونکہ شیخ ابن عربی علمائے غیر مقلدین کے نزدیک علم و معرفت اور سلوک کے اس اعلی مقام پر فائز ہے اس لئے یہ حضرات ان کے کلام سے بے تکلف استدلال کرتے ہیں بہت سی باتوں میں ان کے مذہب کو بنیاد بناتے ہیں اور بڑی کثرت سے ان کے کلام سے استدلال کرتے ہیں، خود "الحیاۃ بعد المماۃ" میں ان استدلالات کی کئی مثالیں ہیں، مثلاً ایک جگہ مؤلف لکھتے ہیں:

"خاتم الولایہ المحمدیہ، شیخ اکبر "فتوحات مکیہ" میں فرماتے ہیں۔"

(۱۴۴)

اس کے بعد مؤلف نے "فتوحات" سے ایک عبارت نقل کی ہے جس سے تقلید کے بارے میں اپنے مذہب پر استدلال کیا ہے۔

اسی کتاب کے صفحہ (۳۰۲) میں لکھتے ہیں:

"ان اوراق کا مرتب کہتا ہے کہ اجماع کی وہ تعریف جو خاتم الولایۃ المحمدیہ شیخ محی الدین ابن عربی نے اپنی کتاب "فتوحات مکیہ" میں ذکر کی ہے انتہائی جامع مانع ہے۔"

اور اُس کے بعد پھر شیخ ابن عربی کی عبارت نقل کی ہے۔

اور صفحہ (۳۰۲) میں لکھتے ہیں:

"احقر مترجم اس مناسبت سے یہاں اپنی جانب سے شیخ ابن عربی "رضی اللہ عنہ" کی فتوحات مکیہ کی بعض عبارتوں کا اضافہ کرتا ہے جن کے بارے میں بحرالعلوم (میاں نذیر حسین) نے فرمایا کہ وہ "خاتم الولایہ المحمدیہ" ہیں"۔

سلفی حضرات غیر مقلد ٹولہ کے اکابر کا طرز و اسلوب ملاحظہ فرمائیں، شیخ ابن عربی کے نام کے ساتھ القاب کی ایک طویل فہرست لگا دیتے ہیں اور ترحم (رحمہ اللہ) کے بجائے ترضی (رضی اللہ عنہ) لکھتے ہیں جسے اہل سنت والجماعت صرف صحابہ کے لئے استعمال کرتے ہیں، لیکن جب شیخ محمد بن عبدالوہاب کا ذکر آجائے تو ان کے نام کے ساتھ "شیخ" جیسا عام لقب لگانا بھی گوارا نہیں کرتے اور نہ ہی کلمہ ترحم ان کے لئے استعمال کرتے ہیں، اس سے اندازہ لگائیں کہ ابن عربی کے ساتھ ان کی محبت و عقیدت اور شیخ ابن عبدالوہاب سے ان کی بے زاری کا کیا عالم ہے۔

کہاں ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے وہ متبعین جن کو برصغیر کے غیر مقلدوں کے نفاق نے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے، ایک طرف ابن تیمیہ کی اتباع کا ڈھونگ اور دوسری طرف درپردہ ان کے موقف کی سخت مخالفت! جن کا یہ جھوٹا دعویٰ ہے کہ وہ ہندو

پاک میں شیخ ابن تیمیہؒ کی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں اور انہوں نے یہاں سلفیت کا علم بلند کیا ہے، کہاں سلفیوں کا موقف اور کہاں غیر مقلدین کا موقف!

غیر مقلدین کے نزدیک ابن عربی "خاتم الولایہ المحمدیہ" جیسے بلند مقام پر فائز ہیں جبکہ علامہ ابن تیمیہ اور سلفیوں کے نزدیک وہ ایک زندیق ہیں، ان دونوں کے موقف میں کس قدر تضاد ہے، دونوں نظریوں میں کتنا بعد ہے!! علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وکذا لفظ "خاتم الاولیاء" باطل لا اصل لہ یعنی "خاتم الاولیاء" کا لفظ باطل اور بے اصل ہے۔

اور فرماتے ہیں:

> وخاتم الاولیاء فی الحقیقۃ آخر من تقی یکون فی الناس۔
>
> "خاتم الاولیاء در حقیقت لوگوں میں سے سب سے آخری متقی شخص ہوگا"۔

یہ ہے علامہ ابن تیمیہ کا مذہب، جب کہ برصغیر کے غیر مقلدین کا مذہب بلاد عربیہ میں پٹرول کے ظہور سے پہلے شیخ ابن عربی کے متعلق یہ تھا کہ وہ "خاتم الولایہ المحمدیہ" ہیں،

ہمیں اس بات سے یہاں قطعاً بحث نہیں کہ یہ لفظ علمائے غیر مقلدین میں دوسرے کون کون حضرات استعمال کرتے ہیں، یہاں مولانا نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کے متعلق بتانا مقصود ہے کہ وہ اس کلمہ کو استعمال کرتے تھے اور ان کا یہ عقیدہ تھا مولانا نذیر حسین صاحب غیر مقلدین میں بڑا اونچا مقام رکھتے ہیں، سنن ابی داؤد کی شرح غایۃ المقصود کے مصنف ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "اگر میں مقام ابراہیم اور رکن کعبہ کے درمیان کھڑا ہو کر قسم کھالوں کہ میں نے اپنی آنکھ سے علم، عبادت، زھد، صبر، سخاوت، بردباری اور اخلاق میں اس کا مثل نہیں دیکھا اور نہ ہی خود اس نے اپنا مثل دیکھا ہے تو میں حانث نہیں ہوں گا...... وہ "بحر العلوم" "معدن الحلم" "شیخ الاسلام" "مفتی الانام" "محدث العصر" "فقیہ الدھر" "رئیس الاتقیاء" "قدوۃ النجباء" "امام

اجل" "شیخ العرب والعجم" "عمدة المفسرین" "زبدة السالکین" صاحب کرامات اور قابل فخر مراتب و مقامات کے مالک تھے۔"
(الحیاۃ صفحہ ۲۷۳)

اور "جہود مخلصہ" کے مؤلف ان کے متعلق فرماتے ہیں:

"اور اس علمی و اصلاحی تحریک (یعنی غیر مقلدین کی تحریک) کی قیادت اپنے زمانہ کی دو مجدد شخصیتوں نے فرمائی ایک نواب صدیق حسن خان اور دوسرے مولانا نذیر حسین محدث دہلوی۔"
(جہود مخلصہ صفحہ ۹۳)

ابن عربی کے ساتھ حشر میں اٹھنے کی تمنا

جیسا کہ ماقبل کی عبارتوں سے آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ نواب صدیق حسن خان علمائے غیر مقلدین کے اکابر اور اس جماعت کے بنیادی ارکان میں شمار ہوتے ہیں، مذہب اور دین کے سلسلہ میں ان پر اعتماد کیا جاتا ہے "الرحیق المختوم" کے مصنف نے ان کی تعریف میں یہاں تک لکھا ہے کہ "انه من ملا الافاق علما ومعرفة" یعنی آپ نے آفاق کو علم و معرفت سے بھرا ہے، غیر مقلدین انہیں بڑے ضخیم القاب سے یاد کرتے ہیں جن سے انکا علمی مرتبہ اور انکی حیثیت نمایاں ہو جاتی ہے، چند القاب ملاحظہ ہوں:

"السيد الامام" "العلامة الهمام" "ابوالبطين" الحائز الشرفين" "السامی على الفرقدين" "صدر العلماء المسندين" "عظيم المقدار" الذی افتخرت به بو فال على جميع الاقطار، وانتشرت، بجوده علوم السنة والاثار۔" (الروضۃ الندیۃ صفحہ ۱۱)

غیر مقلدین میں نواب صدیق حسن خان کی حیثیت کی وضاحت کے بعد ہم عرض کرتے ہیں کہ نواب صاحب شیخ ابن عربی کے بڑے معتقدین میں سے تھے اور وہ اللہ سے دعا کرتے تھے کہ ان کا حشر ابن عربی کے اصحاب کے زمرہ میں ہو، اس عظیم مقصد کے

حصول کے لئے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جاہ کا وسیلہ دے کر دعا کرتے تھے، انہوں نے اپنی کتاب "التاج المکلل" میں شیخ ابن عربی کا تذکرہ تقریباً سات صفحات میں بڑی تفصیل سے کیا ہے اور شیخ کی شخصیت کے بارے میں کئے جانے والے اعتراضات سے ان کے دفاع کی کوشش کی ہے اور حق یہ ہے کہ انہوں نے بڑا اچھا دفاع کیا ہے کیونکہ شیخ ابن عربی ان کے نزدیک بڑے بلند رتبہ اور عظیم حیثیت کے مالک ہیں، ان کے تذکرہ کے آخر میں لکھتے ہیں:

"وکلامی فی العمل بالدلیل، وطرح التقلید الضئیل فوق کلام الناس، وشغفه بذلك یفوق عن حصر البیان، فجزاه اللّٰه عنا وعن سائر المسلمین، وافاض علینا من انواره، وکسانا من حلل اسراره، وسقانا من حمیا شرابه، وحشرنا فی زمرة احبابه، بجاه سید اصفیاءِ، وخاتم انبیاءِ، صلی اللّٰه علیه وسلم، وشرف و کرم وعلم۔"

"ترک تقلید اور عمل بالدلیل کے سلسلہ میں شیخ ابن عربی کا کلام دوسرے لوگوں کے کلام سے فائق ہے اور اس بارے میں ان کا شغف اور ان کی دلچسپی احاطہ بیان سے بلند ہے، پس اللہ تعالیٰ انہیں ہماری طرف سے اور سب مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطاء فرمائے، ان کے انوارات سے ہمیں مستفیض فرمائے، ان کے اسرار و باطن کا لباس ہمیں پہنائے، ان کی شراب علم کی حرارت سے ہمیں سیراب فرمائیں اور ان کے احباب کے زمرے میں ہمارا حشر فرمائیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ و مرتبہ کے صدقہ میں ہماری یہ دعا قبول فرمائیں[1] " (التاج المکلل صفحہ ۱۸۰)

---

[1] یہی تو وہ توسل ہے جسے سلفی علماء شرک قرار دیتے ہیں، اس شرک کے مرتکب نواب بھوپالی کے متعلق علماء نجد و حجاز کا کیا فتوی ہے، عصر حاضر کے غیر مقلدین کا ٹولہ جو سلفیوں کی حمایت کا دم بھر رہا ہے کیا نواب صاحب پر شرک کا فتوی چسپاں کرے گا؟

شیخ ابن عربی کے متعلق علامہ زملکانی کی یہ تعریف بھی نقل کی ہے الشیخ محی الدین ابن عربی، البحر الزاخر فی المعارف الالھیۃ۔

"ایمان فرعون" کی بابت ابن عربی کے قول کی تاویل

نواب صدیق حسن خان فرعون کے ایمان کے متعلق شیخ ابن عربی کے قول کے بارے میں فرماتے ہیں:

"فرعون کے ایمان کے متعلق شیخ ابن عربی کے قول کی بعض علماء نے تاویلات کی ہیں کہ فرعون سے آپ کی مراد نفس ہے۔"

آگے کہتے ہیں:

"اس سلسلہ میں راجح مذہب جسکو علم و عمل اور شریعت و طریقت کے جامع محقق علماء نے اختیار کیا ہے یہ ہے کہ شیخ کے بارے میں سکوت اختیار کیا جائے، ظاہر شرع کی وجہ سے ان کے کلام کو اچھے معنی پر محمول کیا جائے، ان کی تکفیر سے زبان کو روکا جائے، آپ کے علاوہ دوسرے مشائخ کی تکفیر سے بھی زبان روک لینی چاہئے جن کا دین کے سلسلہ میں تقوی مسلم اور جن کا علم دنیا میں مسلمانوں کے درمیان ظاہر و باہر ہو اور جو عمل صالح کی بلندی پر ہو۔" (التاج صفحہ۱۷۹)

اسی بات کی تاکید کرتے ہوئے آگے لکھتے ہیں:

"صحیح بات جسکو مجدد الف ثانی، شیخ سرہندی، حضرت شاہ ولی اللہ اور علامہ شوکانی نے اختیار کیا ہے یہ ہے کہ شیخ ابن عربی کا وہ کلام قبول کیا جائے جو کتاب و سُنّت کے ظاہر کے موافق ہے اور ان کے اس کلام میں تاویل کی جائے جو کتاب و سُنّت کے ظاہر کے مخالف ہے، ان کے اس قسم کے کلام کو اچھے معنی پر محمول کر کے تاویل کی جائے اور اس طرح کی کوئی بات نہ کہی جائے جو اہلِ علم اور

اصحاب ہدایت کے شایان شان نہ ہو"۔ (التاج صفحہ۱۷۹)

ابن عربی اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں

نواب صدیق حسن لکھتے ہیں:

"وبالجملة فما له من المنامات والكرامات لاتحصره مجلدات، وهو حجة الله الظاهرة وآياته الباهرة۔"

"خلاصۂ کلام یہ کہ شیخ ابن عربی کے خوابوں اور کرامات کا احاطہ کئی جلدوں میں بھی نہیں ہو سکتا، وہ اللہ کی ایک ظاہری حجت و دلیل اور واضح نشانیوں میں سے ہیں۔"

اسلام میں ان کے عالی مقام کے اظہار کے لئے نواب موصوف نے قاموس کے مؤلف مجد الدین فیروز آبادی کا ان کے متعلق یہ قول بھی نقل کیا ہے:

"انه كان شيخ الطريقة حالاً وعلماً، وامام الطريقة اسما ورسما حباب لاتكدره الدلاء، وسحاب لا تتقاصر عنه الانواء، كانت دعوته تخترق السبع الطباق، وتفترق بركاته فتملا الافاق۔"

"شیخ ابن عربی شان اور علم کے لحاظ سے طریقت کے شیخ اور اسم تصوف و حقیقت کے اعتبار سے طریقت کے امام تھے، کام اور نام کے اعتبار سے علامات معارف کو زندہ کرنے والے تھے، وہ ایک ایسا چشمہ تھے جس کو ڈول مکدر اور گندا نہیں کر سکتے اور ایسا بادل تھے جس سے پچھتر بھی گریز نہیں کرتے تھے، آپ کی دعا سات آسمانوں کا پردہ چاک کر دیتی تھی اور آپ کی برکات نے پھیل کر آفاق کو پر کر دیا تھا۔" (التاج المکلل: ۱۷۶،۱۷۷)

حیرت ہے سلفیوں کی سادگی پر کہ وہ خود تو ابن عربی کو زندیق اور گمراہ سمجھتے ہیں لیکن اسی ابن عربی کو "حجۃ اللہ الظاهرة" اور "خاتم الولایۃ المحمدیہ" جیسے القاب سے یاد کرنے

والے غیر مقلدین کی بھرپور مالی امداد کرتے ہیں یہ غیر مقلد ٹولہ کی شاطرانہ پالیسی کا ادنی کمال ہے!!!

ابن عربی کے مزار سے حصولِ برکت

غیر مقلدین کے امام نواب صدیق نے ابن عربی کی مقبولیت کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کرانے کے لئے یہ بات بھی لکھ دی ہے شیخ ابن عربی کی قبر سے لوگ تبرک حاصل کرتے تھے، اس سلسلہ میں انہوں نے مقری کا یہ قول نقل کیا ہے:

> ”میں نے شیخ ابن عربی کی قبر کی زیارت کی ہے اور کئی بار اس سے تبرک حاصل کیا ہے، آپ کی قبر پر انوار و برکات کے آثار نمایاں نظر آئے اور وہاں مشاہدہ کئے جانے والے عظیم احوال سے کوئی منصف مزاج آدمی انکار نہیں کر سکتا۔“ (التاج المکلل: ۱۷۸)

کیا اس کلام میں لوگوں کو اس بات کی دعوت نہیں دی گئی اور ان میں اس بات کا جذبہ نہیں ابھارا گیا کہ وہ برکت حاصل کرنے کے لئے صلحاء کی قبروں کی زیارت کریں، ہم تفصیل سے گفتگو کر چکے ہیں کہ قبروں کی زیارت، ان سے تبرک اور اہلِ قبور سے استعانت غیر مقلدین کے عقیدہ میں جائز ہے، اپنے مقام میں یہ گفتگو آپ ملاحظہ فرمائیں۔

علمائے غیر مقلدین شیخ ابن عربی کے مقام اور مرتبہ کو اسی طرح خراج تحسین پیش کرتے رہے ہیں، حتیٰ کہ آپ کی قبر سے تبرک کو بھی جائز قرار دیتے ہیں، اگر ان کے نزدیک یہ تبرک جائز نہ ہوتا تو نواب صاحب موصوف ابن عربی کے مرتبہ و مقام کو سراہتے ہوئے مقری کا یہ قول ذکر نہ کرتے اور اگر ذکر کرتے بھی تو اس کا رد اور بطلان ضرور ذکر کرتے۔

یہ ہے غیر مقلدین کا حقیقی مذہب اور یہ ہے ابن عربی اور فرعون کے ایمان اور وحدۃ الوجود کے بارے میں ان کے مذہب کے متعلق غیر مقلدین کا سچا موقف!

لیکن آج کے دور کے غیر مقلدین شیخ ابن عربی کے بارے میں اپنے علماء اور اکابر کے

مذہب پر اور شیخ کے ساتھ ان کے اعتقاد پر ہزار پردے ڈالتے ہیں، لوگوں پر یہ بات بالکل واضح ہونے نہیں دیتے کہ شیخ ابن عربی کے متعلق ان کے ان اکابر علماء کا کیا موقف رہا ہے جن پر ان کے مذہب کا دارومدار ہے۔ بلکہ ان کی کوشش یہ ہے کہ بلاد عربیہ میں سلفی جماعت کے ان علماء کے سامنے جن کو تصوف اور صوفیاء کے بارے میں غیر مقلدین کے عقائد کی حقیقت کا علم نہیں اور جو ان کے علماء کی تالیفات سے ناواقف ہیں یہ ثابت کریں کہ ان کا وہی مذہب ہے جو سلفیوں، شیخ ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم اور محمد بن عبدالوہاب رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔

لیکن یہ جاہل جانتے نہیں کہ اللہ جل شانہ جھوٹ اور جھوٹوں کو پسند نہیں کرتا اور یہ کہ لوگوں پر ان کے جھوٹ اور دھوکہ کا فریب زیادہ دیر نہیں چل سکے گا بلکہ کوئی کھڑا ہو کر ان کے سیاہ چہروں سے پردہ چاک کر کے ان کے جھوٹ و نفاق کا پول کھول کے رکھ دیگا۔

شیخ ابن عربی کی تعظیم و تقدیس کے متعلق غیر مقلدین کے اکابر علماء و مشائخ جن پر ان کے مذہب و عقیدہ کا دارومدار ہے کے کلام سے ان واضح اور روشن شہادتوں کے بعد اس دعوی میں ان کے جھوٹ و نفاق کی وضاحت کے لئے کیا کسی دوسری چیز کی ضرورت ہے کہ ان کا صوفیاء اور تصوف سے کوئی تعلق نہیں اور وہ شیخ ابن عربی اور فلسفۂ وحدۃ الوجود کے بارے میں شیخ ابن تیمیہ کے مذہب پر ہیں جبکہ شیخ ابن عربی کے متعلق ان کے اکابر کا اعتقاد آپ نے پڑھ لیا، ان کے نزدیک وہ "حجۃ اللہ" "اللہ کی واضح نشانی" "خاتم الولایۃ المحمدیہ" "عمل صالح کی بلندی" اور بڑے بلند مقامات و درجات پر ہیں، اب موجودہ دور کے غیر مقلدین کے مذکورہ دعوی کو سفید جھوٹ کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ روئے زمین پر شیعوں کے بعد اسلام کا مدعی کوئی فرقہ ہمیں ایسا نہیں معلوم جو کذب و نفاق اور دجل و فریب میں فرقۂ غیر مقلدیت تک پہنچا ہو اللہ تعالیٰ ہی ان سے ان کے کرتوتوں کا محاسبہ کریں گے۔

اس سے بڑھ کر جھوٹ اور کیا ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ علمائے دیوبند کو بریلویوں اور قبر پرستوں کی طرف منسوب کرتے ہیں اور ان کی طرف ان عقائد کی نسبت کرتے ہیں جن سے علمائے دیوبند کا قطعاً کوئی تعلق نہیں جن کا کبھی انہوں نے اعتقاد نہیں رکھا، یہ لوگ

مبتدعانہ عقائد ان جلیل القدر علماء اور مشائخ کی طرف منسوب کرتے ہیں جنہوں نے اپنی پوری زندگیاں ان ہی عقائد کی تردید میں اور قبر پرستوں اور مبتدعین کے رد میں فنا کیں اور اس سلسلہ میں مستقل ایک مکتبہ اپنے پیچھے چھوڑا۔



عقیدۂ وحدۃ الوجود اور غیر مقلدین

شیخ ابن عربی کے متعلق فرقۂ غیر مقلدین کے مذہب پر تفصیلی کلام کرنے اور ان کے موقف کی وضاحت کرنے کے بعد اس بات کی ضرورت نہیں رہتی کہ عقیدۂ وحدۃ الوجود کے بارے میں غیر مقلدین کے مذہب کے لئے مستقل عنوان قائم کیا جائے لیکن چونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ عصر حاضر میں غیر مقلدین بڑے وسیع پیمانہ پر اس بات کی پبلسٹی کر رہے ہیں کہ برصغیر میں یہی لوگ سلفی، توحید کے داعی، تصوف کے منکر اور ابن عربی اور عقیدۂ وحدۃ الوجود سے براءت کا اعلان کرتے ہیں، اس لئے ہم عقیدۂ وحدۃ الوجود کے متعلق ان کے موقف پر مزید اور مستقل روشنی ڈالنا چاہتے ہیں لیهلك من هلك عن بينة ويحيى من حيى عن بينة۔

فرقۂ غیر مقلدین کے رئیس نواب صدیق حسن خان فرماتے ہیں:

> ”شیخ عارف محی الدین ابن عربی صاحب فتوحات مکیہ نے ابن حزم کی تعریف کی ہے اور دو سو تینتیس باب میں صفحہ ۶۷۴ پر کہا ہے ”یہ وصال کی انتہاء ہوتی ہے کہ چیز اس چیز کا عین بن جائے جو ظاہر ہے اور معلوم نہ ہو کہ یہ وہی چیز ہے (یعنی ایک چیز دوسری چیز میں اس طرح ظاہر ہو کہ پہلی چیز کا بالکل پتہ نہ چلے) جیسا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ ابن حزم سے معانقہ فرما رہے ہیں اس طرح کہ ایک جسم دوسرے میں بالکل غائب ہے، نظر ایک ہی آرہا ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان کی طرف سے آپؐ ہی اس اتحاد اور وحدت کو ظاہر کر رہے ہیں یعنی دو کا ایک ہونا اور وجود میں کسی امر زائد کا نہ ہونا اسی کو ”اتحاد“ سے تعبیر کیا جاتا ہے“ (التاج المکلل: ۹۰)

اس کے بعد پھر یہ اشعار پڑھے:

توھم　　واشینا　　بلیل
فھم　　یسعی　　بیننا　　بالتباعد
فعانقتہ　　حتی　　اتحدنا　　تعانقا
فلما　　اتانا　　مارای　　غیر　　واحد

"رات کے وقت رقیب نے ہمارے درمیان دوری پیدا کرنے کی کوشش کی تو میں نے اپنے محبوب کے ساتھ اس طرح معانقہ کیا کہ ہم بالکل ایک ہو گئے جب رقیب آیا تو اسے ایک کے علاوہ دوسرا نظر نہیں آیا"۔

اسی مضمون کا ایک فارسی شعر نقل کرنے کے بعد نواب صاحب موصوف فرماتے ہیں:

"اور عجب نہیں یہی لوگ (اہلِ حدیث) محبت اور اتحاد والے ہوں بلکہ حق و انصاف کی بات یہ ہے کہ یہی لوگ وحدت مطلقہ کے مالک ہیں۔"

امید ہے اس قدر تفصیل یہ بات جاننے کے لئے کافی ہو گی کہ سلفیت کا دعوی کرنے والے غیر مقلدین شیخ ابن عربی اور عقیدۂ وحدۃ الوجود سے گہرا تعلق رکھتے ہیں، ان کے تمام اکابر اس کے قائل ہیں اور یہی ان کا مذہب ہے بلکہ ان کا تو عقیدہ یہ ہے کہ وحدۃ الوجود کتاب و سُنّت سے ثابت ہے اور یہ ایمانی توحید ہے اور آج کے دور کے غیر مقلدین اپنے اس دعوی میں بالکل جھوٹے ہیں کہ وہ علامہ ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کے مذہب پر ہیں۔
آخر میں وحدۃ الوجود کے قائلین کے بارے میں سلفی مفتی ابن العثیمین کا یہ فتوی پڑھئے اور عبرت حاصل کیجئے، آپ فرماتے ہیں:

"یہ وحدۃ الوجود کے قائلین ابن عربی، تلمسانی، ابن سبعین اور قولوی جیسے ملحدین کی فنا ہے یہ سب نصاری سے بھی بڑھ کر کافر ہیں۔"

نظریۂ وحدۃ الوجود اور ابن تیمیہ کی غلط فہمی

علامہ وحید الزماں اپنی مشہور کتاب "ھدیۃ المھدی" میں کہتے ہیں:

"فرقۂ صوفیہ وجودیہ جس میں شیخ ابن عربی ہیں یہ لوگ حلول اور خالص اتحاد کے قائل نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو عرش پر تمام مخلوق سے الگ ثابت کرتے ہیں، یہ لوگ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ من وجہ عین مخلوق ہیں یعنی وجود کی جہت سے، اس لئے کہ وجود صرف ایک ہے اور وہ حق تعالیٰ کا وجود ہے۔[۱] باقی تمام اشیاء اس ایک وجود کی وجہ سے موجود ہیں، ان کا کوئی مستقل وجود نہیں ہے، جیسا کہ متکلمین کہتے ہیں کہ یہاں دو وجود ہیں ایک وجود واجب اور دوسرا وجود ممکن...... اور حق تعالیٰ غیر مخلوق ہے من وجہ یعنی ماہیت اور ذات کی جہت سے، اس لئے کہ ممکن کی ذات اور اس کی ماہیت واجب کی ذات اور اس کی ماہیت سے متغایر ہے اور اس قول کے ذریعہ سے عام لوگوں کے ذہن میں جو بات ہے کہ خالق اور مخلوق کے درمیان معمار اور عمارت کی نسبت ہے اس مفہوم سے وہ فرار اختیا کرتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ بدیہی البطلان ہے کیونکہ حدوث عالم سے قبل حق تعالیٰ کے علاوہ کچھ بھی موجود نہیں تھا، تو اب یہ اشیاء کہاں سے وجود میں آئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کان اللّٰہ ولم یکن معہ شئی

---

[۱] حاشیہ میں ہے: "اسی لئے شیخ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے، اللہ تعالیٰ بذات خود عرش پر ہے، اور اس کا نور یعنی اس سے پھیلنے والا وجود تمام آسمانوں اور زمینوں کو شامل ہے، پس تمام اشیاء اسی کے وجود سے موجود ہیں" اور فصوص الحکم میں جو یہ کہا گیا ہے الحمدللّٰہ الذی خلق الاشیاء وھو عینھا" تو اس کے معنی ہیں کہ حق تعالیٰ کا وجود ہے نہ یہ کہ مخلوقات کا دوسرا وجود ہے جیسا کہ متکلمین کا خیال ہے چنانچہ شیخ نے "فتوحات" صفحہ ۱۲ میں اس کی تصریح کی ہے۔" (صفحہ ۵۰)

"اللہ تعالیٰ (کائنات کی خلقت سے قبل) تھا اور اس کے ساتھ کوئی اور چیز نہ تھی"۔

علامہ ابن تیمیہ نے ابن عربی پر بڑا سخت رد کیا ہے، حافظ اور تفتازانی نے ان کی اتباع کی ہے لیکن میرے نزدیک حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرات شیخ ابن عربی کا مطلب نہیں سمجھ سکے، ان کی مراد سمجھنے میں انہوں نے غور نہیں کیا، "فصوص" میں شیخ کے ظاہری الفاظ انکو نامانوس لگے، اگر یہ حضرات "فتوحات" میں غور کرتے تو جان لیتے کہ اصول اور فروع دونوں کے اعتبار سے شیخ اہلِ حدیث ہیں اور ارباب تقلید پر بڑا سخت رد کرنے والوں میں سے ہیں"۔

(ہدایۃ المھدی: صفحہ ۵۰،۵۱)

ایک اور جگہ کہتے ہیں:

"شیخ مجدد الف ثانی نے فرمایا کہ میں شیخ ابن عربی کا مخالف اور اس مسئلہ میں انہیں خطاء اور غلطی پر سمجھتا ہوں لیکن اس کے باوجود وہ اللہ کے اولیاء میں سے ہیں اور جو شخص ان کی مذمت یا ان پر رد کرتا ہے وہ خطرے میں ہے۔"

ہمارے اصحاب میں نواب صدیق حسن خان نے فرمایا کہ شیخ محی الدین ابن عربی اور شیخ احمد سرہندی کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ دونوں اللہ تعالیٰ کے چیدہ بندوں میں سے ہیں، اور جن اعتراضات کا انہیں نشانہ بنایا گیا ہمیں ان کی کوئی پروا نہیں، ہمارے اصحاب میں سے علامہ شوکانی بھی اسی طرح کے بزرگ ہیں جنہوں نے بالآخر شیخ ابن عربی کی مذمت سے رجوع کر لیا تھا اور کہا تھا کہ میں نے "فتوحات" کو غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ "فصوص" میں شیخ کے کلام کو صحیح معنی و محمل پر محمول کیا جاسکتا ہے۔"

(ہدیۃ المھدی: ۵۰)

شیخ ابن عربی اور عقیدۂ وحدۃ الوجود کے بارے میں یہ ہے غیر مقلدین کا عقیدہ!!

وحدۃ الوجود کے متعلق یہ مستقل فصل "ہدیۃ المھدی" سے ہم نے نقل کی، تاکہ اس موضوع کے سلسلہ میں غیر مقلدین کا عقیدہ سمجھنے میں کسی قسم کا کوئی خفا نہ رہے۔

"خاتم الولایہ المحمدیہ" شیخ ابن عربی کا یہ کلام جس کو علامہ ابن تیمیہ سمجھ نہیں سکے اور اس پر رد کرکے خطرے میں پڑ گئے اور علمائے غیر مقلدین اسے سمجھ کر انہیں خاتم الولایہ المحمدیہ سمجھنے لگے، اس کلام کے بارے میں شیخ ابن عثیمین اپنے فتاوی میں کہتے ہیں:

> "تیسری قسم افناء الحادی اور کفری ہے اور وہ ہے، اللہ جل شانہ کے علاوہ ہر چیز کو اس طرح فناء سمجھنا کہ خالق کو عین مخلوق خیال کیا جائے اور موجود کو عین موجد سمجھا جائے، وہاں رب اور مربوب، خالق اور مخلوق، عابد اور معبود آمر اور مامور کا فرق نہ ہو بلکہ تمام ایک چیز ہو اور ایک عین ہو۔
>
> یہ ملحدین کا عقیدۂ فناء ہے جو وحدۃ الوجود کے قائل ہیں جیسے ابن عربی، تلمسانی، ابن سبعین اور قونوی وغیرہ ہیں، یہ لوگ نصاری سے بھی بڑھ کر کافر ہیں، دو وجہ سے، ایک تو اس لئے کہ انہوں نے رب خالق کو عین مربوب اور مخلوق بنا دیا جبکہ نصاری نے رب کو اس کے برگزیدہ بندہ کے ساتھ متحد بنا دیا ہے جو پہلے غیر متحد تھے، نصاری کے نزدیک دونوں کی ذات ایک دوسرے سے جداگانہ ہے صرف صفت ربوبیت میں اتحاد ہے نہ کہ ذات میں۔ دوسرے اس لئے کہ ان لوگوں نے اتحاد رب کو ہر چیز میں جاری کر دیا، کتوں میں، خنزیروں میں، میل کچیل اور گندگیوں میں جبکہ نصاری نے اتحاد رب کو صرف اس ذات کے ساتھ مخصوص کیا جسکی وہ تعظیم کرتے تھے، یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ان حضرات کے قول کا تو پھر تقاضہ یہ ہے کہ رب اور بندہ ایک شے ہوں، آکل اور ماکول (کھانے والا اور کھائی جانے والی چیز) دونوں ایک ہوں، ناکح اور منکوح ایک ہوں، مجرم اور قاضی ایک ہوں، مشہود لہ (جس کے

حق میں گواہی دی گئی ہو) مشہود علیہ (جسکے خلاف گواہی دی گئی ہو)
اور شاہد (گواہی دینے والا) یہ سب ایک ہوں اس کو انتہائی حماقت
اور ضلالت کے سوا اور کیا نام دیا جا سکتا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لوگوں نے یہ واقعہ بھی
نقل کیا ہے کہ ان میں سے کوئی ایک اپنے بیٹے کے پاس بدکاری کی
نیت سے آتا تھا اور کہتا تھا کہ وہ اللہ رب العالمین ہے، پس اللہ برا
کرے اس فرقہ کا کہ اس کا معبود جس کی وہ عبادت کرتا ہے وہی
اس کا موطوء اور بدکاری کا نشانہ ہو۔

(فتاوی ابن عثیمین جلد ۴ صفحہ ۲۴۲)



غیر مقلدین اور تصوف

تصوف اور اہلِ تصوف کے بارے میں علامہ ابن تیمیہ، شیخ ابن عبدالوہاب اور عام سلفیوں کا موقف ان کی کتابوں اور تصانیف سے بالکل عیاں اور واضح ہے اور وہ یہ کہ مروّجہ تصوف بالکل بدعت ہے اور سلف میں یہ طریقہ کہیں نہیں پایا جاتا ہے البتہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ مطلقاً تصوف کا انکار نہیں کرتے ہیں جیسا کہ ان کے فتاوی کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس تصوف کے منکر ہیں جو انسان کو کتاب و سُنّت سے ہٹا کر غیر شرعی امور میں مشغول کر دیتا ہے۔

لیکن چونکہ غیر مقلدین سلفیوں کے ساتھ انتہائی محبت اور ان کی صفوں سے انتہائی ملاپ کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے انہوں نے آزادی کے ساتھ تصوف پر حملے شروع کر دیئے ہیں اور عارفین اولیاء اللہ کی شان میں زبان درازی کرنے لگے ہیں تاہم یہ اپنے گھروں میں جو کچھ ہے اس سے جاہل ہیں یا اپنے آپ کو اس سے انہوں نے بتکلّف انجان بنا رکھا ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ انہوں نے قصداً اپنے آپ کو جاہل بنایا ہے اس لئے کہ ان کے متعلّق یہ کیسے سوچا جا سکتا ہے کہ انہیں اپنے اسلاف واکابر کے واضح اور بالکل ظاہر عقائد کا علم نہ ہو گا جن پر ان کے کمزور مذہب کا سارا دارو مدار ہے۔

عرب کے سلفی حضرات چونکہ اپنے عقائد میں مخلص ہیں اور ان کا عمل ان کے قول اور ان کے عقیدہ کے موافق ہے اس لئے تصوف اور اہلِ تصوف کے متعلّق وہ جو کچھ رائے رکھتے ہیں ہم ان پر نکیر نہیں کرتے ہیں، اسلام، ملت اسلامیہ اور کتاب و سُنّت کی تعلیمات کے لئے ہم انہیں مخلص سمجھتے ہیں اگرچہ ہمیں ان سے کئی مسائل میں اختلاف ہے لیکن اس سے ہمارے دلوں میں ان کے خلوص پر کوئی حرف نہیں آتا ہے۔

البتہ غیر مقلدین...... جنکی آنکھیں ریال و دینار کی چمک سے چکاچوند اور خیرہ ہیں.. .... اب جو یہ دعوی کر رہے ہیں کہ ان کا تعلّق سلفی جماعت سے ہے اور ان کا وہی عقیدہ ہے جو سلفیوں کا عقیدہ ہے ہماری گفتگو ان کے ساتھ ہے اس لئے کہ ہمیں پورا

یقین ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں، ان کا دعوی باطل ہے، ماقبل میں ان کی تلبیسات کی قلعی کھلی ہے اور کچھ کی وضاحت آئندہ صفحات میں کی جا رہی ہے۔

چونکہ ہمارے کئی سلفی بھائی ان کے فاسد عقید، اور تصوف کے متعلق ان کے موقف سے واقفیت نہیں رکھتے ہیں اس لئے ان پر ان کے جھوٹ کا فریب چل گیا ہے کہ یہ لوگ واقعی مذہب اور عقیدہ میں ان کے ساتھ ہم آہنگ ہیں، اس بناء پر ہم نے ضروری سمجھا کہ تصوف کے بارے میں ان کے موقف کو واضح کر دیں، ان کے گھروں میں داخل ہو کر وہاں کی تفتیش کریں تاکہ دنیا کے سامنے ان کا جھوٹ، نفاق اور دھوکہ کھل جائے۔

ہم عالم اسلام اور خصوصا سعودی عرب میں علامہ ابن تیمیہ اور شیخ ابن عبدالوہاب کے متبعین سلفی بھائیوں سے جنہیں غیر مقلدین نے جھوٹی حمایت کا مظاہرہ کر کے دھوکہ میں ڈال رکھا ہے امید کرتے ہیں کہ وہ تصوف کے بارے میں غیرمقلدین کے موقف اور ان کے شرکیہ عقائد کے سلسلہ میں فیصلہ کرتے ہوئے عدل و انصاف سے کام لیں گے، اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: اعدلوا هو اقرب للتقوى "عدل و انصاف کرو کیونکہ یہی بات تقویٰ سے زیادہ نزدیک ہے" ایک اور جگہ ارشاد ہے: یاایها الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط "اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو۔"

اور چونکہ کسی بھی مذہب کا ماخذ اکابر کا کلام ہوتا ہے، چھوٹوں کا کلام ماخذ نہیں بن سکتا اس لئے ہم یہاں غیرمقلدین کے اکابرین کے موقف کی تحقیق کرتے ہیں۔

بیعت اور غیر مقلدین

غیرمقلدین کے نزدیک مولانا سید نذیر حسین دہلوی کا مقام و مرتبہ آپ ماقبل میں پڑھ چکے ہیں، ان کے مقام کی وضاحت کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ یہ لوگ انہیں "شیخ الکل فی الکل" کے لقب سے یاد کرتے ہیں اور انہیں مجددین میں سے سمجھتے ہیں، آپ کے سوانح نگار نے اپنی کتاب "الحیات بعد الممات" میں آپ کی مجددیت، تصوف اور بیعت کے سلسلہ میں مستقل ایک باب لکھا ہے، آپ کی مجددیت پر خصوصیت کے ساتھ

قلـ - : ۱۱

ان کے یہ شیخ، ابن عربی کے بڑے حامیوں میں سے تھے اور وہ صوفیاء کے ہاں رائج تمام اعمال و اشغال پر عمل کرتے تھے، اپنی جماعت میں پیر طریقت تھے، لوگوں سے صوفیاء کے مروّجہ طریقہ پر بیعت لیا کرتے تھے، ان کے خاص شاگرد مولانا فضل حسین بہاری ان کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

"آپ کے یہاں بیعت کی تمام قسمیں رائج تھیں، سوائے بیعت الخلافہ، بیعت الجہاد[1]، بیعت ثبات فی القتال اور بیعت ہجرت کے، نیز مریدین کو ان کے حسب حال بیعت فرماتے تھے۔"

(الحیات بعد الممات صفحہ ۱۴۵)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"بنگال کے سفر میں آپ کی خدمت میں لاتعداد لوگ حاضر ہوئے اور سب آپ کے ہاتھ پر بیعت سے مشرف ہوئے۔"

(الحیاۃ بعد المماۃ صفحہ ۱۴۶)

غیر مقلدین کا مذہب ہے کہ درویشوں میں رائج بیعت کی اصل شریعت میں موجود ہے اور اس کو "بیعت توبہ" کہتے ہیں۔ (ہدیۃ المہدی صفحہ ۱۱۴)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"پنجاب میں آپ کے ہاتھ پر لوگ بیعت ہوئے، ایک دن لوگوں میں خطبہ دینے کھڑے ہوئے، سامعین بڑی تعداد میں تھے، خطبہ

---

[1] آپ انگریزوں کے وفاداروں میں سے تھے، انگریز کے ساتھ جہاد کو حرام سمجھتے تھے، اسی لئے برطانوی حکومت نے آپ کو "شمس العلماء" کے گرانقدر خطاب سے نوازا، آپ کے سوانح نگار نے بجا لکھا ہے "اور یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ میاں صاحب برطانوی حکومت کے مخالف نہیں تھے بلکہ اس کے وفادار تھے، ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں جب بعض گرامی قدر علماء نے انگریزوں سے جہاد کے واجب ہونے کا فتویٰ دیا تو اس وقت آپ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اس فتویٰ پر دستخط نہیں کئے"۔

(الحیاۃ بعد المماۃ صفحہ ۷۶)

سے فارغ ہونے کے بعد لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے، میں
عام لوگوں کو اجازت دیتا ہوں اور ان سے کہتا ہوں کہ "قرآن صغیر
کے ایک ختم پر پابندی سے عمل کریں جسکا طریقہ یہ ہے کہ اولاً
سورۃ فاتحہ پڑھی جائے، پھر سورۃ بقرۃ ابتدا سے "المفلحون" تک،
پھر "شھداللہ" والی آیت آخر تک، پھر "قل اللھم مالک الملک"
والی پوری آیت، پھر سورۃ حشر کی آخری تین آیات، پھر سورۃ
کافرون، سورۃ اخلاص اور آخر میں معوذتین۔"

ان آیات قرآنیہ کا نام "قرآن صغیر" رکھا گیا ہے ہمارے علم میں اہل سنت و جماعت میں سے کسی نے قرآن کو صغیر و کبیر میں تقسیم نہیں کیا ہے۔

کیا اس کے بعد بھی اس میں شک کی گنجائش رہتی ہے کہ بیعت کا رائج طریقہ فرقۂ غیر مقلدین کے اکابر کے حلقہ میں ہمیشہ متداول رہا ہے۔

دوسری شخصیت جس پر غیر مقلدین مختلف علوم اور فنون میں بکثرت تالیفات کی وجہ سے فخر کرتے ہیں، وہ نواب صدیق حسن خان کی شخصیت ہے، ان کے نزدیک یہ ایک مضبوط دلیل ہے جو حق ہی کہتا ہے اور کوئی بھی عمل بغیر دلیل کے نہیں کرتا ہے، وہ خود اپنے بارے میں کہتے ہیں:

"میں نے کوشش کی ہے کہ میرا عمل دلیل سے ہو اور میں نے
تقلید کو ایک گوشہ میں ڈالدیا ہے" (التاج المکلل صفحہ ۵۴۴)

لہٰذا آیئے، ذرا دیکھتے ہیں کہ تصوف کے بارے میں ان کا کیا عقیدہ ہے۔

اس سلسلہ میں اتنا عرض کروں گا کہ نواب موصوف کے پورے گھرانہ میں تصوف کا سلسلہ قدیم سے چلا آرہا تھا، بیعت ان کے گھر کا معمول چلی آرہی تھی، ان کے والد مولانا سید احمد شہیدؒ کے ہاتھ پر بیعت تھے اور وہ خود اور ان کے بیٹے نواب نورالحسن مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی سے بیعت تھے، خود ان کے والد صوفیاء کے طریقہ کے مطابق لوگوں سے بیعت لیا کرتے تھے، جن کے بارے میں نواب صاحب کہتے ہیں:

"انہوں نے مولانا سید احمد شہید بریلوی سے بیعت کی تھی۔"

آگے کہتے ہیں:

"آپ لوگوں کو اللہ کے دین کی ہدایت اور رہنمائی کیا کرتے تھے، آپ کے ہاتھ شریف پر بیعت ہونے والوں اور آپ کی رہنمائی سے ہدایت پانے والوں کی تعداد تقریباً دس ہزار ہے، آپ اللہ کی نشانیوں میں ایک واضح نشانی تھے" (التاج صفحہ ۲۹۲)

بہرحال صوفیاء کے طریق کی یہ بیعت نواب موصوف کے گھر میں معمول تھی، نواب صاحب غیر مقلدین کے سرخیل ہیں، ان کے والد بھی غیر مقلد تھے جنکے بارے میں وہ خود لکھتے ہیں:

کان عاملا بالدلیل، تارکا للتقلید، متمسکا بالسنۃ المطهرۃ فی کل جلیل و حقیر۔

"آپ دلیل کی بناء پر عمل کرنے والے، تقلید ترک کرنے والے اور ہر چھوٹی بڑی چیز میں سُنّت مطہرہ پر مضبوطی سے قائم رہنے والے تھے۔" (التاج صفحہ ۲۹۲)

مولانا اسماعیل سلفی فرماتے ہیں:

"ان سارے مرحلوں میں اہلِ حدیث نے اپنی روش نہیں بدلی، بلکہ فروع، عقائد اور تصوف میں صحابہ کا اتباع کرتے رہے۔"

(الانطلاق الفکری صفحہ ۹۷)

انہوں نے صوفیاء کے بارے میں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ "صوفیاء کی نسبت بہت بڑی غنیمت ہے۔"

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اس تصوف کو ناپسند کرتے تھے جس میں ریاء کا شائبہ ہو اور بیعت کے سلسلے دنیا کمانے کے لئے ہوں۔" (الانطلاق صفحہ ۷۷ ۳)

تصوف کے بارے میں علمائے غیر مقلدین کے یہ اقوال ہیں، ہماری سمجھ میں یہ بات

بالکل نہیں آتی کہ موجودہ غیر مقلدین اپنے اکابر کے مذہب کے برخلاف تصوف سے کس طرح انکار کرتے ہیں، ہم ان بڑوں پر اعتماد کریں یا ان چھوٹوں کی بات پر.......؟

تصوف اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ

غیر مقلدین حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ برصغیر میں دعوت سلفیہ کے بانی، قائد اور امام ہیں، ان کی علمی، دینی اور اصلاحی خدمات کو سراہتے ہیں لیکن یہ بات بہت افسوسناک ہے کہ غیر مقلدین بڑی شدت کے ساتھ تصوف کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کے موقف اور صوفیہ اور اصحاب طریقت کے بارے میں ان کے عقیدہ کو چھپاتے ہیں۔

ان کا یہ کتمان اس خوف کی وجہ سے ہے کہ کہیں سادہ لوح لوگوں کے سامنے ان کے اس جھوٹے پروپیگنڈے کی حقیقت نہ کھل جائے کہ ان کا تعلق علامہ ابن تیمیہ، ابن قیم، شیخ ابن عبدالوہاب رحمہم اللہ اور سلفیوں کی جماعت سے ہے، شاید خدا کو اب یہی منظور ہے کہ اس فریب کا پردہ چاک ہو، ان مکاروں کے اصل چہرے فاش ہوں اور ایک عرصے سے ان کے دھوکہ میں مبتلا امت حقیقت حال سے واقف ہو۔

وہ تمام معمولات جو مشہور صوفیاء کے ہاں ہوتے ہیں حضرت شاہ صاحب کے گھر میں معمول بہا تھے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ خود تصوف کے بڑے بلند مقام پر فائز تھے، ان کی اور ان کی اولاد کی تالیفات میں شاید ہی کوئی تالیف ایسی آپ کو ملے جس میں تصوف سے متعلق اچھا خاصا کلام نہ ہو، حضرت شاہ صاحبؒ کی متعدد کتابیں خاص اسی موضوع پر ہیں، یہاں ہم ان میں سے بطور مثال تصوف اور اہلِ تصوف کے متعلق آپ کے مذہب کی وضاحت کے لئے آپ کی مشہور کتاب "القول الجمیل فی بیان سواء السبیل" کو ذکر کرتے ہیں۔

القول الجمیل کے مشتملات پر ایک نظر

پہلے کتاب کا تعارف خود شاہ صاحب کی زبانی:

"بندۂ ضعیف، مفتقر الی اللہ ولی اللہ بن شیخ عبدالرحیم ...... کہتا ہے یہ چند فصلیں ہیں جن میں طریقت کے اصول بیان کئے گئے ہیں اور بعض ایسے امور بھی جو ہمیں اپنے نقشبندیہ، قادریہ اور چشتیہ سلسلوں کے بزرگوں سے حاصل ہوئے ہیں"۔

(شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل صفحہ ۸)

"فصل اوّل: بیعت کے سُنّت ہونے کے بیان میں۔ اس فصل میں بیعت کی سنیت پر کتاب و سُنّت سے دلائل قائم کئے گئے ہیں۔

فصل دوم: اس بات کے بیان میں کہ بیعت کا سُنّت طریقہ کیا ہے؟ بیعت لینے والے شیخ اور ان کے مریدین کیلئے کیا شرائط ہیں وغیرہ۔

فصل سوم: سالکین کی تربیت کے بیان میں۔

فصل چہارم: مشائخ قادریہ کے وظائف کے بیان میں۔

فصل پنجم: مشائخ چشتیہ کے وظائف کے بیان میں۔

فصل ششم: مشائخ نقشبندیہ کے وظائف کے بیان میں[1]۔

فصل ہفتم: اس بات کے بیان میں کہ تمام سلاسل کا مال حصول نسبت ہے۔

فصل ہشتم: والد بزرگوار کے بعض افادات کے بیان میں۔ یہ فصل صوفیاء کے ان

---

[1] ان وظائف کے بارے میں اسی جماعت کے معتمد علیہ عالم تقی الدین ہلالی کا یہ بیان ملاحظہ فرمایئے، فرماتے ہیں:

"موحدین کا پیران طریقت کے اوراد و وظائف پر نکیر کرنا بدعات محدثہ پر نکیر کرنے کے مرادف ہے، آپ ہی بتایئے کہ ابوبکر صدیقؓ کو کون سا ورد دیا گیا، حضرت عمر کو کون سا ورد عطا ہوا، اسی طرح حضرت عثمان، حضرت علی اور دیگر صحابہ کو کون سا مخصوص وظیفہ دربار رسالت سے عطا ہوا، کیا صحابہ میں بھی صوفیانہ سلاسل تھے؟ کیا بکریہ، عمریہ، عثمانیہ، علویہ، جابریہ، سعودیہ نام کے سلاسل بھی دور صحابہ میں پائے جاتے تھے، "سبحانک ھذا بھتان عظیم" (السراج المنیر صفحہ ۴۰، ۴۱ منقول از "دیوبندیہ")

اذکار و وظائف اور تعویذات و عملیات پر مشتمل ہے جو شاہ صاحب کے خاندان میں معمول بہا تھے اور جن کے بارے میں "اللجنۃ الدائمۃ" ریاض اور علماء اہل سنت کا فتوی ہے کہ "یہ بدعت محدثہ ہیں، سوائے ان اوراد کے جن کی مشروعیت کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہو، کوئی ورد جائز نہیں۔ (فتاویٰ اللجنہ جلد۲ صفحہ ۱۸۴)

فصل نہم: شیخ اور مرید کے آداب کے بیان میں۔

فصل دہم: وعظ و تذکیر کے آداب کے بیان میں۔

فصل یازدھم: اس بات کے بیان میں کہ آداب طریقت کا سیکھنا سکھانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بسند صحیح متصل مشہور ثابت ہے۔

کتاب کے اندر کیا ہے؟ کس قسم کے مضامین پر وہ مشتمل ہے؟ یہ جاننے کیلئے مذکورہ بالا عنوانات پر ایک سرسری نظر بھی کافی ہے، مزید کچھ کہنے سننے کی ضرورت باقی نہیں رہتی، تاہم اس کتاب کے بعض اقتباسات بھی بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں تاکہ اس لامذہب دھوکہ باز ٹولہ کا اصلی چہرہ پہچاننے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رہ جائے۔

یہ شاہ صاحب محدث دہلوی کون ہیں؟ وہی جنہوں نے ہندوستان میں مذہب سلفی کو قائم کیا، سلفی تحریک کی قیادت کی اور غیرمقلدیت کی بنیادیں مستحکم کیں، جیسا کہ غیرمقلدین اس کا بڑا زوروشور سے دعوی کرتے رہتے ہیں، اگر واقعی بات ایسی ہی ہے تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ طائفۂ غیرمقلدین مذکورہ بالا اعمال سے اپنا دامن کیسے چھڑائے گا؟ کوئی راہ فرار ہے ہی نہیں، صرف بغلیں جھانکیں اور ہاتھ ملیں یا پھر شاہ صاحب کو اپنی جماعت سے باہر نکالیں اور ان کی کتابوں کو نذر آتش کریں۔

نسبت کے بعد فنا کا حصول

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تصوف کے مقامات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"پھر حصول نسبت کے بعد ایک اور ترقی و عروج ہے جسکو فناء فی اللہ اور بقاء باللہ کہتے ہیں اس عروج کو جو شخص چاہے تو وہ ہماری

باقی ساری کتابوں کی طرف مراجعت کرے"۔[ل] (القول الجمیل صفحہ ۱۰۱)

ہم عرض کرتے ہیں کہ یہ فناء جو ارباب سلوک کو حاصل ہوتی ہے یہ وہی فناء ہے جو سلفیوں کے نزدیک بدعت ہے، شیخ ابن العثیمین فرماتے ہیں:

"یہ جو فناء بعض ارباب سلوک کو حاصل ہوتی ہے یہ مختلف وجوہ سے ناقص ہے اولاً اس لئے کہ یہ فانی کے دل کی کمزوری کی دلیل ہے، ثانیاً اس لئے کہ یہ فنا انسان کو پاگلوں اور بے ہوشوں کی حالت کے مشابہہ بنا دیتی ہے ثالثاً اس لئے کہ اللہ کے نیک اور مخلص بندوں سے اس فناء کا وقوع ثابت نہیں، یہ تابعین کے زمانہ میں پیدا ہوئی اور بعض عبادت گذاروں سے اس کی وجہ سے عجیب وغریب واقعات صادر ہوئے۔

اور اگر اس فناء سے "فناء عن وجود السوی" یعنی اللہ تعالیٰ کے وجود کے سوا ہر چیز کا فانی ہونا مراد ہو تو یہ فناء الحاد اور کفر ہے اور اس کا قائل یہود ونصاریٰ سے بھی بڑھ کر کافر ہے۔"

(الدیوبندیۃ بحوالہ فتاویٰ ابن العثیمین جلد ۴)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ "القول الجمیل" میں ذکر کردہ وظائف اور معمولات کے متعلق بڑی وضاحت کے ساتھ فرماتے ہیں:

"یہ جو ہم نے وظائف اور معمولات ذکر کئے یہ میرے والد قدس سرہ کے اختیار کردہ ہیں۔" (القول الجمیل صفحہ ۸۷)

ل حاشیے پر کتابوں میں سے خاص طور سے "حجۃ اللہ البالغہ" کا نام ذکر کیا گیا ہے "جہود مخلصہ" کے مؤلف لکھتے ہیں: "شاہ صاحب نے تصوف کے موضوع پر ابتدائی زمانہ میں جو کتابیں لکھی ہیں ان سے ہمیں کوئی سروکار نہیں" مؤلف یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ تصوف کے موضوع پر شاہ صاحب کی تالیفات ان کے ابتدائی دور کی ہیں، لیکن شاہ صاحب کے مذکورہ بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی خالص تصوف کے موضوع کی حامل کتاب "القول الجمیل" آپ کی بہت سی کتابوں حتی کہ "حجۃ اللہ البالغہ" کے بعد کی تصنیف ہے جسکا حوالہ حاشیہ پر دیا گیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ اور شیخ ابن عبدالوہاب کے مخلص اور سچے اتباع کرنے والے ہمارے سلفی بھائیو! کیا یہ تمام وظائف اور عقائد جنہیں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے ان میں کوئی بھی تمہارا عقیدہ ہے اور کیا سلفیوں کے عقیدہ کے ساتھ ان کا کچھ بھی تعلق ہے، اگر جواب نفی میں ہے اور نفی کے سوا کوئی جواب ہو ہی نہیں سکتا، تو غیر مقلدین کا یہ فرقہ کب تک تمہارے سایۂ عاطفت میں پلے اور بڑھے گا اور کب تک آپ کے ہاں ان کو یہ قربت کا درجہ حاصل رہے گا؟ یہ آپ کو دھوکہ دیتا رہے گا اور ان کا دھوکہ اور نفاق تم پر نہیں کھلے گا؟ اس کے باوجود کہ انہوں نے وہ تمام عقائد قبول کئے ہیں جو آپ کے عقیدہ میں کفر اور شرک ہیں۔

یہ بات انتہائی افسوسناک ہے کہ اسلامی عرب ممالک میں جماعت سلفیہ کے علماء کو دین، عقیدہ اور تصوف کے متعلق اس فرقہ کے موقف پڑھنے کی فرصت میسر نہیں آئی ہے یا ان کی اپنائیت کے جھوٹے دعووں کے فریب میں آکر انہوں نے خود اس کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

اگر سلفی علماء اس طرح کر لیتے اور ان کے مذہب اور عقائد کا مطالعہ کر لیتے تو اس فرقہ کے ساتھ انکا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہوتا جو اب ہے، اس کے خلاف وہی فیصلہ کرتے جسکا وہ مستحق ہے اور اس کو اپنے سے دور ہٹاتے۔

سلاسل صوفیاء نبیؐ کے حضور میں

جیسا کہ ماقبل میں یہ بات بار بار دہرائی گئی کہ طائفۂ غیر مقلدین شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کو ہندوستان میں اپنی تحریک و دعوت کا امام اور بانی قرار دیتا ہے اور آپ کی طرف انتساب کو سرمایۂ افتخار تصور کرتا ہے، نیز آپ نے کتاب و سُنّت کی جو خدمات انجام دیں اور تقلید و اہلِ تقلید کے رد میں جو کام کئے اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

چنانچہ غیر مقلدین کے ٹولہ میں شاہ صاحب کا وہی مقام و مرتبہ ہے جو کسی جماعت میں اس کے بانی و امام کا ہوتا ہے، یعنی جو مرتبہ سلفیوں کے یہاں محمد بن عبدالوہاب کا،

حنفیوں کے یہاں امام ابوحنیفہ کا، شوافع کے یہاں امام شافعی کا ہے بعینہ وہی مرتبہ غیر مقلدین کے یہاں امام ولی اللہ محدث دہلویؒ کا ہے، آپ کا قول قول فیصل آپ کا بیان شفاء القلوب، اور آپ کی حجت حجت قاطعہ تصور کی جاتی ہے، اور بلاشبہ آپ کی عظیم الشان خدمات کو جتنا بھی سراہا جائے اور ان پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔

لیکن اس وقت ہماری حیرت کی انتہا نہیں رہتی جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ شاہ صاحب کے مذہب اور عقیدہ کی صحیح تصویر پیش نہیں کرتے اور آپ کے نظریات کے بہت سے پہلوؤں کو چھپا کر صرف ایک پہلو کو خوب اجاگر کرتے ہیں اور وہ ہے "رد تقلید واہلِ تقلید"۔

مزید حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ لوگ اس پہلو کو بھی کاٹ چھانٹ کر اپنے مقصد کے مطابق بنا کر پیش کرتے ہیں کیوں کہ شاہ صاحب نے مطلق تقلید کو حرام نہیں کہا ہے بلکہ ان کے نزدیک صرف ان مجتہدین کے لئے تقلید حرام ہے جو کتاب و سنت، فقہ، اصول فقہ، تفسیر و اصول تفسیر، ناسخ، منسوخ وغیرہ کی معرفت تامہ رکھتے ہوں اور اس عامی پر تقلید واجب ہے جس کے اندر اہلیت اجتہاد نہ ہو "عقد الجید" میں ابن حزم پر رد کرتے ہوئے شاہ صاحب فرماتے ہیں:

> "ابن حزم کا یہ کہنا کہ "تقلید حرام ہے اور کسی شخص کے لئے روا نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی انسان کے قول کو بلا دلیل اختیار کرے" یہ صرف اس شخص کے حق میں درست ہو سکتا ہے جس کے اندر اجتہاد کی اہلیت ہو اگرچہ ایک ہی مسئلہ میں، نیز اس شخص کے حق میں درست ہو سکتا ہے جس کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مکمل وضاحت کے ساتھ آجائے اور یہ بھی اسے معلوم ہو کہ وہ منسوخ نہیں ہے۔"

(صفحہ ۳۶)

نیز اسی کتاب میں فرماتے ہیں:

> "معلوم ہونا چاہئے کہ تقلید کی دو قسمیں ہے، واجب اور حرام"

(صفحہ ۳۶)

اس کے بعد دونوں قسموں کو تفصیل سے بیان کر کے عامی پر تقلید کو واجب قرار دیا ہے۔ اور اسی کتاب میں ایک باب کا ہمیں یہ عنوان نظر آیا۔

"باب: مذاہب اربعہ کو اختیار کرنے کی تاکید اور اس سے خروج پر تشدید و تغلیظ" اور فرمایا:

> "معلوم ہونا چاہئے کہ مذاہب اربعہ کو اختیار کرنے میں بڑی مصلحت ہے اور ان سے اعراض کرنے میں زبردست فتنہ ہے"۔
>
> (صفحہ۳۱)

یہ ہے امام ولی اللہ محدث دہلوی کا مذہب تقلید کے باب میں، اب غیر مقلدین کا یہ شور کہ شاہ صاحب تقلید کے مخالف تھے یہ ان کے کلام کے ساتھ زبردست خیانت ہے، یہ تو ایسا ہے جیسا کہ بعض لوگ "وانتم سکاری" کو حذف کر کے صرف "ولا تقربوا الصلواۃ" سے استدلال کرتے تھے۔

آیئے ہم آپ کو دکھائیں کہ شاہ صاحب کے کیسے کیسے عقیدوں پر پردہ ڈالا گیا ہے ذیل میں ملاحظہ ہوں تصوف اور اہلِ تصوف کے سلسلے میں آپ کے خیالات۔

تمام سلاسل صوفیاء اور مذاہب اربعہ جن کی تقلید غیر مقلد سلفیوں کے یہاں حرام ہے، سب ہروقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رہتے ہیں اور آپ کے یہاں ان میں سے کسی کو دوسرے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہوتی، شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

> "میں نے دیکھا کہ ائمۂ شریعت کے تمام مذاہب اور صوفیاء کے تمام سلاسل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے موجود ہیں اور یہ سب آپؐ کے یہاں ایک حیثیت پر ہیں، کسی کو کسی پر فضیلت حاصل نہیں ہے"۔

اس کے بعد فرمایا:

> "یہ سب "فیوض الحرمین" میں پوری تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے"۔ (القول الجلی صفحہ ۵۴)

القول الجلی یہ کتاب فارسی زبان میں شاہ صاحب کے مقالات کا مجموعہ ہے، جماعت غیر مقلدین کے یہاں یہ کتاب بڑی اہمیت کی حامل ہے، اس لئے کہ یہ شاہ صاحب کے اخیر زمانے کی لکھی ہوئی ہے جب شاہ صاحب نے تصوف سے توبہ کر لی تھی۔

(بزعم غیر مقلدین)

یہ بات ذہن نشین رہے کہ "القول الجلی" میں ذکر کردہ واقعہ حالت بیداری کا ہے، شاہ صاحب نے ان مذاہب و سلاسل کو خواب میں نہیں بیداری کی حالت میں دیکھا، کیا اس واقعہ میں حیات النبیؐ پر دلیل موجود نہیں؟

سلاسل صوفیاء کی تصدیق ائمۂ اہلِ بیت سے

شاہ صاحب فرماتے ہیں:

"میں نے ایک روز اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ان مزارات کی طرف توجہ کی جو نور کے سرچشمے ہیں، تو میں نے دیکھا کہ ان کا سلسلہ اصل اور یہ سلاسل اولیاء اس کی فرع ہیں"۔

(القول الجلی صفحہ ۵۷)

یہ بات اپنی جگہ واضح ہے کہ اس قسم کی توجہ اور مراقبہ سلفیوں کے نزدیک حرام اور ان شرکیہ اعمال میں سے ہے جن سے بندہ اسلام اور ایمان سے باہر ہو جاتا ہے لیکن جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ یہی مراقبہ حضرت شاہ صاحب کے یہاں جائز اور معمول بہا تھا، شاہ صاحب کے اس عمل کو سلفیت سے کوئی نسبت ہے؟ مگر غیر مقلدین دعوائے سلفیت کے باوجود حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمتہ کو اپنی جماعت کا بانی اور ان کی فکر کا حامل قرار دیں گے۔

قبروں کے پاس مراقبہ سلفیوں کے مذہب میں کتنا خطرناک ہے؟ یہ جاننے کے لئے شیخ حمود تویجری کی کتاب "القول البلیغ" اور ڈاکٹر تقی الدین ہلالی کی کتاب "السراج المنیر" کا مطالعہ کیا جائے، کچھ نمونہ دیکھتے چلئے، شیخ محمود تویجری لکھتے ہیں:

"اعمال شرکیہ میں سے یہ ہے کہ وہ لوگ قبروں کے پاس بیٹھ کر

کشف و کرامات اور روحانی فیوض و برکات کا انتظار کرتے ہیں، اور نبی اور ولی کے لئے دنیوی زندگی کا عقیدہ رکھتے ہیں نہ کہ برزخی زندگی کا۔" (الدیوبندیہ بحوالہ القول البلیغ صفحہ ۶۳)

اور ڈاکٹر ہلالی فرماتے ہیں:

"یہ صریح کفر اور اللہ کے ساتھ شرک ہے۔" (السراج المنیر)

تصوف، سلوک، روحانیت کے متعلق اس طرح کا کلام حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اور ان کے صاحبزادوں کی تصنیفات میں بکثرت پایا جاتا ہے جس سے یہ بات بالکل بے غبار ہو جاتی ہے کہ اس سلسلہ میں ان کا مذہب، شیخ محمد بن عبدالوہاب کے متبعین سلفیوں کے مذہب سے بالکل متضاد ہے، غیر مقلدین اور ان کے علماء و اکابر کے دعوی کے مطابق حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ہندوستان میں سلفی مذہب کے مؤسس اور بانی ہیں، اگر یہ حقیقت ہے تو موجودہ لامذہب ٹولہ سلفیوں کے عقیدہ کے مطابق ان گمراہیوں اور شرکیات سے کس طرح جان چھڑائے گا جن پر حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تالیفات مشتمل ہیں، ہزار جتن کیوں نہ کریں لیکن ان باتوں سے اسی وقت خلاصی پاسکے گا جب حضرت شاہ صاحب سے اپنی براءت کا اظہار کردے۔

ابدال کے متعلّق غیر مقلدین کا عقیدہ

ابدال کے متعلق جو یہ منقول چلا آرہا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے بندوں کی خدمت کے لئے مقرر ہوتے ہیں سلفیوں کے ہاں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور یہ از قبیل شرکیات و خرافات ہے، لیکن غیر مقلدین کا عقیدہ یہ ہے کہ ابدال اللہ تعالیٰ کے وہ بندے ہیں جن کے ذریعے دشمنوں کے خلاف مدد حاصل کی جاتی ہے اور نازل شدہ عذاب ٹالا جا سکتا ہے۔ چنانچہ علامہ وحید الزمان، شیخ محمد بن عبدالوہاب پر رد کرتے ہوئے کائنات میں ابدال و اولیاء اللہ کا تصرف ثابت کر کے کہتے ہیں:

"اور حدیث ابدال میں ہے کہ میری امت میں ابدال تیس آدمی ہوں گے، انہیں کی وجہ سے نظام ارض قائم ہے اور ان کی وجہ

سے تم پر نزول باراں ہوتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے"۔

(هدیۃ المهدی صفحہ ۲۷)

ابدال کے بارے میں یہی عقیدہ ہے غیر مقلدین کا، جبکہ ان کے متعلق سلفیوں کا مذہب وہ ہے جو شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے، آپ فرماتے ہیں:

"رہی بات ابدال کے بارے میں حدیث مرفوع کی تو زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ وہ حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے متعلق نہیں ہے۔" (فتاوی ابن تیمیہ جلد۱۱ صفحہ۴۴۱)

اور فرماتے ہیں:

"اس بات کے ہوتے ہوئے ابدال کا عقیدہ کیسے رکھا جا سکتا ہے کہ یہ ابدال جو افضل الخلق ہیں تمام کے تمام اہلِ شام میں ہوں گے، یہ بالکل باطل بات ہے۔" (حوالہ بالا)

آگے کہتے ہیں:

"اسی طرح جو لوگ چالیس ابدال کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ ان کی وجہ سے لوگوں کی مدد کی جاتی ہے اور انہی کی وجہ سے لوگوں کو رزق دیا جاتا ہے یہ بھی باطل قول ہے۔" (فتاوی جلد۱۱ صفحہ۴۴۲)

علامہ ابن تیمیہ اور ان کے متبعین سلفی حضرات ایک وادی میں اور غیر مقلدین دوسری وادی میں ہے۔

ابدال کے بارے میں یہ عقیدہ کہ ان کی وجہ سے دشمنوں کے خلاف مدد کی جاتی ہے، بارش ان کی وجہ سے سیراب کرتی ہے اس طرح کی دوسری باتیں سلفیوں کے عقیدہ کے مطابق شرک اور کفر ہیں جس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں، یہ مسئلہ کئی بار گذر چکا، ان کے مذہب میں یہ مسئلہ بالکل واضح ہے اس لئے مزید کلام کی ضرورت نہیں۔

خوارق عادات کا صدور اور ولایت

حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"خوارق عادات باتوں کا صدور، قوی تاثیرات کا ظہور، دعاؤں کی

قبولیت اور دفع بلیات اس مقام (ولایت) کے لوازم میں سے ہے،
حدیث قدسی میں اس معنی کی صراحت ہے اللہ فرماتا ہے اگر مجھ
سے مانگے گا تو میں اسے ضرور دوں گا اور اگر مجھ سے پناہ طلب
کرے گا تو میں ضرور اسے پناہ دوں گا۔" (صراط مستقیم صفحہ ۱۴)

لیکن سلفیوں کے عقیدہ میں مذکورہ باتوں کا قائل شخص کافر ہے، سلفی حضرات ایسے شخص کو ملت اسلام سے خارج سمجھتے ہیں، اس کے ساتھ نکاح کو حرام اور اس کے پیچھے نماز کو ناجائز سمجھتے ہیں۔

کیا ان دونوں عقیدوں اور ان دونوں مذہبوں میں ہم آہنگی اور موافقت کی کوئی صورت پیدا ہو سکتی ہے؟ لیکن غیر مقلدین یہ بات کہتے کہتے تھکتے نہیں ہیں کہ وہ سلفیوں کے مذہب پر ہیں اور ابن تیمیہ، ابن قیم اور ابن عبدالوہاب رحمہم اللہ کی جماعت سے متعلق ہیں۔

حدیث "من عادی لی ولیا...." کی تشریح

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب "حجۃ اللہ البالغہ"[1] میں فرماتے ہیں:

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث قدسی میں فرمایا کہ
اللہ جل شانہ فرماتے ہیں "من عادی لی ولیا فقد آذنتہ
بالحرب" جو شخص میرے ولی سے عداوت کرتا ہے میں اس
کے ساتھ اعلان جنگ کرتا ہوں۔

---

[1] یہ وہ مشہور زمانہ کتاب ہے جس کے بارے میں علمائے غیر مقلدین کو بھی اعتراف ہے کہ اسرار حکم کے موضوع پر اس کی کوئی نظیر نہیں، "جھود مخلصہ" کے مؤلف کا بیان ملاحظہ ہو:

"اصول دین، اسرار شریعت اور فقہ حدیث کے موضوع پر ایک نادر المثال کتاب ہے جس میں شاہ صاحب نے "اہل حدیث" اور "اہل الرائے" کے مابین فرق ظاہر کرنے کے لئے ایک فصل خصوصی طور سے قائم کر کے اس موضوع پر اچھی بحث کی ہے۔" (صفحہ ۷۷)

میں کہتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ کی محبت کا عکس ملاء اعلی کے نفوس پر جو بمنزلہ آئینوں کے ہیں پڑتا ہے، پھر اہلِ ارض میں سے کوئی شخص اس کی مخالفت کرتا ہے تو ملاء اعلی کو وہ مخالفت محسوس ہوتی ہے، جس طرح ہم میں سے کسی کا قدم آگ کی چنگاری پر پڑ جائے تو اس کی حرارت ہم کو محسوس ہو جاتی ہے، اس مخالفت کے محسوس ہونے کے بعد ملاء اعلی کے نفوس سے شعاعیں نکل کر نفرت اور عداوت کے طور پر اس مخالف کو محیط ہو جاتی ہیں اور وہ شخص خوار و ذلیل ہو جاتا ہے۔" (صفحہ۷۹ جلد۲)

اس حدیث کی یہ تشریح صوفیاء، مشائخ اور علمائے طریقت کے نقطۂ نظر سے اور عقیدۂ غیرمقلدین کے حوالہ سے خواہ کتنی ہی درست اور صحیح کیوں نہ ہو، تاہم ہم نہیں سمجھتے کہ شیخ ابن عبدالوہاب کے متبعین سلفی حضرات حدیث کی تفسیر کے اس صوفیانہ اسلوب پر راضی رہیں گے کیونکہ تصوف کی اصطلاحات کے یہ لوگ دشمن ہیں۔

تصوف اور اس کی ریاضتوں کا اثر

تصوف کی ریاضتوں اور وظائف کے متعلق سلفیوں کے عقیدہ کا بیان ماقبل میں گذر چکا ہے، ان کے نزدیک یہ سب بدعت اور بعد کی پیداوار ہیں جنکا نہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے زمانہ میں وجود تھااور نہ ہی کتاب و سُنت سے ان کے بارے میں کوئی دلیل پائی جاتی ہے۔

لیکن حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے عقیدہ میں ان ریاضتوں اور وظائف کی بڑی عجیب تاثیر ہے انسان کی حالت کو ایک ایسی حالت کی طرف بدلنے میں جو فرشتوں کی حالت کے مشابہہ ہوتی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"ان سخت ریاضتوں کے بعد بعض استعداد والوں میں ایک ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے جو ملائکہ سفلیہ کی حالت کے مشابہ ہوتی ہے اور بعض کو الہام ہونے لگتا ہے، بنی آدم کے معاملات میں یہ لوگ

فرشتوں کی طرح تصرف کرنے لگ جاتے ہیں، یہی لوگ ابدال ہوتے ہیں۔" (الطاف القدس: ۷۲)

سلفیوں کے عقیدہ کے حوالہ سے یہ کلام بڑا واضح ہے، اس پر ہم اپنی طرف سے کسی قسم کے تبصرہ کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

تصوف کی ریاضتوں سے خارق عادت امور کا حصول

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تصوف کی ریاضتوں اور وظائف کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اور ان میں بعض کو اس قسم کا الہام تو نہیں ہوتا تاہم بعض قوی مثالیہ شیئاً فشیئاً ان میں ظاہر ہوتے ہیں اور کشف، رؤیا صادقہ، غیبی آواز، طی ارض (یعنی زمین کی مسافت کی کمی) اور پانی پر چلنا...... اس طرح کے امور کا ظہور ان سے ہوتا ہے۔" (الطاف القدس: ۷۲)

یہ بات کئی بار گذر چکی ہے کہ اس طرح کے عقائد سلفیوں کے عقیدہ سے متصادم ہیں کیونکہ ان کے نزدیک یہ گمراہ، کفر اور تصوف کے خرافات ہیں، شیخ عبداللہ بن باز ان جیسی باتوں کے متعلق کہتے ہیں:

"ان امور کی کوئی اصل نہیں ہے، یہ ان کے کذب اور خرافات میں سے ہیں۔" (فتاوی ابن باز جلد۶ صفحہ۴۸)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"خلاصہ یہ کہ یہ امور ان خرافات میں سے ہیں جو بعض صوفیاء اور ان کے مشابہ لوگ کہتے ہیں جنہیں یہ زعم ہے کہ وہ اولیاء ہیں اور ان کی کرامتیں ہیں۔" (حوالہ بالا)

مجذوب، سالک، اور مرید کا تعارف

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اگر اس کو یقین و محبت، تہذیب نفس سے پہلے حاصل ہو جائے تو
اس کو "مجذوب" اور "مراد" کہتے ہیں اور اگر یقین و محبت کے
ظہور سے پہلے تہذیب نفس، توجہ اور ریاضت حاصل ہو جائے تو
اس کو "سالک" اور "مرید" کہتے ہیں۔" (الطاف القدس صفحہ ۸۶)

یہ آپ اور ہم جانتے ہیں کہ سلفی حضرات ان کلمات کے بارے میں کہتے ہیں کہ کتاب و سُنت میں ان کی کوئی اصل نہیں ہے، وہ انہیں خرافات سمجھتے ہیں اور ان کو ان کلمات سے بڑی وحشت ہے۔

لیکن غیر مقلدین کے عقیدہ میں یہ کلمات ولایت اور تصوف کے مقامات میں سے ہیں، جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب "الطاف القدس" اور دوسری کئی کتابوں میں اس کو ثابت کیا ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ بزعم خویش غیر مقلدین کے عقیدہ اور ان کے مذہب کے مؤسس ہیں لہٰذا جب تک حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کو غیر مقلدین اپنا امام، اپنی تحریک کا قائد اور اپنے مذہب کا بانی سمجھتے رہیں گے اس وقت تک نہ تو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تمام کتابوں کو آگ لگانا کسی غیر مقلد کے لئے ممکن ہے اور نہ ہی سلفیوں کے عقیدہ کے مطابق ان تمام کفریات اور شرکیات سے جان چھڑانا ان کے بس کی بات ہے، بخدا! غیر مقلدین کی اس پالیسی پر بڑا تعجب ہوتا ہے جب وہ سلفیوں کے ساتھ محبت اور وفاداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ شیخ ابن عبدالوہاب کے متبعین کے مذہب اور ان کے عقیدہ پر ہیں جبکہ دونوں عقیدوں کے درمیان بہت بڑی خلیج حائل ہے جس کو جان جوکھوں میں ڈال کر بھی عبور نہیں کیا جا سکتا، الّا یہ کہ غیر مقلدین اپنے مذہب کے مؤسس حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے عقیدہ سے براءت ظاہر کر دیں لیکن ایسا یہ لوگ کر نہیں سکتے ہیں۔



غیر مقلدین کے نزدیک شاہ ولی اللہؒ اور شاہ اسماعیلؒ کا مقام

گذشتہ صفحات میں ہم نے حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہما اللہ کا کلام بکثرت نقل کیا ہے، شاید کہ پڑھنے والے اکتا گئے ہوں گے لیکن یہ اس لئے کہ ہم ان دونوں بزرگوں کے بارے میں جانتے ہیں کہ غیر مقلدین کے ہاں ان کی بڑی اونچی حیثیت ہے اور وہ ہند کے دوسرے علماء اور مشائخ میں سے کسی اور کو ان کا ہمسر نہیں سمجھتے ہیں، غیر مقلدین کو یہ یقین ہے کہ ہندوستان میں غیر مقلدین کے مذہب کی بنیاد انہوں نے رکھی ہے اور ان دونوں نے ہندوستان کے باشندوں کو تقلید کی تاریکیوں سے اجتہاد کے نور کی طرف نکالا ہے، انہوں نے ہی کتاب اور سُنّت کے ستون مضبوط کئے اور آباء و اجداد کی تقلید کو ختم کر ڈالا۔

ہم یہاں غیر مقلدین کے ہاں ان دونوں بزرگوں کے مقام کی وضاحت کے لئے ان کے علماء کی بعض آراء ذکر کرتے ہیں۔ ”جہود مخلصہ“ کے غیر مقلد مؤلف لکھتے ہیں:

> ”شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی دعوت کا ظہور بارھویں صدی ہجری میں ہوا جب بدعتیں و خرافات اور رافضیت و شیعیت پھیل گئی تھی اور الحاد و زندیقیت تک پہنچانے والا تصوف رائج ہو گیا تھا۔“

(جہود مخلصہ صفحہ ٦٩)

آگے لکھتے ہیں:

> ”اس تاریک فضا میں اللہ تعالیٰ نے ہندوستان پر حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے وجود کے ذریعہ انعام کیا جنہوں نے اصلاح و دعوت کے لئے ایک نیا طریقہ مرتب کیا اور یہ طریقہ سلف صالح کے دین کی طرف رجوع اور عقیدہ، عمل اور فکر میں کتاب و سُنّت کو تھامنے کا تھا۔“ (صفحہ ٧٠)

مزید لکھتے ہیں:

"حضرت شاہ صاحب ظاہریہ اور حنفیہ کے موقف پر راضی نہیں تھے اس لئے آپ نے فقہ کے ان قواعد اور اصول پر تنقید کی جن سے حدیث کا ترک اور اس کا انکار لازم آتا ہے۔" (صفحہ ۷۲)

لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے آپ کے دروس اور آپ کی تالیفات سے خلق کثیر کو نفع پہنچایا جو آپ کے بعد سلف صالح کے دین کی طرف رجوع، اسلامی اور علمی روح اور آپ کے افکار کی نشرو اشاعت کے لئے سرگرم رہے۔" (صفحہ ۷۱، ۷۲)

اور مولانا اسماعیل سلفی اپنی کتاب "تحریک آزادی فکر" میں لکھتے ہیں:

"حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اور ان کے متبعین نے اس وقت علم و ہدایت کا مشعل اٹھایا اور محدثین اور فقہاء کے راستہ کی طرف رہنمائی کی۔" (تحریک آزادی فکر صفحہ ۵۵)

اور کہتے ہیں:

"یہ ایک عجیب بات ہے کہ فقہاء تقلید کو واجب سمجھتے ہیں اور جو اس کا قائل نہ ہو اس کو کافر کہتے ہیں، پھر کتاب و سُنّت کے نصوص میں تاویل کرتے ہیں جب وہ نصوص فقہاء کی آراء اور اقوال کے ساتھ متعارض ہوں ظاہر ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ جیسا آدمی ان کے اس موقف پر مطمئن نہیں ہو سکتے تھے اور نہ ہی لوگوں کو ان کی اس حالت پر چھوڑ سکتے تھے، چنانچہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے کتاب و سُنّت میں غور کرنے اور دوسرے امور سے صرف نظر کرنے کی دعوت دی، علوم شرعیہ میں ان کے تفوق نے ان کے اہداف و مقاصد کے حصول میں ان کی مدد کی۔"
(فکری آزادی صفحہ ۵۸)

اور حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب کہتے ہیں:

"میں اس دادا اور اس پوتے کا معتقد ہوں، یہ دونوں تنہا کتاب و سُنّت سے استنباط کرتے ہیں، اپنی رائے پر اعتماد کرتے ہیں اور زید و عمرو اور دوسرے علماء اور مصنفین میں سے کسی کی تقلید نہیں کرتے ہیں، ان دونوں کی تحریروں سے فیضان الٰہی ابل ابل کر ظاہر ہوتا ہے۔" (الحیاۃ بعد المماۃ صفحہ ۱۶۷، ۱۶۶)

"جہود مخلصہ" کے مؤلف حضرت سید اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے بارے میں کہتے ہیں:

"فرقۂ غیر مقلدین کے فکری اور علمی قائد، صاحب السیف و القلم امام شاہ اسماعیل دہلوی نے اپنی عظیم الشان کتاب "تقویۃ الایمان" توحید کے بارے میں اور شرک کے رد میں لکھی۔" (صفحہ ۸۷)

کتاب "الدیوبندیہ" کے مصنف نے انہیں "الامام العالم الربانی" اور "الداعیہ المجاہد" جیسے القاب سے ذکر کیا ہے، وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"وہابیت" کا لفظ ہمارے نجدی بھائیوں کے درمیان جنہوں نے شیخ محمد بن عبدالوہاب سے علم و خیر کا استفادہ کیا اور ہندوستان کے اہلِ حدیث کے درمیان جنہوں نے یہ نعمت اس تحریک کے امام اور داعی امام شاہ اسماعیل شہید بن عبدالعلی بن شاہ ولی اللہ سلفی سے حاصل کی مشترک ہے۔" (الدیوبندیہ صفحہ ۱۲)

مؤلف نے انہیں "مجدد وقت" سے موصوف کیا ہے۔

حضرت شاہ اسماعیل شہید اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمہما اللہ کے بارے میں علمائے غیر مقلدین جو کچھ کہتے ہیں ہم اس کا انکار نہیں کرتے ہیں کیونکہ یہ دونوں بزرگ علم، دین اور تجدید کے اس مرتبہ پر تھے بلکہ ہم ان دونوں کے بارے میں اس سے زیادہ کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

لیکن ...... جی ہاں "لیکن" جو عقائد اور تعلیمات ماقبل میں ذکر کئے گئے ہیں یعنی ان

دونوں بزرگوں کا صوفیانہ مزاج، شیخ ابن عربی اور طریقت کے شیوخ کی تعظیم، وحدۃ الوجود کا قول اور اولیاء اللہ کے بارے میں یہ اعتقاد کہ ان پر ملاءِ اعلیٰ کے احکام جاری ہوتے ہیں چنانچہ وہ کائنات میں تصرف کرتے ہیں، کشف اور مراقبہ کے متعلق ان کا عقیدہ اس طرح کی دوسری باتیں جن کے بارے میں ہم اس کتاب میں تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں، ان جیسے عقائد پر مشتمل حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت شاہ اسماعیل کی تحریروں کے بارے میں ہم نے علمائے نجد کے فتاویٰ بالتفصیل ذکر کیے، یہ تمام عقائد اور افکار تصوف ان کے نزدیک کفر، ضلالت، شرک اور بدعت فی الدین ہیں۔

تو کیا ان ضلالتوں اور ان شرکیات سے غیر مقلدین کے لئے جان چھڑانا ممکن ہے حضرت شاہ ولی اللہؒ اور شاہ اسماعیلؒ کو دعوت سلفیہ اور تحریک غیر مقلدیت کے امام اور برصغیر میں انہیں اس تحریک کا بانی سمجھ کر غیر مقلدین نے ان شرکیات کے ساتھ اپنی بندش مزید مستحکم اور مضبوط کر لی ہے۔ اس لئے جس جال میں وہ پھنس گئے ہیں اس سے اب ہرگز نہیں نکل سکتے اور اس جال میں اس جھوٹ اور نفاق ہی نے انہیں پھنسایا ہے کہ ان کا تعلق سلفی جماعت سے ہے اور نجد کے حضرات عقیدہ، دین اور فکر و میلان میں ان کے بھائی ہیں۔

جی ہاں نجد کے حضرات مختلف اغراض و مقاصد کے پیش نظر آج ان کے بھائی ہیں اور لفظ "وہابیت" نجدیوں اور ان کے درمیان کلمۂ مشترکہ ہے جبکہ ابھی کل، جب سعودی عرب میں موجودہ اقتصادی ترقی نہیں ہوئی تھی، یہی کلمہ ان کے لئے باعث اذیت تھا، وہ اسے گالی سے بدتر سمجھتے تھے اور وہابیت اور وہابیوں، نجدیت اور نجدیوں سے اعلان براءت کرتے تھے، شیخ ابن عبدالوہاب کو ان کے اکابر علماء جانتے بھی نہ تھے، ان کے عقائد سے براءت ضروری سمجھتے تھے، ان کے علماء نے بڑی کوشش کی کہ سرکاری اوراق اور حکومتی رجسٹروں میں ان کو "وہابیت" کے ساتھ ذکر نہ کیا جائے اس کے لئے انہوں نے بہت بڑی دینی اور ایمانی رشوت "الاقتصاد فی مسائل الجہاد" کے نام سے جہاد کے منسوخ ہونے کے متعلق کتاب لکھنے کی صورت میں پیش کی۔

سبحان اللہ!! انقلاب زمانہ اور نیرنگیِ دوراں دیکھئے، درہم اور دینار کی کس قدر تاثیر ہے، لوگ جھوٹ کا لبادہ کیونکر اوڑھتے ہیں اور لوگوں کو کس کس طرح دھوکہ دیتے ہیں۔

میں تمام غیر مقلدین کو چیلنج دیتا ہوں کہ وہ وہابی جماعت اور شیخ ابن عبدالوہاب کے متعلق اپنے اکابر کے کلام سے حسن اعتقاد کا ثبوت پیش کر کے دکھادیں تاہم یہ "اکابر" اس دور کے ہونے چاہئیں جب عرب کی سرزمین نے سیاہ سونا ابھی اگلنا شروع نہیں کیا تھا۔

میں پورے وثوق اور یقین سے کہتا ہوں کہ غیر مقلدین اس چیلنج کو قبول نہیں کر سکتے کہ "وہابیت" یا شیخ ابن عبدالوہاب کی تعریف میں اپنے اکابر علماء کا ایک کلمہ بھی پیش کر سکیں۔

شاہ ولی اللہؒ کے قول کے بعد کتاب و سنت سے دلیل کی ضرورت نہیں

غیر مقلدین کا حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے ساتھ اعتقاد اور آپ کے اقوال و اعمال اور عقائد پر ان کے اعتماد کا عالم یہ ہے کہ اس کے بعد کتاب و سُنّت کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے ہیں، ائمہ رحمہم اللہ کی تقلید کو تو یہ لوگ حرام اور شرک سمجھتے ہیں لیکن ہند میں دعوت سلفیہ کے بانی کی تقلید کی گنجائش ان کے ہاں نکل آتی ہے بلکہ ان کے نزدیک وہ ایک ایسی پسندیدہ چیز ہے جس کے لئے کتاب و سُنّت کو بغیر کسی جھجک کے ترک کیا جاسکتا ہے۔

غیر مقلدین کے ایک بڑے عالم حضرت سید میاں نذیر حسین جو ہندوستان میں غیر مقلدیت کے مجدد ہیں، جنکی مساعی سے سرزمین ہند میں یہ فکر عام ہوئی حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے قول پر بڑی سختی سے عمل کرتے تھے اور آپ کے بڑے مقلد تھے، آپ کے قول کے مقابلہ میں وہ نہ کتاب و سُنّت کی پروا کرتے تھے اور نہ ہی صحابہ اور تابعین کے اقوال کا خیال رکھتے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ اور آپ کے گھرانے کے دوسرے علماء کا قول ان کے ہاں ایک شرعی حجت سمجھا جاتا ہے چاہے وہ کتاب و سُنّت کے خلاف ہو اور سلف یعنی صحابہ اور تابعین سے اس کی دلیل کا کچھ پتہ نہ چلتا ہو۔ "الحیاۃ بعد المماۃ" کے مؤلف ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

"میاں نذیر حسین صاحب مسائل بیان کرنے میں ان ہی کے اقوال

سے استدلال کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے "ھذا قول سادتنا" "یہ ہمارے سرداروں کا قول ہے" اگر اس موقع پر کوئی جرأتمند طالب علم یہ کہدیتا کہ ان سرداروں کے اقوال ہمارے لئے کوئی شرعی حجت نہیں ہیں، کتاب وسُنّت سے دلیل قائم کئے بغیر ان کے اقوال ہمارے لئے کوئی سند نہیں ہیں تو میاں صاحب بڑے غصہ ہو جاتے اور فرماتے "ارے مردود! کیا وہ لوگ جاہل تھے، گھاس چھیل کر ہوا میں اڑاتے تھے" (الحیاۃ بعد المماۃ صفحہ ۱۶۶)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی تقلید پر دلالت کرنے والا اس طرح کا ایک اور قصہ بھی کتاب میں ہے مؤلف لکھتے ہیں:

"ایک مرتبہ میاں نذیر حسین صاحب گاڑی میں سوار ہو کر "دہلی" ریلوے اسٹیشن کی طرف جارہے تھے، مولانا ابراہیم اردی بھی آپ کے ساتھ تھے، مولانا ابراہیم صاحب نے ساڑھی کے بارے میں دریافت کیا کہ عورتوں کے لئے اس کا پہننا جائز ہے؟ میاں صاحب نے جواب دیا کہ ہمارے سادات اس کو جائز سمجھتے ہیں۔ مولانا ابراہیم صاحب نے فرمایا، ان سادات کا قول کوئی شرعی دلیل تو نہیں ہے تو میاں صاحب نے فرمایا، کیا کہہ رہے ہو، کیا وہ لوگ جاہل تھے، گھاس چھیلتے تھے، بس تم ہی تو ایک عقلمند عالم پیدا ہوئے ہو۔" (صفحہ ۱۶۶، ۱۶۷)

اگر یہی بات کوئی مقلد کہہ دیتا تو اس بے چارے کی جان پر آفت ٹوٹ پڑتی اور سارے غیر مقلدین کے پیٹ میں درد اٹھنے لگتا اور قرآن کی آیتیں پڑھ پڑھ کر خوب شور و غل مچایا جاتا، کوئی پڑھتا: "ویتخذون اربابا من دون اللّٰہ" اور کوئی یہ آیت تلاوت کرتا: "واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللّٰہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ آباء نا" اور کوئی یہ آیت پڑھ کر سناتا: "انا وجدنا آباء نا علی امۃ وانا علی آثارھم مھتدون" غرضیکہ اس مفہوم کی ڈھیر ساری آیتیں خوب سنائی جاتیں لیکن اگر یہی بات میاں نذیر حسین کہیں تو ان کے لئے جائز ہے۔

الحیاۃ بعد المماۃ" کے مؤلف لکھتے ہیں:

"یوں تو حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے پورے گھرانے کے ساتھ انکو بڑی محبت اور عقیدت تھی تاہم اکثر و بیشتر کہا کرتے تھے میں اس دادا (شاہ ولی اللہؒ) اور اس پوتے (شاہ اسمٰعیلؒ) کا بہت عقیدت مند ہوں اس لئے کہ یہ دونوں قرآن و حدیث سے استنباط کرتے ہیں اور اپنی رائے پر ان کو اعتماد ہے، یہ دونوں بزرگ زید، عمرو کی تقلید نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی دوسرے علماء اور مصنفین میں سے کسی کی تقلید کرتے ہیں۔" (الحیاۃ صفحہ ۱۶۷، ۱۶۶)

غیر مقلدین کو یہ اعتراف ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ اسماعیل شہیدؒ دونوں حضرات جو کچھ فرماتے تھے کتاب و سُنّت سے فرماتے تھے، اس اعتراف کے بعد کسی غیر مقلد کے لئے کیا یہ ممکن ہے کہ وہ ان دونوں شخصیتوں کے ماقبل میں ذکر کردہ اعتقادات سے دامن بچالے، کیوں کہ وہ اعتقادات بھی تو کتاب و سُنّت ہی سے ماخوذ ہوں گے۔ اور ان اعتقادات سے بچ نکلنا ممکن نہیں تو پھر علماء نجد و حجاز کے فتوؤں کا کیا ہو گا؟ کیا ان فتوؤں سے چھٹکارے کی کوئی سبیل ہے؟

علمائے نجد و حجاز کے سلفی حضرات ایسے شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کسی عالم اور کسی گھرانے کی تقلید کے متعلق اس طرح کا نظریہ رکھتا ہو کہ اگر اس سے اس سلسلہ میں کتاب و سُنّت سے دلیل کا مطالبہ کیا جائے تو وہ غصہ میں آکر آپے سے باہر ہو جائے اور ایسی باتیں کہنے لگے جو اہلِ علم کی شایان شان نہیں۔

تعویذات و عملیات سے غیر مقلدین کا شغف

جھاڑ پھونک، تعویذات و عملیات کے باب میں ابن تیمیہ اور ان کے اصحاب نیز عرب سلفی مشائخ کا کیا عقیدہ ہے، جن حضرات کو ان کی کتابوں کے مطالعہ کا اتفاق ہوا ہے وہ بخوبی جانتے ہوں گے کہ ان حضرات کے نزدیک تعویذ گنڈوں نیز دیگر عملیات کے ذریعہ مصیبتوں، بیماریوں اور آفتوں میں راحت چاہنا خالص مشرکانہ عمل ہے، رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ان الرقی والتمائم والتولة شرك "منتر، تعویذ گنڈے اور سحر شرک ہے"۔ (مجموع فتاویٰ ابن باز صفحہ ۳۸۳ جلد ۲ بحوالہ مسند احمد و ابوداؤد وغیرہ)

نیز آپؐ نے فرمایا:

من تعلق تمیمة فقد اشرك "جس نے گردن میں تعویذ لٹکائی اس نے شرک کیا"۔ (ایضاً بحوالہ مسند احمد و ابن ماجہ)

ان کے علاوہ اور بھی متعدد حدیثیں ان کا مستدل ہیں۔

لیکن طائفۂ غیر مقلدین کا عقیدہ اس سلسلے میں بریلویوں اور قبر پرستوں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں، ان کے اکابر علماء نے تعویذات و عملیات کے متعدد مجموعے تصنیف فرمائے ہیں جن میں سب سے زیادہ اہمیت کی حامل نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کی "کتاب التعویذات" ہے۔

یہ کتاب بڑی سائز کے ۱۳۲ صفحات پر مشتمل ہے، ہر صفحہ میں باریک خط میں ۳۱ سطریں مرقوم ہیں اور سرورق پر لکھا ہے کہ یہ کتاب عمدۃ المفسرین، زبدۃ المحدثین نواب صدیق حسن خاں بھوپالی علیہ الرحمتہ والغفران کی تصنیف ہے، ہمارے علم کے مطابق یہ کتاب اس طائفہ میں مشہور ہونے کے ساتھ ساتھ مصنف کی وصیت کے مطابق تنگیوں، پریشانیوں میں معمول بہ بھی ہے۔

خود نواب صاحب فرماتے ہیں:

> "اما بعد! اس مختصر تحریر میں بعض ادعیہ ماثورہ و اعمال صحیحہ کا ذکر کیا جاتا ہے جن کا تعلق عوارض و آفات سے حیات تامّمات ہے، مجھ کو اپنے مشائخ حدیث و علماء دین سے ان کی اجازت حاصل ہے"۔

یہ تصریح بتلاتی ہے کہ تعویذ گنڈہ اس جماعت کے بزرگوں کا پرانا کاروبار ہے اور نواب صاحب سے پہلے بھی ان کے مشائخ کا یہ مشغلہ تھا۔

مزید فرماتے ہیں:

> "لہٰذا مشائخ و اہلِ علم نے اس طرح کے رقیے ذکر کئے ہیں اور خلق میں ان کا نفع دیکھا گیا، میں بھی بچوں کی بیماری میں اکثر ان اعمال کو

جو کتاب "قول جمیل" تالیف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی میں مذکور
ہیں استعمال میں لاتا ہوں"۔ (کتاب التعویذ صفحہ۱)

اس تصریح سے پتہ چلا کہ اس جماعت کے اکابر علماء شاہ صاحب کی اس کتاب پر اعتماد کرتے تھے، جس سے ہم نے ماقبل میں عقائد غیر مقلدین کی بابت بہت کچھ نقل کیا ہے، چنانچہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ شاہ صاحب نے تصوف کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ چوں کہ ابتدائی دور کی تحریریں ہیں اس لئے ہمیں ان سے کوئی سروکار نہیں، ان کی یہ بات کسی طرح بھی معتبر نہیں ہے۔

ہم یہاں نواب صدیق حسن خان کی اس کتاب سے بعض تعویذات اور عملیات کا ذکر کرتے ہیں جو غیر مقلدین کے نزدیک رنج و غم اور مصائب و آلام کے دفعیہ میں مفید اور نفع بخش ہیں اور ان کے ہاں رائج ہیں تاکہ خود کو "سلفی" اور "اثری" کہنے والے اس گمراہ فرقہ کے حقیقت واضح ہو اور دوسری طرف ان لوگوں کے لئے بھی سامان عبرت ہو جو اس فرقہ کے دام فریب میں آگئے ہیں۔

مشتے نمونہ از خروارے

❶ عمل برائے حفاظت جان: نواب صاحب لکھتے ہیں:

"جو شخص سورۃ ھود لکھ کر اپنے پاس رکھے کوئی حرف مٹے نہیں اس پر اثر ہتھیار کا نہ ہو گا، بلکہ اس کو نصرو ظفر حاصل ہو گی اور اس کی ہیبت پڑے گی"۔ (کتاب التعویذات صفحہ۳۹)

❷ برائے خوف از سلطان وغیرہ:

" کھیعص کفیت، حمعسق حمیت۔ داہنے ہاتھ کی ہر انگلی کو بند کرے، لفظ اوّل کے ہر حرف کے تلفظ کے ساتھ، اور

بائیں ہاتھ کی ہر انگلی کو قبض کرے لفظ ثانی کے ہر حرف کے نزدیک، پھر دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بند کئے چلا جائے پھر دونوں کو اس کے سامنے کھول دے جس سے ڈرتا ہے، شرجی نے کہا اس طرح انشاء اللہ وہ شخص اس کے شر سے محفوظ رہے گا اور اسے کوئی گزند نہیں پہنچے گی۔" (کتاب التعویذات صفحہ۴۱)

علماءِ نجد و حجاز کے یہاں حروف مقطعات کے ذریعہ کوئی عمل کرنا حرام ہے، ابن باز اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

"حروف مقطعات کی تعویذ لکھنا بلاشبہ ایک قسم کا شرک ہے، اور اگر تعویذ پہننے والے کا یہ عقیدہ ہو کہ اس کی وجہ سے وہ خدا کی مشیت کے بغیر بیماریوں اور پریشانیوں سے محفوظ رہے گا تو یہ سب سے بڑا شرک ہے" (جلد۲ صفحہ۳۸۴)

۳ برائے حمی ربع:

"محموم غسل کرے اور چوب حنا سے یا کسی اور چوب سے اس کے ذراع ایمن پر "لاالٰہ الا اللہ" اور ذراع ایسر پر "محمد رسول اللہ" اور ساق ایمن پر جبرئیل اور ساق ایسر پر میکائیل اور سق ایمن پر اسرافیل اور شق ایسر پر عزرائیل لکھ دے وہ بہت جلد صحت پائے گا۔" (کتاب التعویذات صفحہ۴۵)

اس عمل میں غیر اللہ جبرئیل و میکائیل وغیرہ سے استعانت کی صراحت ہے جو ایک قسم کا شرک ہے ابن باز فرماتے ہیں:

"علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ استعانت بالجمادات جائز نہیں بلکہ از قبیل شرک ہے اسی طرح اس پر بھی اتفاق ہے کہ مردوں کو پکارنا، ان سے مدد چاہنا وغیرہ جائز نہیں، خواہ وہ انبیاء اور اولیاء ہوں یا کوئی اور"۔ (مجموع فتاویٰ جلد۱ صفحہ۲۱۴)

④ برائے قہراعداء: اس عمل کو نواب صاحب نے ذرا تفصیل سے ذکر کیا ہے اور آخر میں لکھا ہے:

"اس عمل کو روز سہ شنبہ آخر ماہ میں کرے اور کہے: یا ملائکۃ اللّٰہ تعالٰی لیفعل کذا بفلان (اے اللہ کے فرشتو! فلاں کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے) یہ ضرب اس کے بدن پر جا لگے گی، اور وہ ہلاک ہو جائے گا" (کتاب التعویذات صفحہ ۷۶)

یہ لیجئے غیر مقلدین کے نزدیک فرشتوں کو پکارنا اور ان سے اعانت طلب کرنا بھی جائز ہے......!

⑤ برائے رعاف: اس کے لئے ایک عمل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"راعف کے سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھے: کف ایھا الرعاف بحق الواحد العزیز القھار۔" (حوالہ سابق صفحہ ۴۷)

کیا غیر مقلدوں کے یہاں رعاف کسی ذی روح ذی عقل کا نام ہے کہ اسے آواز دی جارہی ہے اور اسے رکنے کا حکم دیا جارہا ہے۔

⑥ ختم صحیح بخاری برائے رفع جملہ نوازل:

بہت سے علماء نے دفع بلیات و کربات کی خاطر ختم بخاری کو جائز قرار دیا ہے لیکن علماء نجد و حجاز کے یہاں یہ عمل بھی از قبیل شرکیات ہے، اور غیر مقلدین کا عقیدہ اس سلسلے میں علماء عرب کے معارض و مخالف ہے جیسا کہ ان کے مجدد علامہ نواب صدیق حسن خاں رقمطراز ہیں:

"منفعت اس کی قراء ت و ختم کی واسطے رفع آفات و حصول سلامت کے جماعت اہلِ عرفان جن سے میں نے ملاقات کی ان سب نے مجھ سے یہ بات کہی کہ جب بھی کسی مصیبت میں صحیح بخاری کو پڑھا گیا تو وہ مصیبت دور ہوئی اور اس کتاب کے ساتھ جب بھی کوئی سواری پر سوار ہو وہ منزل پر پہنچا"۔

نیز فرمایا:

"امام بخاری مستجاب الدعوات تھے اور قارئین صحیح کے لئے انہوں نے دعا فرمائی تھی، اور حافظ ابن کثیر نے کہا ہے کہ صحیح بخاری کو پڑھ کر بارش طلب کی جاتی ہے اور اس کے اندر جو حدیثیں ہیں ان کی صحت و قبول پر اہلِ اسلام کا اتفاق ہے"۔

(کتاب التعویذات ۴۴)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی طرف ایک قول منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"شیخ عبدالحق نے لکھا ہے کہ بہت سے قابل اعتماد علماء و مشائخ نے برائے حصول مرادات و کفایت مہمات و قضائے حاجات و دفع بلیات و کشف کربات و صحت امراض و دیگر مشکلات اس صحیح بخاری کو پڑھا تو ان کی مراد حاصل ہوئی اور اپنے مقصد کو پہنچے اور اس عمل کو تریاق جیسا زود اثر پایا اور علماء اہلِ حدیث کے نزدیک یہ عمل شہرت و تواتر کے ساتھ پہنچا ہے۔" (کتاب التعویذات صفحہ ۹۴)

اس کے بعد نواب صاحب کا یہ تبصرہ بھی قابل دید ہے:

"بالجملہ نفع اس کتاب کی قراءت کا تجربۂ علماءِ محدثین و اہلِ معرفت و فقہ میں درجۂ شہرت و تواتر کو پہنچ چکا ہے اس حد تک کہ جس کا انکار نہیں ہو سکتا۔" (حوالہ سابق)

اور پھر نواب صاحب اپنا اور اپنی جماعت کا مذہب بھی بیان کرتے ہیں:

"اس کتاب مبارک کا ختم کرنا واسطے شفاء بیمار و حفظ آفات و حوادث زمان کے بطور رقیہ جائز ہے"۔

مزید فرماتے ہیں:

"اس میں کسی کا خلاف من جملہ اہلِ علم کے معلوم نہیں بلکہ منفعت اس کی قراءت و ختم کے واسطے رفع آفات وحصول سلامت کے مجرب ہے، لہٰذا جب سے یہ کتاب تالیف ہوئی ہے ہر

قرآن میں اہلِ علم نے ساتھ اس کے توسل کیا ہے اور کس طرح نہ
کرتے کہ بعد کتاب اللہ کے یہ کتاب اصح کتب اسلام ہے، روئے
زمین پر اس کا قاری و متوسل و معتقد و عامل ہر خیر و برکت کے
لائق ہے۔"

یہ توسل جو یہاں مذکور ہے علماء نجد و حجاز اس کو حرام کہتے ہیں۔
ختم بخاری کی فضیلت و اہمیت نیز اس کی سرعت تاثیر کے تفصیلی بیان کے بعد طریقۂ ختم بھی بیان کر دیا گیا ہے۔ نواب صاحب کی یہ کوئی منفرد اور ذاتی رائے نہیں جس سے غیر مقلدین کی گلو خلاصی آسان ہوتی بلکہ یہ اس جماعت کا متفقہ مذہب ہے اور اس کے تمام مشائخ و علماء اس کے قائل ہیں اور یہ عقیدہ نسلاً بعد نسل ایک لمبے زمانے سے منتقل ہوتا چلا آرہا ہے، چنانچہ نواب وحید الزماں حیدر آبادی فرماتے ہیں:

"اور ختم قرآن پر ختم صحیح بخاری کو قیاس کیا جاتا ہے جیسا کہ
ہمارے مشائخ اہلِ حدیث سے منقول ہے۔" (ہدیۃ المھدی صفحہ ۱۰۸)

جمادات و حیوانات حتی کہ اولیاء اور انبیاء سے مرادیں مانگنا مصیبتوں میں مدد چاہنا علماء نجد و حجاز کے یہاں شرک ہے، شیخ ابن باز کا فتویٰ پہلے ہی نقل کیا جاچکا جس میں وہ بڑی صراحت کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ سب کا سب شرک ہے۔"
(مجموع فتاویٰ ابن باز جلد ا صفحہ ۲۱۴)

شیخ محمد بن صالح العثیمین فرماتے ہیں کہ "یہ جائز نہیں"۔ (فتاویٰ ابن العثیمین جلد ۲ صفحہ ۲۴۴)

اور لجنہ دائمہ کا فتویٰ ہے کہ "یہ از قبیل بدعات منکرہ ہے۔" (فتاویٰ اللجنۃ الدائمۃ جلد ا صفحہ ۳۴۷)

کیا غیر مقلدوں کے لئے کفر و شرک کے اس دلدل سے بچ نکلنا ممکن ہے؟ اہلِ دیوبند کی تکفیر و تضلیل کرنے والے اپنے دین و ایمان کی فکر کیوں نہیں کرتے؟

تبصرہ غیر کے کردار پہ کرنے والے
کیا تری خود سے ملاقات نہیں ہوتی ہے

اکابر دیوبند کی کوئی ایک تحریر بھی پیش نہیں کی جاسکتی جس میں ختم بخاری کے فوائد و منافع اس تفصیل سے بیان کئے گئے ہوں اور جس میں کہا گیا ہو کہ ختم صحیح بخاری سے وسیلہ پکڑنا جائز ہے، اگر خدا نے دو آنکھیں دی ہیں تو ان سے کام لو اور تعصب کی عینک اتار کر انصاف کی نظروں سے دیکھو تو معلوم ہو گا کہ تمہارے دامن کیسے کیسے دھبوں سے داغدار ہیں؟ تصوف، وحدۃ الوجود، توسل، تعویذات و عملیات اگر شرک ہیں تو ان شرکیات سے تمہارے دامن پاک نہیں ہیں۔

۷ صلاۃ تنجینا:

غیر مقلدین کے طبقے میں بہت سے درود مروّج ہیں، جنہیں حوادث و آفات اور مصائب و حاجات میں راحت کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے انہیں میں سے ایک "صلاۃ تنجینا" (ہم کو نجات دینے والا درود) ہے جو ہر قسم کی مصیبت میں بڑا کارآمد اور تریاق کی طرح زود اثر تصور کیا جاتا ہے، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی رقم فرماتے ہیں:

"شیخ اکبر نے اس صیغۂ درود کو ایک کنز کنوز عرش سے بتایا ہے اور کہا ہے کہ جو شخص اس کو جوف لیل میں ہزار بار پڑھے گا اس کی حاجت دنیاوی و دینی بہت جلد درجۂ اجابت کو پہنچے گی"۔

(کتاب التعویذات صفحہ ۹۵)

اس کے بعد صیغۂ درود بیان کیا گیا ہے جسے نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔

۸ صلاۃ تفریجیہ قرطبیہ: نواب صاحب لکھتے ہیں:

"اس کو مغاربہ "صلاۃ ناریہ" کہتے ہیں اس لئے کہ جب یہ درود ایک مجلس میں واسطے تحصیل مطلوب یا دفع مرہوب کے بعدد ۴۴۴۴ پڑھی جاتی ہے تو وہ مقصد سرعت میں مثل نار کے حاصل ہوتا ہے، ولہٰذا اس کو اہلِ اسرار "مفتاح الکنز المحیط لنیل مراد العبید" کہتے ہیں۔" (ایضاً ۹۶)

اس کے بعد اس درود کا صیغہ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

اللهم صل صلاة كاملة وسلم سلاما تاما على سيدنا محمد تنحل به العقد وتنفرج به الكرب وتقضى به الحوائج وتنال به الرغائب وحسن الخواتيم ويستسقى الغمام بوجهه الكريم وعلى آله وصحبه في كل لمحة ونفس بعدد كل معلوم لك۔

"اے اللہ! ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل و مکمل درود و سلام نازل فرما، جن کے صدقہ و طفیل میں مصائب کی گرہیں کھلتی ہیں، پریشانیاں دور ہوتی ہیں اور حاجتیں پوری ہوتی ہیں، انہی کے وسیلے سے دل پسند نعمتیں حاصل ہوتی ہیں اور حسن خاتمہ نصیب ہوتا، اور انہی کے باعزت چہرے کے وسیلے سے بارش کی دعا مانگی جاتی ہے، رب کریم تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل اور تمام صحابہ پر درود و سلام نازل فرما، ہر آن، دم بدم، جتنی چیزیں تیرے علم میں ہیں ان کی لا تعداد مقدار کے برابر۔" (ایضاً)

حق و انصاف کی پاسداری کرنے والوں سے گذارش ہے کہ اس قرطبی درود میں غور فرمائیں، کیا یہ پورا کا پورا درود توسل بالنبی کا مجموعہ نہیں؟ اور پھر توسل سے متعلق علماء نجد و حجاز کے وہ فتاویٰ بھی پڑھ ڈالئے جو "دیوبندیہ" کے مؤلف نے اہلِ دیوبند کی تکفیر و تشریک کے لئے نقل کئے ہیں، اور پھر قدرت کا یہ تماشا دیکھئے کہ یہ تمام فتاویٰ خود غیر مقلدوں پر کیسے چسپاں ہو رہے ہیں ؎

ہم الزام ان کو دیتے تھے
قصور اپنا نکل آیا

اس کے بعد اس درود کے پڑھنے کا طریقہ نیز علماء و مشائخ سے اس کے بہت سے فوائد و منافع شمار کرائے گئے ہیں، اس کے بعد نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں:

"صیغے درود ھائے ماثورہ کے قریب تیس کے ہیں، جن کو مع سند

کے کتاب "نزل الابرار"[1] میں لکھا گیا ہے"۔

(کتاب التعویذات صفحہ ۹۶)

درود و سلام کا مستحب طریقہ اور ان کے آداب بیان کرنے کے بعد نواب صاحب لکھتے ہیں:

"یہ سب آداب "صلاۃ ناریہ" میں بحمدہ تعالیٰ موجود ہیں، اس مسئلے کا بیان جیسا کتاب نزل الابرار میں ہے ویسا کسی دوسری کتاب میں نہیں ہے"۔ (ایضاً صفحہ ۹۷)

خود کو اہلِ حدیث اور اہلِ سُنّت و جماعت کہنے والے بتائیں کہ کیا یہ ناری درود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، یا صحابہ و تابعین سے ثابت ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں، تو پھر ان درودوں کو ماثورہ کہہ کر اللہ و رسول پر افتراء اور بہتان کی یہ جرأت و جسارت کتاب و سُنّت پر عمل کا دم بھرنے والوں کو کیسے ہوئی؟ کیا یہ غیر مقلدین قرآن کی اس آیت سے واقف نہیں؟

فمن اظلم ممن افتری علی اللّٰہ کذبا۔

"پھر اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو گا جو ایک جھوٹی بات گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کرے۔"

نیز حدیث والوں کو کم از کم مشہور و متواتر احادیث تو یاد ہی رہنی چاہئیں، رسول اللہ

---

[1] یہ کتاب نواب وحید الزماں حیدآبادی کی تصنیف ہے جو اس جماعت کی سرکردہ شخصیتوں میں شمار کئے جاتے ہیں، مؤلف "جہود مخلصہ" لکھتے ہیں:

"آپ ہندوستان کے چوٹی کے علماء اور میاں نذیر حسین کے مشہور تلامذہ میں سے تھے، آپ کی پوری زندگی سنت نبویہ کی اشاعت میں کام آئی"۔ (صفحہ ۱۴۰)

کیا سنت نبویہ اسی قسم کے توسل پر مشتمل درودوں کا نام ہے؟ کیا سنت مطہرہ کی خدمات میں آپ کی مخلصانہ کوششوں، محنتوں کا یہی نمونہ ہے؟

گر ہمیں مفتی بود واہمیں ملا
کار دیں تمام خواہد شد

صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کس قدر مشہور ہے؟

من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار۔

"جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی حدیث منسوب کرے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔"

کیا دین و مذہب میں اس سے بڑا کوئی جرم ہو سکتا ہے؟ مزید برآں یہ درود سراسر توسل بالنبی پر مشتمل ہے، اور اللجنۃ الدائمۃ ریاض سے توسل کے متعلق جو فتویٰ صادر ہوا ہے اسے بھی پڑھئے اور بتایئے کہ غیر مقلدیت اور سلفیت میں وہ توافق ہے جس کا طائفۂ حاضرہ دعوی کرتا ہے یا تضاد ہے؟ ملاحظہ فرمایئے لجنہ دائمہ کا فتوی:

"کسی مخلوق کے فیوض و برکات کو وسیلہ بنانا حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار و برکات کو وسیلہ بنانا منکر بدعات میں سے ہے"۔ (فتاویٰ اللجنۃ الدائمۃ جلدا صفحہ۳۴۸)

اور سنئے:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد رفع حاجات اور دفع کربات میں آپؐ کو پکارنا، آواز دینا اور دستگیری چاہنا اتنا بڑا شرک ہے کہ آدمی ملت اسلامیہ سے خارج ہو جاتا ہے، خواہ آپ کی قبر کے پاس یا اس سے دور"۔ (حوالہ سابق جلدا صفحہ۳۱۵)

شیخ محمد بن صالح عثیمین ایک سوال کے جواب میں عرض کرتے ہیں:

"اور جو شخص اس اعتقاد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد رسی چاہے کہ آپ نفع و ضرر کے مالک ہیں تو وہ کافر، مشرک اور اللہ کی تکذیب کرنے والا ہے...... ایسے لوگوں کے پیچھے نماز درست نہیں، اور امور مسلمین کا ان کو والی بنانا بھی جائز نہیں" (تفصیل کیلئے دیکھئے فتاویٰ ابن العثیمین جلدا صفحہ ۳۴۳ و ۳۴۴)

ان شاء اللہ یہ فتاوے اس بات کے ثبوت کے لئے کافی ہوں گے کہ یہ لامذہبی فرقہ علماء نجد و حجاز کے فتاویٰ کی رو سے کافر، مشرک اور ملت اسلامیہ سے خارج ہے اس کا

مذہب اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

⑨ رقیہ برائے کشف ارواح:

"کشف ارواح" خالص صوفیانہ اصطلاح ہے، جہاں سلفی علماء اس اصطلاح سے نفرت و بیزاری کا اظہار کرتے ہیں، وہیں اہلِ طریقت کے یہاں یہ ایک ناقابل انکار حقیقت بھی ہے اور غیر مقلدین بھی اس تصوفی حقیقت پر ایمان رکھتے ہیں، صوفیاء سے کسی طرح پیچھے نہیں ہیں، چنانچہ نواب صدیق حسن خاں بھی اس عقیدے سے محروم نہ رہے بلکہ کشف ارواح کاایک مجرب نسخہ بھی اپنی جماعت کو تعلیم کر گئے، فرماتے ہیں:

> "مشائخ قادریہ نے کہا ہے جو طریقہ واسطے کشف ارواح کے ہمارا مجرب ہے وہ یہ ہے کہ ہمراہ خلوت و لباس پاک و غسل و خوشبو کے مصلی پر بیٹھ کر داہنی طرف "سبوح" کی ضرب لگائے اور بائیں طرف "قدوس" کی اور آسمان میں "رب الملائکۃ" کی اور دل میں "والروح" کی۔" (کتاب التعویذات صفحہ ۹۷ و ۹۸)

ہمیں اپنی بے بسی کا اعتراف ہے، واقعی ہم اس عمل کی توضیح سے قاصر ہیں، خود نواب صاحب نے اس کی کوئی تشریح نہیں فرمائی، ممکن ہے غیر مقلدین کے یہاں یہ عمل معروف و متداول ہو اس لئے نواب صاحب نے تشریح کی ضرورت نہ سمجھی ہو، اور اگر قارئین کو وضاحت مطلوب ہو تو کسی ممکن الوصول غیر مقلد عالم سے دریافت کریں۔ اس قسم کے بدیہی البطلان عقیدوں کے بارے میں مشائخ نجد و حجاز کے فتاویٰ نقل کرنے کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی، البتہ اگر آپ کو مزید تحقیق سے دلچسپی ہے تو لجنہ دائمہ اور شیخ ابن عثیمین کے فتاویٰ اور تقی الدین ہلالی کی "السراج المنیر" کا مطالعہ کیجئے۔

⑩ صلاۃ کن فیکون: رأس الطائفہ نواب صدیق حسن خاں اس نماز کی سرعت تاثیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> "یہ نماز بھی نزدیک چشتیہ کے ہے، اس کا یہ نام اس لئے رکھا ہے کہ مطلب برآری میں اس کی تاثیر نہایت جلد اور قوی ہوتی ہے،

جس کو سخت حاجت پیش آئے وہ بدھ، جمعرات، جمعہ کی راتوں کو دو رکعت ادا کرے"۔

اس نماز کا طریقہ اسی کتاب میں یوں بیان کیا گیا ہے:

"پہلی رکعت میں فاتحہ ایک بار اور قل ھو اللہ احد سو بار پڑھے اور دوسری رکعت میں فاتحہ سو بار اور قل ھو اللہ ایک بار، اور سو بار یوں کہے: "اے آسان کنندہ دشوار یہا واے روشن کنندہ تاریکیہا" پھر سو بار استغفار اور سو بار درود شریف پڑھے اور حضور دل سے دعا مانگے، جب تیسری رات ہو تب بھی اسی طرح کرے پھر پگڑی یا ٹوپی کو سر سے اتارے اور اپنی آستین کو گردن میں ڈالے اور روئے اور اللہ سے پچاس بار دعا مانگے، ان شاء اللہ ضرور اس کی دعا قبول ہوگی"۔

اس کے بعد بطور تشریح عرض کرتے ہیں:

"آستین کا گردن میں ڈالنا مثل تحویل رداء کے نماز استسقاء میں سمجھا گیا ہے، مطلب اظہار تضرع اور اشعار گردش حال ہے پس بس"۔ (کتاب التعویذات صفحہ ۱۰۰)

مزید سنئے اور عمل بالحدیث کا دعوی کرنے والوں کی زبان سے سنئے نواب صاحب فرماتے ہیں:

"لیکن سُنّت صحیحہ اس نماز سے ساکت ہے اور بظاہر اس نماز میں کوئی فعل نامشروع پایا نہیں جاتا، بلکہ ایک مجموعہ ہے اعمال متفرقہ ذکر و دعا کا جن کی اصل سُنّت میں موجود ہے"۔

(کتاب التعویذات صفحہ ۱۰۰)

اگر یہی ناشرین سُنّت ہیں تو کوئی بتلائے کہ ان میں اور بریلویوں میں کیا فرق ہے؟ بریلوی حضرات بھی اپنے عقائد و اعمال کے اثبات میں یہی تو کہتے ہیں جو نواب صاحب نے کہا، کہاں گئیں یہ حدیثیں: "من احدث فی امرنا هذا ماليس منه فهو رد" اور

"کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة"

صلاۃ التسبیح کی مشروعیت پر واویلا مچانے والوں کو شرم نہیں آتی کہ سُنّت صحیحہ کے سکوت اور مکمل سکوت حتی کہ اعتراف سکوت کے باوجود کیسے دھڑلے سے اس نماز کن فیکون کو جائز قرار دیا جارہا ہے، جبکہ صلاۃ التسبیح جس حدیث سے ثابت ہے وہ اگرچہ متکلم فیہ ہے مگر کثرت طرق کیوجہ سے حسن کے درجے کو بہرحال پہنچ جاتی ہے جسے خود غیر مقلدین بھی تسلیم کرتے ہیں، لیکن اس نماز کا تو کہیں وجود ہی نہیں ہے اس کے باوجود غیر مقلدین کے ٹولے میں "صلاۃ کن فیکون" جائز ہے، پھر بھی دعوی ہے کہ ہم ہی ہیں اہلِ حدیث اور اہلِ سنت۔

بنتے ہو وفادار وفا کر کے دکھاؤ
کہنے کی وفا اور ہے کرنے کی وفا اور

اس کتاب میں مذکور تمام عملیات و تعویذات کا استیعاب ہمارا مقصود نہیں یہ صرف دس نمونے آپ کے سامنے پیش کئے گئے تاکہ آپ کو اندازہ ہو کہ اس لامذہبی ٹولے کے اعتقادات کا زہر کس قدر قاتل ایمان ہے، اور جو جماعت سلفی اور اہلِ حدیث ہونے کا دعوی کرتی ہے وہ سلفیت کی کتنی بڑی دشمن اور عمل بالحدیث سے کتنی زیادہ دور ہے؟ غیر مقلدین میں جرأت ہے تو نواب صاحب کی اس کتاب کا صرف ایک نسخہ مشائخ نجد و حجاز کی خدمت میں بھیج کر دیکھیں، کیا جواب ملتا ہے؟ بالیقین یہی جواب ملے گا کہ زمین و آسمان کے قلابے تو ملائے جا سکتے ہیں پر ہمارے اور تمہارے درمیان جو دوریاں ہیں ناممکن ہے کہ دور ہوں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے ان انکشافات کے بعد اس ٹولے کے بارے میں سعودیہ کی دائمی کمیٹی، شیخ ابن باز اور دیگر مقتدر مفتیان نجد و حجاز کی طرف سے کیا فتوے صادر ہوتے ہیں اور دروغ گوئی و بے باکی کے ریت پر قائم دوستی کا یہ قلعہ کب تک قائم رہتا ہے، اور مادی مصالح کی ہوسناکیاں شیخ ابن باز حفظہ اللہ کی شخصیت کا کب تک استحصال کرتی ہیں۔

اگر مشائخ عرب کے سامنے حقیقت سے ناآشنائی کا عذر کبھی تھا تو تھا، مگر اب عذر بھی خدائے ذوالجلال نے دور فرما دیا ہے اور بحمد اللہ وقت آگیا ہے کہ علماء نجد و حجاز اپنی

خداداد بصیرت سے کام لیں اور اس دھوکہ باز طائفہ کے بارے میں مبنی برانصاف فیصلہ صادر فرمائیں۔

نواب صدیق حسن خاں کتاب کے خاتمہ میں عرض کرتے ہیں:

"وہ اعمال جو مشائخ طریقت سے اس جگہ نقل کیے گئے ہیں ان کی اجازت مجھے شیخ ابو العباس بن عبداللطیف سے بواسطہ کتاب "تجرید صحیح بخاری" ملی ہے اور جو اعمال کہ "قول جمیل" سے منقول ہیں ان کی اجازت مستقل مولوی محمد یعقوب مہاجر مکی سے حاصل ہے"۔

مزید لکھتے ہیں:

"اس رسالہ میں جس قدر اعمال ذکر کیے گئے ہیں غالباً وہ مجربات ہیں، قدماء علماء اور مشائخ نے ان کا تجربہ کیا ہے اور بعض کا تجربہ مجھ کو بھی حاصل ہوا ہے۔"

اور سنئے:

"وہ تعاویذ و تعالیق و اوفاق و عزائم جن کی صورت شرعی موافق ظاہر سُنّت کے نہیں تھی گو نفس الامر میں جائز العمل و دافع الخلل ہوں ان کو بھی چھوڑ دیا ہے، اصح صحیح و انفس نفیس و روح الروح کو اس جگہ ضبط کیا ہے"۔

مشائخ سلفیین سے ہماری گذارش ہے کہ ذرا غور فرمائیں اس خود ساختہ سلفی مجدد نے کیا کیا گل کھلائے ہیں، مذکورہ بالا عملیات کے نمونے سامنے رکھ کر انصاف کے ساتھ بتایئے کہ کیا یہ اعمال خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں کسی ادنی درجہ میں مشروع ہیں، اگر نہیں تو نواب صاحب آخر کار کس شریعت کی بات کر رہے ہیں، اور کس مذہب میں یہ اعمال مشروع ہیں؟

اور اس سلفی کی یہ اباحت پسندی بھی دیکھتے چلئے فرما رہے ہیں جو تعاویذ و رقیے چھوڑ دیئے گئے ہیں وہ اگرچہ مشروع نہیں پر پھر بھی جائز العمل ہیں، عدم مشروعیت کے بعد پھر

جواز کے کیا معنی؟ کیا اس میں امت کو اباحیت اور اور مذہبی قید و بند سے آزاد خیالی کی دعوت نہیں؟

نیز فرماتے ہیں:

> "ان ادعیہ و اعمال کی اجازت خاصہ اپنی اولاد و احفاد کا ذکراناً واناثاً دیتا ہوں کہ وہ اوقات حاجات میں ان اعمال کو اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے ضرور عمل میں لایا کریں یا جس کسی مسلمان کو طرف ان کی حاجت ہو اس کے لئے یہ عمل کر دیا کریں کہ "خیر الناس ما ینفع" اور ان اعمال کی قدر و غنیمت سمجھیں، ان شاء اللہ تعالیٰ برکات و منافع عجائب ان کے ظاہر ہوں گے"۔

(کتاب التعویذات صفحہ ۱۲۸)

ہم نے اپنے تاثرات بہت حد تک ماسبق میں پیش کر دیئے ہیں، لہذا یہ کلمات بدون کسی تعلیق تبصرے کے نذر قارئین ہیں، غور کریں اور فیصلہ فرمائیں۔

شیخ ابن باز کا فتویٰ

آخر میں مناسب ہو گا کہ تعویذات و عملیات کے سلسلے میں شیخ ابن باز حفظہ اللہ کے کچھ فتاویٰ نقل کر دیئے جائیں جنہیں غیر مقلدین کے موجودہ ٹولہ کی خوشامدی طبیعت "والدنا" جیسے غیر شرعی لقب سے یاد کرنے پر آمادہ کر دیتی ہے، ملاحظہ فرمایئے، جب ان سے پوچھا گیا:

> "کیا آیات قرآنیہ اور ان کے علاوہ دیگر چیزوں کا تعویذ بنانا اور گردن میں لٹکانا شرک ہے یا نہیں"؟

تو شیخ ابن باز حفظہ اللہ نے جواب میں عرض کیا:

> "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منتر، تعویذ اور سحر سب شرک ہیں، اور آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا جس نے تعویذ پہنا اس نے شرک کیا اور احادیث نبویہ اس مفہوم کی کثرت سے وارد ہوئی ہیں۔"

اور فرماتے ہیں:

"جو شخص اس اعتقاد سے تعویذ پہنے کہ اس سے مرض سے شفا ہوگی بدون مشئیت ایزدی کے، تو اس سے بڑا کوئی شرک نہیں"۔

(مجموع فتاوی ابن باز صفحہ ۸۴، ۳۸۳)

اور سنئے:

"اور یہ بات تو واضح ہے کہ اگر قرآنی آیتوں اور جائز دعاؤں کے تعویذات جائز کر دیئے جائیں تو شرک کا دروازہ کھل جائے گا اور جائز و ناجائز تعویذوں کے مابین بدون مشقت عظیمہ امتیاز قائم رکھنا دشوار ہو جائے گا، اس لئے سد ذرائع کے طور پر شرک کے اس راستے کو ہی بند کر دینا ضروری ہے جو مفضی الی الشرک ہے اور یہی قول درست ہے کیوں کہ اس کی دلیل ظاہر و باہر ہے"۔

(حوالہ سابق صفحہ ۸۵، ۳۸۳)

سلفی مشائخ کے نزدیک کلمات غیر ماثورہ کس شمار میں؟ ان کے یہاں تو قرآنی آیات اور مباح دعاؤں کے تعویذات بھی یکسر حرام ہیں، کوئی نسبت ہے غیر مقلدیت کو عرب سلفیت سے؟ ہرگز نہیں۔

کرامات اور غیر مقلدین

یہ بات سب جانتے ہیں کہ تصوف کے ساتھ شغف رکھنے والے کرامات کے ساتھ بڑی دلچسپی رکھتے ہیں اور ان کا ذکر بڑے اہتمام سے کرتے رہتے ہیں، جو کرامت جتنی زیادہ خارق عادت ہو گی اس کا ذکر اور بیان اتنا ہی ان کے ہاں اہم اور محبوب ہو گا۔

غیر مقلدین کا حصہ بھی اس سلسلہ میں کسی سے کم نہیں ہے، غیر مقلدین بڑی کثرت

کے ساتھ اپنی تالیفات میں کرامات کا ذکر اس انداز سے کرتے ہیں جس سے لوگوں میں تصوف اور اہلِ تصوف کے ساتھ محبت اور اس بات کا اعتقاد ابھرتا ہے کہ صوفیاء اور اولیاء اللہ بہت سی ان چیزوں پر قادر ہوتے ہیں جن پر کوئی دوسرا قادر نہیں ہوتا۔

اور یقیناً یہ عمل علامہ ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم اور شیخ ابن عبدالوہاب رحمہم اللہ کے مذہب کے بالکل برخلاف ہے۔

یہاں ہم اس بارے میں غیر مقلدین کے عقیدہ کی وضاحت کے لئے بطور عبرت ان کی ذکر کردہ بعض کرامتوں کا ذکر کرتے ہیں۔

میاں نذیر حسین صاحب کی کرامات

"الحیاۃ بعد المماۃ" کے غیر مقلد مؤلف نے میاں نذیر حسین صاحب کی بعض کرامتوں کا ذکر کیا ہے جن میں ایک یہ ہے:

"کسی آدمی کا ایک خادم شیخ کے ساتھ دل میں عداوت رکھتا تھا، ایک مرتبہ شیخ اس آدمی کی دعوت میں دستر خوان پر بیٹھے تھے کہ اس خادم نے آپ کے کھانے میں خنزیر کا گوشت ملا دیا، جب کھانا میاں نذیر حسین صاحب کے سامنے حاضر کیا گیا تو آپ نے قے کرنا شروع کیا، کچھ کھائے بغیر آپ وہاں سے اٹھ کر چلدیے اور جہاں سے گئے تھے وہیں واپس آگئے، اس کے بعد اس خادم کے پیٹ میں ایسا درد اٹھا کہ قریب المرگ ہو گیا، وہ آدمی اپنے خادم کو شیخ کے پاس لے آیا پورا قصہ آپ کے سامنے بیان کر دیا اور خادم کو معاف کرنے کی آپ سے درخواست کی آپ نے اس کو معاف کر کے اس کے لئے دعا فرمائی تب درد جاتا رہا"

(الحیات بعد الممات صفحہ ۱۳۰)

میاں نذیر حسین صاحب کی دوسری کرامات کا تذکرہ کرتے ہوئے مؤلف لکھتے ہیں:

"عطاء اللہ مرحوم کہا کرتے تھے کہ میں میاں صاحب سے بہت ڈرتا

ہوں، میں نے ان سے اسکی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگے کہ ایک آدمی میاں صاحب کے ساتھ دشمنی رکھتا تھا، ایک دن اس نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا اور مسجد کی طرف آپ کے راستہ میں چھپ کر بیٹھ گیا، ارادہ یہ تھا کہ آپ جب عشاء کی نماز کے لئے نکلیں گے تو وہ آپ کو قتل کر دے گا، جب شیخ نماز کے لئے نکلے تو وہ آدمی تلوار لے کر آپ کے سامنے آیا، شیخ نے اسے جھڑک کر کہا "اگر میں فاطمہ کی اولاد سے ہوں گا تو آپ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے" ابھی شیخ نے اپنا کلام ختم بھی نہیں کیا تھا کہ اس آدمی کے ہاتھ سے تلوار گر گئی اور وہ حیران و مبہوت ہو کر لرزنے لگا، پھر اپنے گھر کی طرف بھاگ کھڑا ہوا، وہاں اسکے پیٹ میں ایسا شدید درد اٹھا کہ بالآخر مرگیا۔" (الحیات بعد الممات صفحہ ۱۲۸)

غور فرمایئے، میاں صاحب نے یہ نہیں کہا "اگر میں اللہ سے ڈرنے والا بندہ ہوں تو اپنے ارادے میں تو کامیاب نہیں ہو سکتا" بلکہ اگر اس خوفناک ساعت میں کوئی یاد آیا تو وہ حضرت فاطمہؓ تھیں، اور ان کے ساتھ اپنی نسبی قرابت کو وسیلہ بنانا یاد آیا، جو دلیل ہے اس بات کی کہ میاں صاحب کی بدعقیدگی تشیع کی حدود تک پہنچ گئی ہے، شیعہ بھی تو کچھ اسی قسم کی بات کہتے ہیں:

لی خمسة اطفی بها حر الوباء الحاطمة
المصطفی والمرتضی وابناهما والفاطمة

(میرے لئے بس پنج تن پاک کافی ہیں جن کے ذریعہ میں ہلاکت خیز مصیبتوں کی آگ بجھاتا ہوں۔ محمدؐ، علی، فاطمہ، حسن حسین۔)

میاں صاحب کی خدمت میں ہزار جن

"الحیاۃ بعد المماۃ" کے مؤلف لکھتے ہیں:

"میاں صاحب آخر عمر میں اکثر اوقات نیم بے ہوش رہتے تھے اور کئی کئی دن تک آپ ہوش میں نہیں آتے تھے، اس حالت میں

اتنے جوش کے ساتھ وعظ فرماتے تھے کہ صحت کے دنوں میں بھی ایسا وعظ نہیں کہہ سکتے تھے، عام طور سے آپ کا یہ وعظ سورۃ جن سے متعلق ہوتا، لوگ بہت زیادہ مطالبہ کرتے تھے کہ آپ کو مسجد اٹھالائیں، جب وعظ سے تھک جاتے تو فرماتے ایک ہزار جن حاضر ہوئے اور مجھ سے وعظ کہنے کا مطالبہ کر رہے ہیں لیکن میں کب تک وعظ کہتا رہوں گا۔ کبھی کہتے تھے "جاؤ اب مجھ میں طاقت نہیں رہی" آپ یہ کہتے تھے اور وہاں کوئی ہوتا نہ تھا...... جب افاقہ کے وقت حاضرین پوچھتے "حضرت! آپ کن سے خطاب کر رہے تھے" تو فرماتے میرے پاس ہزار جن حاضر تھے اور مجھ سے وعظ کہنے کا مطالبہ کر رہے تھے میرا یہ گھر سب ان سے بھرا ہوا تھا، سوائے میری چارپائی کے گھر میں کوئی جگہ خالی نہیں تھی"۔

(الحیاۃ بعد المماۃ صفحہ ۲۲۰)

اگر اسی طرح کی کوئی حکایت کوئی مقلد بیان کرتا تو خرافات کہہ کر اس کا مضحکہ اڑایا جاتا اور اس بیچارے پر اولے پڑ جاتے مگر جس نے تقلید کا قلادہ گردن میں ڈالا نہیں وہ آزاد ہے، حدود شریعت کا وہ پابند نہیں، وہ جو زبان سے نکال دے وہ ناقابل تنسیخ شریعت بن جائے، کتنی تعجب خیز بات ہے کہ ایک شخص ہوش و حواس کھو چکا ہے مگر پھر بھی صحت مندوں کی طرح وعظ کہہ رہا ہے۔

نواب صدیق حسن خان کا تذکرۂ کرامات

نواب صدیق حسن خان کرامات کے تذکرہ کے ساتھ بڑی دلچسپی رکھتے تھے، آخر عمر میں انہوں نے مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی سے بیعت کی تھی اور کسب فیض کیا تھا، شیخ ابن عربی اور تصوف کے عام مشائخ کے متعلق گہری عقیدت رکھتے تھے[1]، ان کی کتاب "التاج المکلل" پڑھنے والے یہ بات جانتے ہیں، یہاں ہم ان کی اس کتاب سے اس

---

[1] نواب صاحب شیخ احمد سرہندی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"آپ کا کشف کبھی خلاف شرع واقع نہیں ہوا۔" (ریاض المرتاض صفحہ ۲۱)

سلسلہ میں کچھ باتیں نقل کرتے ہیں۔[1]

---

[1] نواب صاحب جب صوفیاء کے تذکرہ پر آتے ہیں تو عقیدت کا قلم خلوص کی روشنائی میں ڈبو کر لکھتے ہیں اس لئے نواب صاحب تعظیم و تکریم کے سارے القاب بٹور لاتے ہیں اور ان کا قلم ایسا سیال بن جاتا ہے کہ کئی کئی صفحے سیاہ کر جاتے ہیں، شیخ ابن عربی کے ساتھ یہی معاملہ رہا، اور شیخ عبدالوہاب شعرانی کا ذکر بھی بڑی تفصیل کے ساتھ کیا ہے، جس کا آغاز کچھ اس طرح ہے:

"آپ عالم، محدث، صاحب کرامات کثیرہ و تالیفات نفیسہ، سنت کے متبع، بدعت سے متنفر اور شریعت و طریقت کے مجمع البحرین تھے"۔ (تاج صفحہ ۴۵۸)

اس کے برخلاف علماء سلفیین کہتے ہیں:

"یہ سب جھوٹ ہے بلکہ جس شخص کو انکی کتابوں مثلاً "البحر المورود فی المواثق والعہود" اور "طبقات" وغیرہ کے مطالعے کا اتفاق ہوا ہو گا وہ بخوبی جانتا ہو گا کہ یہ گمراہ، بدعتی اور خرافاتی آدمی تھا اور اس کی کتابیں شک و بدعات، اباطیل و خرافات کا ملغوبہ ہیں"۔ (حاشیہ التاج ۴۵۸)

اور "فضائح الصوفیہ" کے مؤلف شیخ عبدالوہاب شعرانی کی کتاب "الکبریت الاحمر" سے ایک عبارت نقل کرنے کے بعد عرض کرتے ہیں:

"یہ تو بہت بڑی زندیقیت ہے کہاں اللہ نے وہ بات کہی ہے جس کا یہ شوانی دعویٰ کر رہا ہے"۔

التاج المکلل میں نواب صاحب کا یہی طرز تفصیل ہر اس شخصیت کے ترجمہ میں رہا ہے جس کا ادنیٰ سا تعلق بھی انہیں صوفیاء کے ساتھ نظر آیا ہے، اور اس کے فرمودات و کرامات کا حال ایسے دل آویز اسلوب میں پیش کیا ہے کہ جس سے عام آدمیوں کے دلوں میں تصوف اور صوفیاء کے تئیں حسن ظن قائم ہونا یقینی ہے، ملاحظہ فرمائیے نواب صاحب کا نظریہ کس قدر وسیع ہے فرماتے ہیں:

"آپ کو کوئی بھی عالم فاضل صوفی ایسا نہیں ملے گا جو کتاب و سنت کا پابند نہ ہو"۔ (التاج صفحہ ۲۹۹)

اس کے برعکس علماء سلفیین کی رائے یہ ہے:

"ہر دور میں مختلف اسباب و ذرائع سے لوگوں کو قرآن و حدیث کی راہ اعتدال سے ہٹانے کی کوششیں کی گئیں"۔ (فضائح الصوفیہ بقلم الشیخ عبدالرحمٰن عبدالخالق صفحہ ۷)

❶ **ابن الفارض کی کرامت!** نواب موصوف ابن الفارضؒ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

"ابن الفارض اکثر اوقات مبہوت رہتے، آپ کی آنکھیں پتھرائی ہوئی ہوتیں، بات کرنے والے کو نہ دیکھ سکتے تھے، نہ سن سکتے تھے، کبھی کھڑے، کبھی بیٹھے، کبھی پہلو کے بل اور کبھی چت لیٹے ہوتے، مردے کی طرح ڈکے ہوئے ہوتے، اس حالت میں دس دس دن گذر جاتے، نہ کھاتے، نہ پیتے، نہ بات کرتے اور نہ ہی کسی قسم کی حرکت کرتے[۲]، جب اس حالت سے افاقہ ہوتا اور ہوش میں آتے تو اللہ تعالیٰ آپ پر کلام کا ایک دروازہ کھولتے اور ایک ایسا منفرد قصیدہ وجود میں آجاتا جو بے نظیر اور بے مثال ہوتا"۔

(التاج المکلل صفحہ ۳۱۴)

ان کے بیٹے سے نقل کر کے نواب صاحب لکھتے ہیں:

"جب سماع میں مشغول ہوتے، وجد میں آتے اور غلبۂ حال ہوجاتا تو آپ کے چہرے کا نور اور حسن بڑھ جاتا۔" (۳۱۴)

---

[۱] تذکرہ کا آغاز کچھ اس طرح سے ہے:

"آپ تجرد پسند صالح اور بڑی خوبیوں کے انسان تھے، ایک عرصہ تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے۔" (التاج صفحہ ۳۱۳)

اس کے برخلاف ابن تیمیہ کا لہجہ ملاحظہ فرمایئے، عقیدت مندوں کے لئے کیسا دل خراش ہے؟ فرماتے ہیں: "بلا شبہ وہ شخص ملحد اور اتحادی تھا"۔ (فتاویٰ صفحہ ۳۱۸ جلد ۲) اور فرماتے ہیں: "ابن فارض اتحادیوں میں سے تھا اور اس کا کلام باطل ہے"۔ (ایضاً)

[۲] جن کیفیات کو رأس الطائفہ نواب صدیق حسن خاں ابن فارض کی کرامت تصور کر رہے ہیں وہ ابن تیمیہ اور انکے اصحاب سلفیین کے یہاں طاغوتی شمار ہوتی ہیں، اہل تصوف کے اس قسم کے متعلق ابن تیمیہ نے اپنے فتاویٰ کی مختلف جلدوں میں بحث کی ہے۔

یہ رأس الطائفہ جس سماع کا ذکر کر رہے ہیں وہ عرب سلفیوں کے نزدیک حرام ہے، اس موضوع پر علامہ ابن تیمیہؒ نے "الاستقامۃ" میں زور دار بحث کی ہے جس کے صفحہ نمبر ۸۰ پر فرماتے ہیں: "یہ بدعت و ضلالت ہے۔"
اس قسم کی فضول باتیں غیر مقلدین کے شیخ اور علامہ ذکر کر کے اس بات پر استدلال کرتے ہیں کہ ابن فارض اولیاء اللہ اور عارفین میں سے ہیں اور اونچے درجات اور رتبوں والوں سے ان کا تعلق ہے۔

❷ **ابن قدامہ کی کرامت!** "ضیاء" سے نقل کر کے نواب صاحب فرماتے ہیں:

> "ابن قدامہ بڑے نیک محدث اور عابد زاہد تھے، ہر جمعہ کو عصر کے بعد قبروں کی زیارت کرتے تھے، کھردرا کپڑا پہنتے تھے، چٹائی پر سوتے تھے، پائنچے نصف پنڈلی تک اور آستین کلائی تک ہوتے، دلوں میں آپ کی بڑی ہیبت تھی، ایک مرتبہ بارش کے لئے دعا کی تو اسی وقت بارش ہونے لگی اور وادیاں بہنے لگیں، آپ کی اور بھی بہت سی کرامتیں ہیں جنکا تذکرہ طویل ہے، آپ جس کے لئے بھی بخار کا تعویذ لکھتے، اللہ اسے شفا دیدیتے جب آپ کی وفات ہوئی، اس دن بڑی سخت گرمی تھی، لوگ آپ کا جنازہ لیکر نکلے تو سامنے سے ایک بادل آیا اور قبر تک اس نے لوگوں پر سایہ کئے رکھا، شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح آپ سے آواز سنائی دیتی تھی، کسی نے آپ کی قبر پر سورۃ کہف کی تلاوت کی تو اس نے قبر سے "لاالہ الا اللہ" کی آواز سنی۔"

تذکرہ کے آخر میں نواب صاحب لکھتے ہیں:

> "ابن حنبلی کہا کرتے تھے کہ شیخ احمد بن قدامہ کے زمانہ میں اگر کوئی نبی مبعوث ہوتا تو وہ ابن قدامہ ہوتے" (التاج المکلل صفحہ ۲۲۰)

۳ شیخ عبیداللہ رحمانی اور کرامات!

اس فصل کے آخر میں ہم "تحفۃ الاحوذی" کے مصنف شیخ عبدالرحمٰن کے خاص شاگرد اور شرح مشکوۃ "مرعاۃ المفاتیح" کے غیر مقلد مؤلف شیخ عبیداللہ ابوالحسن رحمانی اور ان کی کتاب "تاریخ المنوال" کا تذکرہ کرتے ہیں جن کے بارے میں "جہود مخلصہ" کے غیر مقلد مؤلف لکھتے ہیں:

> "آپ ہندوستان کے کبار علماء و محدثین میں ایک ممتاز مقام کے مالک ہیں، یہاں ہندوستان میں آپ کا ثانی نہیں، تاحال جامعہ سلفیہ کے رئیس اعلیٰ اور جماعت اہلِ حدیث کے قائد و مرشد ہیں"
>
> (صفحہ۵۹، ۲۵۸)

شیخ عبیداللہ رحمانی اپنی اس کتاب میں مشائخ تصوف کا بڑی عقیدت کے ساتھ تذکرہ کرتے ہیں اور ان کی کراماتوں کو بڑی محبت اور تعظیم کے لہجہ میں بیان کرتے ہیں، تصوف کے بارے میں ان کی رائے کا اندازہ ان کے مندرجہ ذیل اقوال سے ہو گا، فرماتے ہیں:

> "استغناء قلبی اور کسر نفسی تصوف کا جزء اعظم ہے۔"
>
> (تاریخ المنوال صفحہ۷۷)
>
> "ہم یہیں بعض مشائخ اور سالکین طریقت کا تذکرہ کرتے ہیں۔"
>
> (حوالہ سابق)

شیخ خیرالنساج کے ترجمہ میں کہتے ہیں:

> "یہی وہ بزرگ تھے جنکی خدمت میں شبلی اور ابراہیم خواص حاضر ہوئے اور آپ کے ہاتھ پر توبہ کر کے اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔" (صفحہ ۷۷)

ان کی کرامت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> "آپ دریائے دجلہ کے کنارے پر ہوتے تو مچھلیاں آپ کا تقرب

حاصل کرتی رہتیں۔"

"آپ کی کرامتوں میں سے ایک واقعہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بوڑھی عورت کے لئے آپ نے کپڑا بنا تھا، وہ عورت اجرت دینے کی غرض سے آپ کی تلاش میں دجلہ آئی تو آپ کو نہیں پایا تو اس نے اجرت کی رقم دریائے دجلہ میں ڈالدی، جب آپ ساحل پر آئے تو دریا سے ایک مچھلی نکل آئی اور اس کے منہ میں اس بڑھیا کی ڈالی ہوئی رقم تھی۔" (تاریخ النوال صفحہ۷۷)

اور حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی کے بارے میں کہتے ہیں:

"خواجہ بہاؤالدین نقشبندی طبقۂ صوفیاء کے مقبول مشائخ میں سے ہیں، وہ اپنے بلند مقامات میں شہرت کی وجہ سے ایسے رتبہ پر ہیں کہ چھوٹے بڑے سب انہیں جانتے ہیں آپ اہلِ حدیث سے تعلق رکھتے تھے۔" (تاریخ النوال صفحہ۷۸)

شیخ ابوالعباس کے بارے میں کہتے ہیں:

"آپ مشہور عارفین اور اولیاء اللہ میں سے تھے، آپ بڑے بلند رتبوں کے مالک تھے اور اصحاب کرامات سے آپ کا تعلق تھا۔" (صفحہ۸۲)

اور شیخ مومن عارف بہاری کے بارے میں کہتے ہیں:

"آپ کمال اور کشف و کرامات سے متصف تھے، لوگ آپ کی قبر کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔" (صفحہ ۸۳)

شیخ ضیاء الدین غازی پوری کے بارے میں کہتے ہیں:

"شیخ کاملین اور اصحاب کرامات بزرگوں میں سے تھے، ان کی ایک کرامت مشہور ہے کہ انکی مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون باقی ستونوں کی بہ نسبت چھوٹا تھا آپ نے دعا کی تو وہ باقی ستونوں کے مساوی ہوگیا، یہ ستون اب تک ان کی مسجد میں موجود ہے،

لوگ ہر جمعرات کو ان کی قبر کی زیارت کرتے ہیں، اس دن وہاں بڑا مجمع ہوتا ہے۔" (صفحہ ۸۷)

مؤلف اسی شہر بلکہ خاص اسی محلہ کا باشندہ ہے جہاں یہ مسجد واقع ہے، ستون والا واقعہ عوام میں مشہور ہے لیکن احقر کو اب تک کوئی آدمی ایسا نہیں ملا جو اس ستون کی تعیین کر سکے، جمعرات کو زائرین کا واقعی بڑا رش ہوتا ہے جسکا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ہندو اور بدعتی عورتوں کی کثرت ہوتی ہے، مردوں کی تعداد کم ہوتی ہے۔

شیخ رحمانی رحمہ اللہ مشائخ طریقت، کرامات، قبروں کی زیارت اور ان کے پاس لوگوں کے مجمع کا ہمیشہ اسی انداز میں ذکر کرتے ہیں جس سے آدمی کے دل میں صوفیاء اور اولیاء اللہ کی قبروں کے ساتھ عقیدت و احترام کا جذبہ ابھرتا ہے اور ان قبروں کی زیارت اور ان سے حصول برکت کے عقیدہ کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

تصوف اور اہلِ تصوف کے بارے میں یہ ہے غیر مقلدین کا عقیدہ اور اولیاء اللہ کی کرامتوں کے متعلق یہ ہے ان کا مذہب!!!

لوگوں میں مشہور ہے کہ انسان کو جب کسی چیز سے محبت ہوتی ہے تو اس کا بکثرت ذکر کرتا ہے۔ عرب ممالک میں اقتصادی ترقی سے پہلے تصوف کے متعلق غیر مقلدین کا مذہب برصغیر کے بریلوی مقلدین کے مذہب سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھا لیکن موجودہ دور کے غیر مقلدین تصوف اور اولیاء کے بارے میں اپنے علماء اور اکابر کے عقیدہ کو چھپاتے ہیں اور محض جھوٹ اور نفاق کی بناء پر کہتے ہیں کہ ان کا تعلق شیخ ابن عبدالوہاب سے ہے اور یہ کہ وہ عقیدۂ سلفیت کے انصار ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں اور دھوکہ دے رہے ہیں۔



قبور اور اہلِ قبور کے بارے میں غیر مقلدین کا مذہب

برصغیر کے غیر مقلدین کے دجل و فریب میں سے ایک بات یہ ہے کہ قبور اور اصحاب قبور کے بارے میں اپنے اصل مذہب اور عقیدہ کو چھپا کر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اس سلسلہ میں وہ مکمل سلفیوں کے عقیدہ پر ہیں۔

لیکن ان کے مذہب و عقیدہ کو قریب سے جاننے والے کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہوتی ہے کہ قبروں اور قبر والوں کے متعلق ان کا مذہب بریلویوں کے مذہب سے کچھ زیادہ مختلف نہیں، دونوں کے درمیان بڑا معمولی فرق ہے۔

قبروں کی خدمت اور مجاوری

سلفی مذہب میں قبروں کی خدمت اور ان کی مجاوری کا تعلق خالص مشرکانہ عمل ہے لیکن غیر مقلدین کے مذہب میں قبروں کی خدمت، ان کی مجاوری اور ان سے برکت کے حصول میں کوئی حرج نہیں ہے، غیر مقلدین کے ایک بڑے عالم نواب وحید الزماں اپنی مشہور کتاب ''نزل الابرار'' میں لکھتے ہیں:

> ''برکت حاصل کرنے کے لئے اولیاء کی قبروں کی خدمت اور انکی مجاوری کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ بہت سے صلحائے امت سے یہ مروی ہے۔'' (نزل الابرار جلد۱ صفحہ۲۴۱)

اپنی دوسری کتاب ''ھدیہ المھدی'' میں کہتے ہیں:

> ''قبروں کی مجاورت اور خدمت کا جہاں تک تعلق ہے تو کسی نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی ولی کی قبر کی مجاوری کو شرک نہیں کہا ہے۔'' (صفحہ ۳۴)

حضرت حسن بن حسن کی بیوی نے اپنے شوہر کی قبر پر ایک گنبد

بنایا تھا اور ایک سال تک انکی قبر کی مجاور رہی۔" (صفحہ ۳۴)

صحابہ کے بارے میں غیر مقلد ٹولہ "عمل صحابہ حجت نیست" کا نعرہ لگاتا ہے تاہم مجاوری کے جواز پر استدلال ایک غیر صحابی عورت کے عمل سے کیا جا رہا ہے "کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا۔"

مشائخ غیر مقلدین غیر شرعی امور کے جواز پر جب استدلال پیش کرتے ہیں تو ان کے استدلال کا اسلوب اور انداز بعینہ وہ ہوتا ہے جو بریلویوں کا اسلوب اور انداز استدلال ہے یعنی اپنے آباء و اجداد کے طریقہ سے استدلال ! زبان حال سے وہ کہتے ہیں: انا وجدنا آباءنا علی امة وانا علی آثارھم مقتدون۔

قبروں سے تبرک اور غیر مقلدین کا مذہب

قبروں اور اہلِ قبور سے تبرک کے بارے میں سلفیوں کا مذہب سب کو معلوم ہے کہ ان کے نزدیک یہ شرک یا شرک کے قریب ایک عمل ہے اور اسکی گمراہی میں تو کوئی شک ہی نہیں ہے۔

لیکن غیر مقلدین کا مذہب اس کے بالکل برخلاف ہے، ان کے نزدیک قبروں سے تبرک نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ ان کے اسلاف و اخلاف سب میں اس کا رواج اور معمول چلا آرہا ہے، علامہ وحید الزماں صاحب فرماتے ہیں:

"صالحین کے آثار، ان کی قبروں، ان کے مقامات، انکے کنوؤں اور ان کے چشموں سے تبرک اسلاف و اخلاف حاصل کرتے تھے"۔

(ہدیۃ المھدی صفحہ ۳۴)

متبرک مقامات خصوصاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس اللہ سے دعا کی جلد قبولیت کی امید ہوتی ہے"۔

(حوالہ سابق صفحہ ۳۳)

اور علامہ ابن جوزی سے نقل کر کے کہتے ہیں:

"اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس دعا قبول نہیں

ہوگی تو پھر کس جگہ ہوگی۔" (صفحہ ۳۳، ۳۲)

اور نواب صدیق حسن خان اپنے والد کی قبر کے متعلق فرماتے ہیں:

"آپ کی قبر شریف پر ہمیشہ نور رہتا ہے اور لوگ اس سے تبرک حاصل کرتے ہیں"۔ (التاج صفحہ ۲۹۴)

ابو عوانہ کی قبر کے بارے میں فرماتے ہیں:

"مزار العلم و متبرك الخلق "علم کا مزار اور مخلوق کے تبرک حاصل کرنے کی جگہ ہے۔" (التاج صفحہ ۱۵۱)

ظاہر ہے اس طرح کا کلام عقیدت کی بنیاد پر ہی کہا جا سکتا ہے خصوصاً جب آدمی کسی شخصیت کی مدح اور اسکا رتبہ بیان کر رہا ہو۔

قبروں سے تبرک حاصل کرنے کے متعلق شیخ ابن عثیمین سے پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا:

"قبروں سے تبرک حاصل کرنے والا اگر یہ اعتقاد رکھے کہ وہ قبریں اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر نفع دیتی ہیں تو ایسا شخص اللہ کی ربوبیت میں شرک کی وجہ سے ملت اسلام سے خارج ہے اور اگر اس کا عقیدہ یہ ہو کہ قبریں صرف سبب ہیں اللہ کے سوا نفع نہیں دے سکتیں تو ایسا آدمی گمراہ اور غلطی پر ہے۔"

(فتاویٰ ابن العثیمین صفحہ ۲۳۲ جلد ۱)

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"قبروں سے تبرک حرام ہے اور تبرک حاصل کرنے والے پر نکیر ضروری ہے۔" (فتاویٰ صفحہ ۲۴۹)

قبروں اور اہلِ قبور سے کسب فیض

قبروں اور اصحاب قبور سے طلب فیض جو صوفیاء کے ہاں معروف ہے سلفیوں کے نزدیک حرام اور اعمال شرکیہ میں سے ہے، لیکن غیر مقلدین اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو غیر مقلد عالم علامہ وحید الزماں حیدر آبادی کا کلام، وہ صلحاء کی ارواح سے کسب فیض کے منکرین پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> "میں کہتا ہوں اس سے وہ شبہ بھی دور ہو جائیگا جو بعض کوتاہ عقل حضرات پیش کرتے ہیں کہ صلحاء کی قبور کی زیارت کر کے انکی ارواح سے فیوض و برکات اور انوار کا حصول کیسے ممکن ہے۔"
>
> (ہدیۃ المھدی صفحہ ۶۳)

اس کے بعد انہوں نے رفع شبہ کی وجہ ذکر کی ہے...... اور یہ حقیقت سب جانتے ہیں کہ صلحاء کی ارواح اور اصحاب قبور سے فیض حاصل کرنا سلفیوں کا عقیدہ نہیں۔



غیر اللہ سے توسل اور غیر مقلدین کا عقیدہ

عرب سلفیوں کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اسی طرح دوسرے انبیاء اور صالحین سے توسل کا تعلق ان امور سے ہے جو انتہائی خطرناک ہیں، ان کے ہاں علمائے سلف کی رائے یہ ہے کہ اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات یا آپ کے رتبہ و درجہ کو وسیلہ بنانا جائز نہیں ہے چہ جائیکہ اولیاء اور صالحین کو وسیلہ بنایا جائے لیکن ہندوستان کے غیر مقلدین علماء دعاؤں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ دوسرے انبیاء اور صالحین سے ان کی وفات کے بعد وسیلہ پکڑنا جائز سمجھتے ہیں تاہم موجودہ دور کے غیر مقلدین اس توسل کے متعلق اپنے عقیدہ کو بڑی سختی کے ساتھ چھپاتے ہیں، آیئے! غیر اللہ سے توسل کے بارے میں انکے موقف کا جائزہ تفصیل سے لیں تاکہ انکا جھوٹ اور نفاق دنیا کے سامنے آشکارا ہو جائے اور معلوم ہو کہ یہ لوگ کس طرح آنکھوں میں دھول جھونکتے ہیں۔ مولانا وحید الزماں اپنی مشہور کتاب ''ہدیۃ المھدی'' میں ایک مستقل فصل قائم کر کے فرماتے ہیں:

> ''اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لئے انبیاء اور صالحین کو وسیلہ بنانا ایک اختلافی مسئلہ ہے، بعض اس کو مطلقاً ناجائز قرار دیتے ہیں، بعض زندوں سے وسیلہ کو جائز اور مردوں سے ناجائز سمجھتے ہیں، بعض کا قول مطلقاً جواز کا ہے اور بعض صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جواز کے قائل ہیں، یہ آخری قول ابن عبدالسلام کا ہے اور مروزی نے ''المنسک'' میں امام احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بناتے تھے، علامہ ابن قیم نے دوسرا قول اختیار کیا ہے (یعنی زندوں سے جواز اور مردوں سے عدم جواز کا) اور ان کے شیخ (ابن تیمیہ) سے دو روایتیں ہیں ...... اور علامہ سبکی، شوکانی اور ہمارے سید (نواب صدیق حسن خان) نے تیسرا قول (یعنی مطلقاً جواز) اختیار کیا ہے اور یہی

قول مختار ہے اس لئے کہ جب غیر اللہ سے توسل کا جواز ثابت ہو گیا تو پھر وہ کونسی دلیل ہے جس سے اسکو صرف زندوں کے ساتھ مختص کر دیا جائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر میں کوئی ایسی چیز نہیں جو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے توسل سے ممانعت پر دلالت کرتی ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو خود حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنا کر دعا میں لوگوں کے ساتھ ان کو شریک کیا تھا جبکہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اسی طرح شہداء اور صالحین بھی زندہ ہیں۔ ابن عطاء نے ہمارے شیخ ابن تیمیہ پر بہت سی چیزوں کا دعوی کیا لیکن ان میں سوائے اس کے کچھ بھی ثابت نہ کر سکے کہ شیخ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت بمعنی عبادت جائز نہیں ہے، ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وسیلہ پکڑنا جائز ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عثمان بن حنیف نے اپنے پاس آنے جانے والے ایک آدمی کو دعا سکھائی جس میں ہے " اللهم انی اسالك، واتوجه اليك بنبينا محمد نبی الرحمة ......"

"یعنی اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے" یہ حدیث امام بیہقی نے سند متصل کے ساتھ ذکر کی ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

پتہ نہیں یہ بات لوگوں کی سمجھ میں کیوں نہیں آتی کہ اللہ کی قربت کے حصول کے لئے اگر اعمال صالحہ کو وسیلہ بنانا قرآن اور سُنّت کی نصوص سے ثابت ہے تو اس پر صالحین سے توسل کو قیاس کیوں نہیں کر لیا جاتا[1]، علامہ جزری "آداب دعاء" کے ذکر

---

[1] قیاس تو لامذہب ٹولہ میں حرام ہے، اس کے نزدیک قیاس کی بنیاد ابلیس لعین نے ڈالی ہے، ابلیس کی یہ تقلید یہاں کیونکر؟

میں فرماتے ہیں "ان آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ انبیاء اور صالحین کو اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے وسیلہ بنایا جائے اور ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ "یا محمد، انی اتوجه بك الی ربی" "اے محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں" نواب حسن خان نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے موضوع نہیں ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور "حدیث دعا" میں آیا ہے "اللھم بمحمد نبیك وبموسی نجیك (اے اللہ! آپ کے نبی محمد اور آپ سے سرگوشی اور کلام کرنے والے موسیٰ کے وسیلہ سے" ابن الاثیر نے "النھایۃ" میں اور علامہ طاہر پٹنی نے "مجمع البحار" میں اسے ذکر کیا ہے...... حاکم، طبرانی اور بیہقی نے دعاء آدم کی حدیث نقل کی ہے جس میں ہے" یا رب اسالك بحق محمد (اے میرے رب! محمد کے حق کے طفیل میں آپ سے سوال کرتا ہوں) یہی حدیث ابن المنذر نے نقل کی ہے اسمیں ہے...... اللھم انی اسالك بجاہ محمد عندك وکرامته علیك (اے اللہ! تیرے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مقام و مرتبہ ہے عزت و اکرام ہے اسکے وسیلہ سے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں)۔

علامہ سبکی نے فرمایا کہ توسل، استغاثہ اور تشفع (شفاعت و سفارش) اچھا ہے، قسطلانی نے مزید کہا، تضرع اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے اللہ کی طرف توجہ اور تجوہ (بجاہ النبی کہنا) بہتر ہے، سلف اور خلف میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا، یہاں تک کہ ابن تیمیہ آئے اور انہوں نے اس کا انکار کر دیا۔

ہمارے اصحاب میں علامہ شوکانی نے فرمایا کہ "توسل کے جواز کو صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص کر دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے جیسا کہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام کا خیال

ہے، اہلِ علم اور اہلِ فضل کو اللہ کی طرف وسیلہ بنانا درحقیقت ان کے اعمال صالحہ کو وسیلہ بنانا ہے" ایک اور جگہ فرماتے ہیں "کسی نبی، یا کسی ولی کو وسیلہ بنانے اسی طرح کسی عالم کو وسیلہ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے، کوئی شخص قبر کی زیارت کے لئے آکر صرف اللہ سے دعا کرے اور مردے کو وسیلہ بنائے اور کہے کہ "اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اس مرض سے شفا مل جائے اور میں اس نیک بندے کو آپ کی طرف وسیلہ پکڑتا ہوں" تو اس کے جواز میں کوئی تردد نہیں ہے"[1]

"ہمارے مشائخ کے شیخ مولانا اسحاق صاحب نے "مأۃ مسائل" میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کرنا جائز ہے کہ آدمی کہے "اے اللہ! آپ اپنے واسطہ سے میری حاجت پوری فرما، یا فلاں کی حرمت کے طفیل میری یہ ضرورت پوری فرما" دعاء استفتاح میں "بحرمة الشهر الحرام و المشعر العظام، و قبر نبيك عليه السلام" کے الفاظ مروی ہیں۔ حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے "تقویۃ الایمان" میں فرمایا کہ آدمی اس طرح کہے تو جائز ہے اللهم انى اسالك بوسيلة فلان من الاولياء (اے اللہ! میں فلاں ولی کے وسیلہ سے آپ سے سوال کرتا ہوں)۔ ....." (ھدیۃ المھدی صفحہ ۴۷، ۴۸)

ہم نے یہاں غیر مقلدین کے اس بڑے عالم کی کتاب "ہدیۃ المھدی" سے ایک پوری "فصل" نقل کر دی جس سے نہ صرف توسل کے بارے میں غیر مقلدین کے عقیدہ کی

---

[1] لیکن ابن تیمیہ اور سلفیوں کو اسمیں شدید تردد ہے اور ان کے نزدیک یہ شرک ہے، فتاوی حرم کی میں ہے:

"جو توسل ممنوع ہے وہ یہ ہے کہ انسان مخلوق کو وسیلہ بنائے، یہ ناجائز و حرام ہے۔" (جلد۱ صفحہ ۱۵۰)

فتاوی ابن العثیمین میں ہے: "مردوں سے سوال کرنا اور ان سے وسیلہ پکڑنا حرام از قبیل شرک ہے۔" (جلد۱ صفحہ ۲۴۳)

اچھی طرح وضاحت ہوتی ہے بلکہ بہت سے دوسرے امور میں بھی ان کے عقیدہ پر روشنی پڑتی ہے ہم اپنی طرف سے اس پر مزید تبصرہ کی ضرورت محسوس نہیں کرتے ہیں۔

"بحق فلان" یا "بحرمۃ فلان" کے الفاظ سے توسل کی حیثیت غیر مقلدین کے ہاں کیا ہے؟ تو اس سلسلہ میں نواب صاحب فرماتے ہیں:

> "بحق فلان" یا "بحرمۃ فلان" کے الفاظ سے جو صوفیاء کے ہاں مروج ہیں دعا کرنے میں اختلاف ہے، بعض اس کو ناجائز کہتے ہیں کیونکہ اللہ پر کسی کا حق نہیں ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ جائز ہے کیونکہ قرآن اور صحیح احادیث میں "حق" کا لفظ آیا ہے"
>
> (ہدیۃ المھدی صفحہ ۴۹)

آگے انہوں نے اس کے جواز پر قرآنی آیات اور ان احادیث سے استدلال کیا ہے جن پر علامہ ابن تیمیہ نے اپنے فتاوی میں اور دوسری کتابوں میں ضعیف اور موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے جن سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ مولانا وحید الزماں اپنی ایک دوسری مشہور کتاب "نزل الابرار" میں فرماتے ہیں:

> "انبیاء اور صالحین کو وسیلہ بنانا جائز ہے اور اسمیں زندہ اور مردہ دونوں برابر ہیں" (نزل الابرار صفحہ ۵)

اور حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ اپنی کتاب "منصب امامت" میں فرماتے ہیں:

> "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنا ایک ایسا راستہ ہے جسکو طے کرنا اہلِ معرفت اور سالکین کے لئے آسان ہے، آپ کے توسل کے بغیر انسان راستہ میں اندھی اونٹنی کی طرح بھٹکتا رہتا ہے" (منصب امامت صفحہ ۴)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

> "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت در حقیقت رفع درجات کا اور آپ سے توسل نجات کا سبب ہے" (منصب امامت صفحہ ۷۳)

اور فرماتے ہیں:

"خلاصۂ کلام یہ کہ ان اولیاء اللہ سے توسل کو ترک کر دینا ایک فاسد خیال اور ایک باطل وہم ہے"۔ (حوالہ بالا صفحہ ۷۳)

غیر مقلدین کے ایک اور بڑے عالم مولانا ابوالمکارم محمد علی[۱] اپنی کتاب "الجوابات الفاخرۃ" میں فرماتے ہیں:

"یا رسول اللہ" کہہ کر اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنانا مقصود ہے تو جائز ہے، اسی طرح اگر کوئی کہے کہ یا رسول اللہ! میں فلاں مشکل سے چھٹکارا حاصل کرنے میں آپ کو اللہ کی طرف وسیلہ بناتا ہوں تو بھی جائز ہے...... کیونکہ یا محمد انی قد توجھت بك الی ربی..... والی حدیث سے مشکل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل کا جواز ثابت ہوتا ہے۔"

(الجوابات الفاخرہ صفحہ ۶۵)

غیر مقلدین کے ایک دوسرے بزرگ قاضی محمد بشیر سہسوانی (آپ میاں نذیر حسین کے شاگرد اور بھوپال میں شعبہ دینیات کے صدر تھے۔ جہود مخلصہ صفحہ ۱۰۲) اپنی کتاب "صیانة الانسان عن وسوسة الشیخ دحلان" میں توسل کی جائز اور ناجائز قسموں کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تیسری قسم یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنایا جائے، آپ کی رسالت پر ایمان رکھتے ہوئے" (صفحہ ۲۰۴)

"چھٹی قسم یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کو وسیلہ بنایا جائے" (صفحہ ۲۰۶)

---

[۱] "جہود مخلصہ" کا غیر مقلد مؤلف آپ کے متعلق لکھتا ہے:

"شیخ، محدث، علامہ ابوالمکارم محمد علی بن علامہ فیض اللہ (۱۲۷۶ء، ۱۳۵۲) ہندوستان کے بڑے علماء میں سے تھے، کتاب وسنت پر آپ کو عبور حاصل تھا، میاں نذیر حسین سے سند فراغت حاصل کی، احیاءِ سنت اور عقیدۂ سلفیہ کی نشرواشاعت میں نیز اس کے دفاع میں بڑی قربانی دی۔" (صفحہ ۱۴۴)

"آٹھویں قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے صالحین کی قبروں کے پاس سوال اور دعا کی جائے اس عقیدہ کے ساتھ کہ قبروں کے پاس دعا قبول ہوتی ہے" (صفحہ ۲۱۲)

مذکورہ تینوں صورتیں اس غیر مقلد کے ہاں جائز ہیں۔

انبیاء اور اولیاء اللہ سے انکی زندگی اور وفات کے بعد توسل کے بارے میں یہ ہے غیر مقلدین کا عقیدہ! ان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ غیر اللہ سے توسل جائز ہے، چاہے وہ نبی ہو یا ولی ہو، زندہ ہو یا مردہ ہو۔ اب آپ ہی بتایئے کہ کیا شیخ ابن عبدالوہاب کی جماعت کا یہ عقیدہ ہے؟ شیخ ابن عبدالوہاب نے اپنی کتاب "کتاب التوحید" میں اس مسئلہ کے بارے میں کلام کیا ہے اور غیر اللہ سے توسل کو انہوں نے ایک امر منکر قرار دیا ہے، اسی طرح شیخ سلیمان بن عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے اپنی کتاب "تیسیر العزیز فی شرح کتاب التوحید" میں اس مسئلہ پر بحث کی ہے اور توسل بغیر اللہ کے جواز کے قائلین کی انہوں نے گردن کاٹ کے رکھ دی ہے۔

توسل کے بارے میں غیر مقلدین کا عقیدہ آپ کے سامنے ہے، یہ بات صرف عقیدہ کی حد تک محدود نہیں بلکہ اس پر ان کا عمل بھی چلا آرہا ہے، یہاں ہم انکے اس عقیدہ پر عمل کے چند نمونے پیش کرتے ہیں، وہی عقیدہ جو شیخ محمد بن عبدالوہاب اور تمام سلفیوں کے ہاں شرک اکبر ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبہ سے توسل

سلفیوں میں کوئی ایک عالم بھی ہمیں نہیں معلوم جو اس بات کا قائل ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبہ اور جاہ سے توسل جائز ہے چہ جائیکہ آپؐ کے علاوہ دوسرے انبیاء اور صالحین کے رتبہ سے توسل کو جائز قرار دیا جائے، ان کے نزدیک اس طرح کا توسل حرام اور ناجائز ہے۔

لیکن غیر مقلدین نہ صرف اس کے قائل ہیں بلکہ ان کے ہاں اس کا معمول چلا آرہا ہے، نواب صدیق حسن خان اپنی کتاب "التاج المکلل" میں شیخ ابن عربی کے تذکرہ کے

آخر میں لکھتے ہیں:

فجزاہ اللّٰہ عنا وعن سائر المسلمین جزاء حسنا، وافاض علینا من انوارہ، وکسانا من حلل اسرارہ، وسقانا من حمیا شرابہ، وحشرنا فی زمرۃ احبابہ، بجاہ سید اصفیاءِ، وخاتم انبیاءِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ (صفحہ ۱۸۰)

اور اپنی ایک اور کتاب "الروضۃ الندیۃ" کے آخر میں لکھتے ہیں:

"یقول المتوسل بجاہ النبی الخاتم، الفقیر الی اللّٰہ تعالٰی محمد قاسم۔

"نبی خاتم کے جاہ و مرتبہ کا وسیلہ پکڑنے والا اللہ کا محتاج بندہ محمد قاسم عرض کرتا ہے۔"

غیر مقلدین کے ایک اور مشہور عالم مولانا وحیدالزماں اپنی کتاب "ہدیۃ المھدی" کی ابتدا میں لکھتے ہیں:

اللھم ایدنی فی تالیف ھذا الکتاب واتمامہ بالارواح المقدسۃ من الانبیاء والصالحین، والملائکۃ المقربین، سیما روح امامنا الحسن بن علی، وروح شیخنا عبدالقادر الجیلانی، وروح شیخنا ابن تیمیۃ الحرانی، وروح شیخنا احمد المجدد الف ثانی۔

اس عبارت میں مولانا نے انبیاء، صلحاء اور مقرب فرشتوں کی ارواح کو وسیلہ بنا کر دعا کی ہے نیز حضرت امام حسن، شیخ عبدالقادر جیلانی، علامہ ابن تیمیہ اور حضرت مجدد الف ثانی کی ارواح کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

اس طرح کا توسل سلفیوں کے مذہب میں شرک، کفر اور بدعت و گمراہی ہے لیکن دوسری طرف غیر مقلدین کی ہٹ دھرمی کا عالم دیکھئے کہ ان سب چیزوں پر عمل کرنے کے باوجود پوری جسارت کے ساتھ دعوی کرتے ہیں کہ ان کا اور علامہ ابن تیمیہ اور شیخ ابن عبدالوہاب کا ایک ہی مذہب ہے، اس کو مٹی سے رسیاں بٹنے کا کرتب ہی کہہ سکتے ہیں،

حقیقت یہ ہے کہ روئے زمین پر شیعوں کے بعد جھوٹ اور نفاق میں غیر مقلدین سے بڑھ کر کسی فرقہ کا وجود کم از کم ہمارے علم میں نہیں ہے۔

غیراللہ سے توسل کے متعلّق سلفی علماء کے فتاوی

مجلس قائمہ ریاض کا فتوی ہے:

"دعاء میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات یا آپ کے مرتبہ سے توسل جائز نہیں ہے کیونکہ یہ شرک کا ذریعہ ہے"

(فتاوی اللجنہ صفحہ ۳۴۷)

اور حرم مکی کے مجموعہ فتاوی میں ہے:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رتبہ کو وسیلہ بنا کر دعا کرنا جائز نہیں ہے" (صفحہ ۱۵۰ جلد۱)

اور شیخ محمد بن عبدالوہاب فرماتے ہیں:

"دوسری قسم اس توسل کی ہے جو بدعت ہے اور وہ یہ ہے کہ صلحاء کی ذات کو وسیلہ بنایا جائے، مثلاً کوئی شخص یہ الفاظ کہے اللهم انی اسالك بجاه الرسول، او بحرمة فلان الصالح، او بحق الانبياء والمرسلين او بحق الاولياء الصالحين" (شیخ محمد بن عبدالوہاب صفحہ ۴۴)

اور ابن عثیمین کے مجموعہ فتاوی میں ہے:

"مردوں سے مانگنا یا ان کو وسیلہ بنانا حرام ہے اور شرک سے متعلّق ہے" (فتاوی جلد۱ صفحہ ۲۴۲)

اور علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ سے کوئی شخص ان الفاظ میں دعا کرے "اے اللہ! میں اپنے نبی کے مرتبہ یا اس کے حق کے وسیلہ سے آپ سے سوال

کرتا ہوں" اس طرح کے الفاظ بعض متقدمین سے منقول ہیں، اگرچہ ان میں مشہور نہیں لیکن اس طرح کے الفاظ کہنا مسنون نہیں، بلکہ سُنّت اس کے ممنوع ہونے پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف وغیرہ سے منقول ہے"

(فتاوی جلدا صفحہ ۳۴۷)

اور ایک جگہ فرماتے ہیں:

"انبیاء اور صلحاء کی محض ذات سے سوال کرنا غیر مشروع ہے"۔

(فتاوی جلدا صفحہ ۳۴۷)

لیکن یہی غیر مشروع عمل سلفیت کا دعوی کرنے والے غیر مقلدین کے ہاں اصل دین ہے!

تعظیم و سلام کی نیت سے قبر کو سجدہ کرنا شرک نہیں

سلفیوں کے خلاف غیر مقلدین کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ قبروں کے اردگرد طواف کرنا، جھک جانا یا ان کو بہ نیت تعظیم سجدہ کرنا ان کے نزدیک شرک نہیں ہے، چنانچہ مولانا وحیدالزماں صاحب "ہدیتہ المھدی" میں لکھتے ہیں:

"قبروں کے پاس سجدہ کرنا یا رکوع اور طواف کرنا جبکہ مقصود ان افعال سے صرف صلحاء اور شعائر کی تعظیم ہو، ان کی عبادت کا ارادہ نہ ہو تو ایسا کرنے والا دیانتاً مشرک نہ ہو گا" (صفحہ ۱۳، ۱۴)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"کسی نبی یا ولی کی قبر کے پاس سجدہ کرنا، یا رکوع کرنا، یا وہاں کھڑا رہنا، یا اسکو بوسہ دینا اور مقصد صرف قبر والے کو سلام کرنا ہو، اسکی عبادت کرنا مقصود نہ ہو تو ایسا شخص گنہگار تو ضرور ہے البتہ اس کو مشرک نہیں کہہ سکتے ہیں" (صفحہ ۱۵)

یہ ہے غیر مقلدین کا عقیدہ! جہاں تک تعلق ہے سلفیوں کے عقیدہ کا تو ان کے

نزدیک قبروں کے پاس اس طرح کے افعال کا مرتکب مشرک ہے اور اسکا یہ شرک بھی شرک اکبر ہے اس سلسلہ میں چونکہ ان کا عقیدہ بالکل واضح اور بے غبار ہے اس لئے ہم ان کے فتاوی کی نقل کی ضرورت محسوس نہیں کرتے ہیں۔ دیکھئے، جو عقیدہ سلفیوں کے نزدیک صریح کفر ہے، موجودہ دور کے غیر مقلدین اسے سینے میں چھپائے نعرے لگاتے ہیں کہ ہم ہیں سلفیت کے پاسبان، محمد بن عبدالوہاب کے جان نثار، ابن تیمیہ اور ابن قیم کے وفادار، توحید کے علمبردار، کتاب و سُنّت کے پیروکار! ؎

شیشہ مئے بغل میں پنہاں ہے
پھر بھی دعوی ہے پارسائی کا

زیارت قبور کے لئے شدِ رحال اور عقیدۂ غیر مقلدین

علامہ ابن تیمیہ اور ان کے متبعین ثواب کی نیت سے قبروں اور دیگر مشاہد کی زیارت کو حرام قرار دیتے ہیں، اسی طرح بیت المقدس، حرم مکہ اور مسجد نبوی کے علاوہ کسی اور مسجد کے لئے ثواب کی نیت سے سفر کو بھی حرام کہتے ہیں

علامہ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب "اقتضاء الصراط المستقیم" میں اس مسئلہ پر بڑی تفصیلی بحث کی ہے اور حق یہ ہے کہ مسئلہ کے کسی گوشہ کو تشنہ نہیں چھوڑا، انہوں نے پوری صراحت کے ساتھ اپنے موقف کی وضاحت کی ہے کہ اس طرح کی زیارت حرام ہے اور قبروں وغیرہ کے لئے ثواب کی نیت سے سفر کرنا جائز نہیں ہے، اور مشہور سلفی عالم شیخ محمد بن صالح عثیمین اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں:

> "زیارت قبور کے لئے سفر کرنا جائز نہیں اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسجد حرام میری مسجد اور مسجد اقصی ان تینوں کے علاوہ کہیں کا رخت سفر نہ باندھا جائے، مقصد یہ ہے کہ روئے زمین میں عبادت کی نیت سے کہیں اور کا سفر نہ کیا جائے" (جلد ۲ صفحہ ۲۳)

اور لجنہ دائمہ کا فتوی ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز نہیں" (فتاوی لجنہ جلد ا صفحہ ۲۸۶)

تاہم غیر مقلدین کا عقیدہ اس کے بالکل برعکس ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ لیکن جس طرح دیگر گمراہ فرقے ماسونیہ، نصیریہ، اسماعیلیہ اور بہائیہ عوام سے اپنے عقائد کی پردہ پوشی کرتے ہیں، بالکل اسی طرح یہ غیر مقلد ٹولہ بھی ان ہی کی روش پر اپنے بیشتر عقائد کو ظاہر کرنے سے گریز کرتا ہے، کیوں کہ ان عقائد کے اظہار کے بعد سلفیوں کے ساتھ روابط قائم نہیں رہ سکتے، اور انکی سرسبز چراگاہ سے وابستہ مصالح میں زبردست رکاوٹ کھڑی ہو جانے کا اندیشہ ہے، اس لئے یہ پالیسی اپنائی گئی کہ اپنے ان عقائد پر پردہ ڈالو جو سلفیوں کے خلاف ہوں، اور سینہ پیٹ پیٹ کر خوب چیخو کہ ہم ہیں ہندوستان میں سلفیت کی لاج رکھنے والے، ہم ہیں توحید کے علم بردار، ہم ہیں امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم کے متبع صادق، ہم ہیں شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کے سچے عاشق، ہم ہی اصل موحد ہیں اور ہمارے ہی ہاتھ میں ہے اہلِ سُنّت وجماعت کا پرچم۔

یہ اللہ اور اللہ پر ایمان لانے والوں کو دھوکہ دینے والے سمجھتے نہیں کہ خود ہی دھوکہ کھا رہے ہیں، دیکھتے جایئے ان کے عقائد سے جوں جوں پردہ اٹھتا جارہا ہے کیسے کیسے عجائبات سامنے آرہے ہیں۔

عصر حاضر میں سلفیت کا جھوٹا لبادہ اوڑھنے والے غیر مقلدین کا موقف سلفیوں اور علامہ ابن تیمیہ کے موقف کے بالکل برخلاف ہے، غیر مقلدین کے موقف کی وضاحت مولانا وحید الزمان صاحب نے اپنی کتاب "ہدیۃ المھدی" میں کی ہے، وہ علامہ ابن تیمیہ اور ان کے اصحاب پر اس سلسلہ میں رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "علمائے اسلاف اور بعد میں آنے والے علماء کی ایک کثیر تعداد انبیاء اور صلحاء کی قبور کی زیارت کو جائز قرار دیتی ہے تو کیا یہ سب کافر اور مشرک ہیں۔"
>
> "مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی اور کے لئے شدرحال کا مسئلہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے، خود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے طور کی زیارت کے لئے سفر کیا تھا" (صفحہ ۳۱)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"ہمارے اصحاب میں علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ انبیاء اور صلحاء کی قبروں کی زیارت کرنے والے فیوض و برکات اور قلبی لذتیں حاصل کرتے ہیں تاہم ہمارے اصحاب میں کئی حضرات نے اس کے ثبوت کا اقرار کیا ہے، چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ، حضرت شاہ عبدالعزیز، حضرت سید احمد متاخرین میں سے اور امام شافعی اور ابن حجر مکی متقدمین میں سے اس کے قائل ہیں، صوفیاء تو سب اس کے اثبات پر متفق ہیں، ان کے نزدیک اس کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں"۔ (صفحہ ۲۲)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی قبروں کی توہین کا حکم نہیں دیا بلکہ ان کی زیارت کا حکم دیا ہے" (صفحہ ۱۵)

اپنی ایک دوسری کتاب "نزل الابرار" میں لکھتے ہیں:

"مکہ مکرمہ میں کئی جگہیں ہیں جنکی لوگ زیارت کرتے ہیں، غار ثور، مسجد رایہ، مسجد تنعیم...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی جگہ، حضرت خدیجہؓ کا گھر وغیرہ اگر کوئی شخص ان مقامات کی زیارت کرے تو کوئی حرج نہیں البتہ شیخ الاسلام نے اس سے منع کیا ہے اور فرمایا کہ یہ بدعت ہے" (صفحہ ۲۸۶)

طرفہ تماشا دیکھئے کہ نواب موصوف قرآن و حدیث یا آثار صحابہ و اقوال ائمہ سے استدلال کے بجائے عوام الناس کے عمل سے استدلال کر رہے ہیں اور دعوی ہے اہلِ حدیث ہونے کا ایں چہ بوالعجبی است!

قبروں کی زیارت کے متعلق یہ ہے غیر مقلدین کا عقیدہ! اور جیسا کہ مولانا وحیدالزماں کی مذکورہ عبارت میں ہے کہ علامہ ابن تیمیہ کے نزدیک یہ بدعت ہے تاہم ان کے ساتھ اس صریح مخالفت کے باوجود غیر مقلدین اپنے آپ کو ابن تیمیہ کی طرف

منسوب کرتے ہیں اور سلفیوں کے عقیدہ پر قائم رہنے کا دعوی کرتے ہیں، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ قبور و مشاہد کی زیارت کی ممانعت پر کئی دلائل بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"ان مشاہد کو وہی شخص آباد کرتا ہے جو غیر اللہ سے ڈرتا ہو، غیر اللہ سے امید رکھتا ہو اور اس میں شرک کے جراثیم ہوں"

(اقتضاء الصراط المستقیم صفحہ ۳۲۹)

یہ ہے علامہ ابن تیمیہ کا عقیدہ اور وہ ہے غیر مقلدین کا عقیدہ! فاعتبروا یا اولی الابصار! اب ذرا کتاب "الدیوبندیہ" کے مصنف کی یہ عبارت دیکھئے، حضرت رقم طراز ہیں:

"علمائے سلف قبروں کی زیارت کے لئے سفر کو جائز نہیں سمجھتے ہیں، یہ قبریں جہاں بھی ہوں کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد یعنی صرف تین مسجدوں کے لئے سفر کیا جا سکتا ہے (ان کے علاوہ کسی اور کے لئے سفر کرنا جائز نہیں ہے) لیکن علمائے دیوبند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کو بہت بڑا ثواب سمجھتے ہیں"

(الدیوبندیہ صفحہ ۲۱۳)

جی ہاں! علمائے دیوبند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کو جائز سمجھتے ہیں لیکن آپ کے اکابر کے اقوال و عقائد بھی ہم نے لکھدیئے ہیں ذرا انہیں بھی پڑھئے اور شیخ ابن عثیمین اور مجلس قائمہ کا فتوی ان پر بھی منطبق کر کے انہیں مشرک اور کافر قرار دیجئے۔

قبروں کے پاس قیام

سلفی حضرات قبروں کی تعظیم کو حرام قرار دیتے ہیں اور اسے شرک سمجھتے ہیں، ان کا یہ عقیدہ مشہور ہے چنانچہ "کتاب التوحید" کی شرح "تیسیر العزیز" میں ہے:

"قبروں کی تعظیم کرنے اور وہاں میلہ لگانے میں بڑی خرابیاں ہیں

جنہیں کوئی بھی ایسا آدمی برداشت نہیں کر سکتا جس کے دل میں ذرہ بھر اللہ کی عظمت کا جذبہ اور توحید ایمانی کی غیرت ہو"

(تیسیر العزیز الحمید صفحہ ۲۴۰)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"قبروں کی تعظیم اور عبادت کرنے والوں نے ان قبروں کو اپنے سفر کی منزل بنایا، وہاں ہر قسم کا شرک ہونے لگا، لوگ ان سے دعائیں مانگنے لگے، مدد طلب کرنے لگے، قبروں کے لئے جانوروں کے ذبح کرنے اور منتیں ماننے کا عمل عام ہوا اور اس طرح ارباب قبور کے فتنہ نے بڑی شدت اختیار کی" (ایضاً صفحہ ۶۳۵)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

"یہاں تک کہ قبر کے پاس دعا نہیں کرنی چاہئے کیونکہ دعا عبادت ہے، ترمذی وغیرہ میں روایت ہے الدعاء هو العبادة" (ایضاً ۶۴۰)

لیکن ہندوستان کے غیر مقلد علماء اس عقیدہ کو ایسا غلو قرار دیتے ہیں جسکی ممانعت ہے چنانچہ مولانا وحید الزمان صاحب شیخ محمد بن عبدالوہاب پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جن امور میں ابن عبدالوہاب نے غلو کیا ہے ان میں ایک یہ ہے کہ وہ اس شخص کو مشرک کہتے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی تعظیم کی غرض سے اس طرح وہاں کھڑا ہو جیسا کہ نماز میں آدمی کھڑا ہوتا ہے، دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا ہو اور آپ سے شفاعت یا دعا مانگے۔

میں کہتا ہوں ایسے شخص کو مشرک کہنا غلو ہے جسکی شریعت میں ممانعت آئی ہے، علامہ ذہبی، سُکی، ماوردی، ابن ھمام وغیرہ نے روضۂ اطہر کی زیارت کے آداب بیان کرتے ہوئے تصریح کی ہے کہ روضۂ اطہر کے پاس اس طرح کھڑا ہونا چاہئے جیسے آدمی نماز میں کھڑا ہوتا ہے، اگر روضۂ اطہر کے پاس قیام کفر اور شرک ہوتا تو

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی اور کے سامنے سجدہ کرنا بطریق
اولی کفر و شرک ہوتا" (ہدیۃ المھدی صفحہ ۳۰)

خط کشیدہ جملہ ذرا غور سے پڑھئے، جس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ نبی اور غیر نبی کے سامنے سجدہ کرنا غیر مقلدین کی شریعت میں شرک نہیں۔

قبروں کے پاس تلاوت

مولانا وحید الزمان اپنی کتاب "نزل الابرار" میں فرماتے ہیں:

"اس میں کوئی حرج نہیں کہ آدمی کسی قبر کے پاس سورۃ یٰسین، یا سورۃ اخلاص یا سورۃ ملک پڑھ کر اس کا ثواب اس قبر کے مردے کو بخش دے" (نزل الابرار جلدا صفحہ ۱۷۹)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ غسل کے لئے لیجانے سے پہلے مردے کے پاس قرآن شریف کی تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ظاہر یہ ہے کہ جائز ہے، قبروں کے پاس تلاوت کا بھی یہی حکم ہے"

(ایضاً جلدا صفحہ ۱۸۱)

یہی غیر مقلدین کا عقیدہ ہے اور قبروں کے پاس تلاوت ان کے ہاں معمول ہے جسکا مشاہدہ شب براءت اور جمعہ کے دن صبح کو ان کے ہاں کیا جا سکتا ہے۔

لیکن سلفیوں کے نزدیک قبروں کے پاس تلاوت کرنا ایک غیر مشروع عمل ہے اور یہ بدعت کے زمرے میں داخل ہے، چنانچہ مجلس قائمہ سے سوال کیا گیا کہ:

"کسی مردے کی قبر کی زیارت کرتے وقت سورۃ فاتحہ یا قرآن کا کوئی اور حصہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور کیا اس سے مردے کو فائدہ ہوتا ہے؟"

مجلس قائمہ کا جواب ملاحظہ ہو:

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ تو ثابت ہے کہ آپؐ قبروں کی زیارت فرماتے تھے اور مردوں کے لئے دعا فرمایا کرتے تھے لیکن آپؐ سے یہ کہیں بھی نہیں ثابت کہ آپؐ نے مردوں کے لئے قرآن کی کوئی سورت یا کوئی آیت پڑھی ہے حالانکہ آپ نے کئی بار قبروں کی زیارت فرمائی ہے، مذکورہ عمل اگر جائز ہوتا تو آپؐ ضرور کرتے اور صحابہ کے سامنے بیان فرماتے"

(فتاوی اسلامیہ جلد ۱ صفحہ ۳۶)

اور ابن عثیمین کے فتاوی میں ہے:

"قبر کے پاس تلاوت کلام پاک مناسب نہیں کیونکہ یہ عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی نہیں اور جو بات آپ سے ثابت نہ ہو اس پر عمل کرنا کسی مومن کے لئے مناسب نہیں ہے۔"

(فتاوی جلد ۲ صفحہ ۲۴۳)



وقت کا اختصار اور غیر مقلدین کا عقیدہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت ہجرت کر کے مدینہ منورہ کی طرف نکل رہے تھے تو اس وقت آپ نے مکہ مکرمہ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا "اے مکہ! تو ایک بہترین شہر اور میرا پیارا وطن ہے، اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو تجھے چھوڑ کر میں کبھی کہیں اور نہ ٹھہرتا"

مکہ مکرمہ سے نکلنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں نہیں رہ سکتے تھے، اور نہ خانہ کعبہ کا طواف کر سکتے تھے، ہجرت کے ساتویں سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ عمرہ کی نیت سے نکلے تھے لیکن حدیبیہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ مشرکین داخل ہونے نہیں دیں گے اور اس طرح آپؐ کو صحابہؓ سمیت اس سال واپس ہونا پڑا۔

لیکن مشائخ تصوف کے بارے میں غیر مقلدین کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ چند لحات میں بڑی دور کی مسافت طے کر سکتے ہیں اور وہ سفر کئے بغیر حج کر لیتے ہیں، ریاضتیں کرنے کے بعد زمین کی مسافت کم کر دینا اور پانی پر چلنا ولی و عارف کے لئے ممکن ہو جاتا ہے، چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> "بعض استعداد والوں کو ان پر مشقت ریاضتوں کے بعد سفلی ملائکہ کی حالت کی مشابہہ حالت حاصل ہو جاتی ہے...... بعض مثالی قویٰ بھی ان میں تدریجا ظاہر ہوتی رہتی ہیں، چنانچہ انہیں کشف ہونے لگتا ہے، وہ سچے خواب دیکھنے لگتے ہیں اور غیبی آواز سننے لگتے ہیں بلکہ پانی پر چلنا اور زمین کی مسافت کم کر دینے کی قدرت بھی انہیں حاصل ہو جاتی ہے" (الطاف القدس: صفحہ ۴۷)

اور نواب بھوپالی محمد بن حسن بن جعفر رذانی کے تذکرہ میں علامہ سمعانی سے نقل کر کے لکھتے ہیں:

"آپ صاحب کرامات بزرگ تھے اور آپ کی دعا قبول ہوتی تھی، ابن نجار نے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے طلاق کے ساتھ حلف اٹھائی کہ اس نے عرفہ میں شیخ کو دیکھا ہے، حالانکہ شیخ اس سال حج کرنے نہیں گئے تھے، شیخ کو جب اسکی اطلاع ہوئی تو آپ نے سرجھکا دیا، پھر سر اٹھا کر فرمانے لگے "تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ کا دشمن ابلیس کسی مسلمان مرد یا مسلمان عورت کو ورغلانے کے لئے ایک لحظہ میں مشرق سے مغرب تک کا احاطہ کر لیتا ہے۔ لہٰذا اس بات میں انکار اور تعجب نہیں کرنا چاہئے کہ کوئی اللہ کا بندہ اللہ کی طاعت کے سلسلہ میں اللہ کے حکم سے ایک ہی رات میں مکہ چلا بھی جائے اور پھر واپس لوٹ کر بھی آجائے"۔

اس کے بعد شیخ حلف اٹھانے والے شخص کی طرف متوجہ ہوئے، ان سے فرمایا خوش رہیں کیونکہ آپ کی بیوی آپ کے لئے حلال ہے" (حلف کی وجہ سے طلاق نہیں ہوئی) (التاج: صفحہ ۱۹۱)

مذکورہ واقعہ نواب بھوپالی نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے، اولیاء اللہ کو چند لمحات میں دور کی مسافت طے کرنے اور وقت کو مختصر کرنے پر قدرت حاصل ہونے کا عقیدہ غیر مقلدین کے اکابر کے نزدیک مسلمات میں سے ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کسی بھی عارف کو صوفیانہ ریاضتیں کرنے کے بعد یہ درجہ حاصل ہو سکتا ہے

غیر مقلدین خواہ کتنے ہی مکرو فریب سے کام لیں تاہم اس عقیدہ سے وہ جان نہیں چھڑا سکتے الا یہ کہ ان تمام باتوں کا انکار کر دیں جو ان کے اکابر اور مشائخ نے کہی ہیں لیکن ہم نہیں سمجھتے کہ وہ ان باتوں کا انکار کر سکیں گے اس لئے ان پر سلفی علماء کا فتوی پوری طرح منطبق ہوتا ہے اور ان کے تمام اکابر و مشائخ سلفیوں کے نزدیک حتمی طور پر جھوٹے ہیں۔

جہاں تک وقت کو مختصر کرنے اور اس تیزی کے ساتھ مسافت طے کرنے کے بارے میں سلفیوں کے عقیدہ کا تعلق ہے تو اس کی طرف ماقبل میں اشارہ گذر گیا کہ ان کے نزدیک یہ تمام خرافات اور بے حقیقت باتوں کے زمرے میں داخل ہیں۔

اولیاء اور انبیاء سے استعانت

اولیاء اللہ اور انبیاء سے طلب مدد اور انہیں پکارنے کے سلسلہ میں غیر مقلدین کا عقیدہ علامہ ابن تیمیہ، شیخ ابن عبدالوہاب اور سلفیوں کے عقیدہ کے بالکل برخلاف ہے، غیر مقلدین اپنے اس عقیدہ کو بڑی سختی سے چھپاتے ہیں۔

غیر مقلدین کے جلیل القدر عالم نواب وحیدالزمان نے اس موضوع پر بڑی تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب "ہدیۃ المھدی" میں کلام کیا ہے، چنانچہ وہ تفصیلی کلام کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

> "اس سے یہ بات بدیہی طور پر معلوم ہو گئی کہ جن امور پر مخلوق کو قدرت حاصل ہے ان میں غیر اللہ سے مدد طلب کرنا، پکارنا اور اسکی طرف متوجہ ہونا، اسی طرح ان میں غیر اللہ سے نفع نقصان کا عقیدہ رکھنا شرک اکبر نہیں ہے، نیز غیر اللہ سے اگر نفع اور نقصان کا خیال اس عقیدہ کے ساتھ ہو کہ جو کچھ بھی ہو گا اللہ کی اجازت اور حکم سے ہو گا تو یہ بھی شرک اکبر نہیں ہے۔"

حاشیہ میں کہتے ہیں:

> "اور یہ کیسے شرک ہو سکتا ہے جبکہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے وماھم بضارین بہ من احد الا باذن اللّٰہ (اور وہ لوگ اللہ کی اجازت کے بغیر اس کے ذریعہ سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے) معلوم ہوا کہ اللہ کے حکم سے وہ نقصان پہنچا سکتے تھے۔
>
> اسی طرح "جامع البیان" کے مؤلف نے اپنی تفسیر کی ابتدا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی ہے تو اگر غیر اللہ سے مدد طلب کرنا مطلقاً شرک ہو تو تفسیر "جامع البیان" کے مؤلف کا

مشرک ہونا لازم آئے گا[1]، پھر کیسے ان کی تفسیر پر اعتماد کیا جاسکے گا[2]، جبکہ تمام اہلِ حدیث ان کی تفسیر کو مانتے ہیں"۔

اسی طرح غلبۂ محبت یا استغراق کی کیفیت میں اللہ کے سوا کسی کو پکارا اور غائب کو حاضر کے درجہ میں سمجھا گیا مثلاً یا رسول اللہ! یا حیدر! یا علی! یا مدار! یا سالار! یا محبوب اور یا غوث جیسے الفاظ کہے ..... یا ان امور میں غیر اللہ سے مدد طلب کی جن پر اللہ کے نیک بندے قادر ہوتے ہیں تو یہ اور اس طرح کی دوسری چیزیں آدمی کو خارج از اسلام نہیں کرتی ہیں" (ہدیۃ المھدی صفحہ ۱۶)

غیر اللہ کو پکارنے اور مدد طلب کرنے کے جواز پر استدلال پیش کرتے ہوئے مولانا وحید الزمان صاحب کہتے ہیں:

"نواب صدیق حسن خان نے اپنے ایک طویل قصیدہ میں یہ اشعار کہے ہیں ؎

یا سیدی یا عروتی و وسیلتی
ویا عدتی فی شدة ورخائی
قد جئت بابك ضارعا متضرعا
متأوها بنفس الصعداء
مالی وراك مستغاث فارحمنی
یا رحمة للعالمین بكائی

(ہدیۃ المھدی صفحہ ۲۰)

---

[1] جی ہاں! جامع البیان کے مصنف کیونکر مشرک ہوسکتے ہیں، خواہ غیر اللہ سے ہی کیوں نہ استغاثہ کریں، کفر و شرک تو صرف بے چارے مقلدین خاص کر حنفیوں کے حصہ میں آیا ہے، غیر مقلدین جو چاہیں کریں تمغۂ توحید ان کی میراث ہے۔

[2] گویا اس تفسیر پر اعتماد کرنا کتاب و سنت پر اعتماد کرنے سے زیادہ اہم ہے.....!

"اے میرے آقا! اے میرے سہارے اور وسیلہ! اور اے خوشحالی و بدحالی میں میری متاع! میں روتا گڑگڑاتا اور ٹھنڈی آہیں بھرتا آپ کے در پر آیا ہوں۔ آپ کے علاوہ میرا کوئی فریاد رس نہیں، سو، اے رحمت للعالمین! میری گریہ وزاری پر رحم فرما"

آگے لکھتے ہیں:

"پھر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ سوال مردوں سے نہیں ہوتا ہے بلکہ صلحاء کی ارواح سے ہوتا ہے اور ارواح موت کا ذائقہ نہیں چکھتی ہیں، ان پر فنا طاری نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ ادراک و احساس کے ساتھ باقی رہتی ہیں خصوصا انبیاء اور شہداء کی ارواح، کیونکہ انبیاء اور شہداء زندوں کے حکم میں ہیں۔"

(ہدیۃ المھدی صفحہ ۲۰)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

"ہاں یہ ضروری ہے کہ یہ استعانت اور طلب مدد انکی قبروں کے پاس ہو کیونکہ جب وہ زندہ تھے تو اس وقت دور سے نہیں سنتے تھے تو اب مرنے کے بعد دور سے کیسے سن سکیں گے" (صفحہ ۲۰)

اور فرماتے ہیں:

"اس سے معلوم ہوا کہ عوام جو یا رسول اللہ، یا علی اور یا غوث کہتے ہیں تو صرف اس نداء کی وجہ سے ہم ان پر مشرک ہونیکا حکم نہیں لگا سکتے" (صفحہ ۲۴)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"مولانا اسحاق صاحب نے "مأۃ مسائل" میں فرمایا کہ نبی اور غیر نبی کو پکارنے میں فرق ہے، نبی کو پکارنا بظاہر جائز ہے" (صفحہ ۲۲)

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"نواب صدیق حسن خان نے اپنی بعض تالیفات میں یہ الفاظ لکھے ہیں:

قبلة دین مددی کعبة ایمان مددی

ابن قیم مددی قاضی شوکان مددی

(یعنی اے قبلہ دین میری مدد کر، اے کعبۂ ایمان! میری مدد کر، اے ابن قیم! میری مدد کر، اے قاضی شوکان! میری مدد کر)

"التاج المکلل" میں ذکر کردہ بزرگوں کے بارے میں نواب صاحب نے مقدمہ میں لکھا ہے:

"اگرچہ یہ لوگ کمیت میں کم ہیں تاہم کیفیت میں بہت زیادہ ہیں اس لئے کہ یہی لوگ کامل مدد کا ذریعہ ہیں" (التاج صفحہ ۲۰)

انبیاء، اولیاء اور صلحاء سے مدد طلب کرنے، انہیں پکارنے کے بارے میں یہ ہے برصغیر کے غیر مقلدین علماء و مشائخ کا عقیدہ تاہم موجودہ دور کے غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ وہ سلفی ہیں، موحد ہیں اور ہند میں سلفیت کے داعی ہیں، ان سب دعووں کو جھوٹ کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے، بخدا! یہی تو بعینہ بغیر کسی ادنیٰ فرق کے بریلویوں کا عقیدہ ہے۔

ان امور کے متعلق سلفیوں کے عقیدہ کا بیان ماقبل میں گذر چکا ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اپنی حاجات اور تکالیف دور کرنے کے لئے آپؐ کو پکارنا یا آپ سے مدد طلب کرنا شرک اکبر ہے جو انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے چاہے یہ شرک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کے پاس کیا جائے یا اس سے دور رہ کر!" (دیکھئے فتاویٰ لجنہ جلد ۱ صفحہ ۳۱۵)

اور شیخ ابن عثیمین سے بعض لوگوں کے اس قول کے بارے میں پوچھا گیا جو کسی مصیبت کے وقت "یا محمد" "یا علی" "یا جیلانی" جیسے الفاظ کہتے ہیں، ان کا جواب تھا:

"اگر ان کا مقصود اس پکارنے سے ان سے مدد طلب کرنا ہو تو یہ شرک اکبر ہے جو آدمی کو دائرۂ اسلام سے خارج کر دیتا ہے، ایسا کرنے والوں پر توبہ واجب ہے" (فتاویٰ ابن العثیمین جلد ۲ صفحہ ۱۶۳)

علم غیب اور عقیدۂ غیر مقلدین

علم غیب اللہ جل شانہ کی صفت ہے، اللہ جل شانہ کے علاوہ کوئی اور اس سے متصف نہیں ہوسکتا الاّ یہ کہ اللہ جل شانہ خود کسی رسول کو غیب کی بعض خبروں کا علم عطا فرما دے تو وہ دوسری بات ہے لیکن جہاں تک تعلق ہے علم غیب کا تو غیب کا علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے، کسی کو یہ نہیں معلوم کہ کل کیا ہوگا اور بطن مادر میں کیا ہے، یہ ہے امت اسلامیہ کا عقیدہ!

لیکن غیر مقلدین کا عقیدہ یہ ہے کہ انکے اکابر غیب کی خبریں جاننے پر قدرت رکھتے تھے اور عورت کے پیٹ میں جو کچھ ہے وہ انہیں معلوم ہوتا تھا تاہم غیر مقلدین دوسرے عقائد کی طرح اپنا یہ عقیدہ بھی چھپاتے ہیں ہم یہاں دو واقعات نقل کرتے ہیں جن سے ان کے اس عقیدہ پر روشنی پڑے گی۔

"الحیاۃ بعد المماۃ" کے مؤلف، غیر مقلدین کے شیخ میاں نذیر حسین صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "میاں صاحب نے فرخ آباد کے ایک باشندہ سید عبدالعزیز کے نام ایک خط میں لکھا کہ مجھے امید ہے اللہ آپ کو صالح اولاد عطا فرمائیں گے اور اس کے ساتھ ساتھ مجھے یہ بھی مکمل امید ہے کہ انکی تعداد زیادہ ہوگی (اس کے بعد اپنا خواب ذکر کر کے کہا) اور میں بھی یقیناً انہیں دیکھوں گا" سید عبدالعزیز کا کہنا ہے کہ اب میرے چار بیٹے ہیں اور ۱۹۰۰ء میں میں نے دہلی کا سفر کیا یہ میاں صاحب سے فیض حاصل کرنے کا آخری موقعہ تھا، چنانچہ آپ میرے بیٹوں کو میرے ساتھ دیکھ کر بڑے خوش ہوئے۔"

(الحیات بعد اللمات ۱۸۷)

مؤلف اس پر تبصرہ کر کے کہتے ہیں:

"کیا اس طرح کی خبر دینا کوئی معمولی بات ہے۔" (حوالہ بالا)

اور نواب صدیق حسن خان بھوپالی، موفق الدین ابن قدامہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

"ابن جوزی کے پوتے نے آپ کی ایک کرامت ذکر کی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ دل میں کہا کہ میری استطاعت ہوتی تو میں موفق الدین کے لئے ایک مدرسہ بناتا اور ہر دن انہیں ہزار درہم دیتا، کہا کہ کچھ دنوں بعد میں ان کے پاس آیا اور سلام کیا تو آپ میری طرف دیکھ کر مسکرا دیئے، پھر فرمانے لگے جب آدمی کوئی نیت کر لیتا ہے تو نیت کا ثواب اس کے لئے لکھ دیا جاتا ہے۔" (التاج المکلل صفحہ ۲۳۰)

پڑھنے والے یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ ارحام اور سینوں کے سربستہ رازوں کا علم صرف اللہ ہی کو ہوتا ہے اس لئے اس مسئلہ میں علماء اہلِ سُنّت کے اقوال کے تذکرہ کی ہم ضرورت محسوس نہیں کرتے ہیں۔



مسئلہ استواء علی العرش اور عقیدۂ غیر مقلدین

اللہ تعالیٰ کے عرش پر جلوہ افروز ہونے کو قرآن اور حدیث میں استواء علی العرش سے تعبیر کیا گیا ہے، استواء علی العرش کا یہ مسئلہ اہلِ علم میں بڑا معرکتہ الاراء رہا ہے، عام اہلِ سُنّت و الجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن شریف میں جو کچھ ہے بغیر کسی قسم کی تاویل اور تحریف کے اس پر ایمان لایا جائے کہ یہی سب سے اسلم اور صحیح راستہ ہے۔

اس مسئلہ میں سلفیوں کا جو عقیدہ مشہور رہے وہ جیسا کہ شیخ عبداللہ بن باز نے فرمایا یہ ہے کہ:

> ”اہلِ سُنّت و الجماعت یعنی صحابہ اور تابعین سب اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے اور عرش کے اوپر ہے، ان سب کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر بلندی کی جہت میں ہے۔“

لیکن غیر مقلدین کا عقیدہ اس مسئلہ میں سلفیوں سے بالکل مختلف ہے، حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اپنی کتاب ”القول الجمیل“ میں فرماتے ہیں:

> ”اللہ تعالیٰ ہر قسم کے نقص و زوال، جسمیت، تحیز، عرضیت، جہت اور الوان و اشکال سے بالکل منزہ اور پاک ہے۔“

اسی کتاب میں ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

> ”بہرحال قرآن کریم میں استواء علی العرش وارد ہوا ہے اور اللہ کے لئے ہاتھوں کا ثبوت بھی وارد ہوا ہے ہم اجمالاً اس پر ایمان لاتے ہیں اور تفصیل اللہ کے حوالہ کرتے ہیں۔“

اپنے رسالہ ”العقیدۃ الحسنۃ“ میں فرماتے ہیں:

> ”اللہ تعالیٰ نہ جوہر ہے، نہ عرض ہے، نہ جسم ہے، نہ کسی جگہ میں

ہے اور نہ ہی کسی جہت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے جیسا کہ اللہ نے خود اپنی یہ صفت بیان کی ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی جگہ میں متحیز ہے یا کسی جہت میں ہے بلکہ اس تفوق اور استواء کی حقیقت صرف اللہ ہی کو معلوم ہے۔"

اور اپنی عظیم تالیف "حجۃ اللہ البالغہ" میں فرماتے ہیں:

"پھر ان آیات کے معنی بغیر کسی تشبیہ اور بغیر کسی جہت کے تصور کئے جائیں بلکہ ان اوصاف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا صرف متصف ہونا مستحضر کیا جائے"

ماقبل میں یہ بات آپ کو معلوم ہو چکی ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ غیر مقلدین کے دعوی کے مطابق ان کے فرقہ کے بانی ہیں اور بڑا اونچا مقام رکھتے ہیں اس لئے کہ حضرت شاہ صاحب ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے لوگوں کو تقلید کی تاریکیوں سے عدم تقلید کی روشنی کی طرف نکالا اس لئے ان کا ہی عقیدہ درحقیقت مذہب غیر مقلدین کی صحیح اور حقیقی تعبیر ہے، موجودہ دور کے غیر مقلدین جن عقائد کا آج اظہار کر رہے ہیں وہ ان کے مذہب کے حقیقی عقائد ہرگز نہیں ...... کیونکہ عقائد میں کسی فرقہ کے اکابر کا قول معتبر ہوتا ہے، چھوٹوں اور بچوں کے قول کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ اور غیر مقلدین کا یہ عقیدہ علامہ ابن تیمیہ کے اس قول کے بالکل برخلاف ہے کہ: "اللہ تعالیٰ آسمانوں کے اوپر عرش پر، اپنی مخلوق سے الگ ہے۔"

اور جس کا یہ عقیدہ نہ ہو اس کے بارے میں علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں: "وہ گمراہ، خبیث، مبطل بلکہ کافر ہے۔"

اور شیخ عبداللہ بن باز کہتے ہیں:

"سلف صالح کا کلام اس سلسلہ میں معلوم اور متواتر ہے اور وہ وہی کلام ہے جس کی وضاحت علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے استواء کی تفسیر میں کی ہے۔"

سلفیوں اور غیرمقلدین کے عقیدہ میں اس واضح فرق اور تضاد کے باوجود آج کے غیرمقلدین کا خیال ہے کہ وہ سلفیوں کے مذہب پر ہیں، آخر جھوٹ اور نفاق کی بھی تو کوئی حد ہوتی ہے! واللہ یعلم ما تسرون و ما تعلنون۔



خلق ارض وسماء کا پہلا مادہ نورِ محمدی ہے

بریلویوں کا مشہور عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے "نور محمدی" پیدا فرمایا اور اس نور سے پھرپوری کائنات پیدا فرمائی، آسمان، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب اس نور سے پیدا ہوئے۔

ان کا استدلال اس حدیث سے ہے جو لوگوں میں مشہور ہے اور وہ ہے "اول ماخلقه الله نوری" اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

سلفی حضرات اس کا انکار کرتے ہیں، وہ اسے بدعتیوں کی ایک گمراہی سمجھتے ہیں کیونکہ یہ قول صحابہ، تابعین اور دوسرے ائمۂ مجتہدین میں سے کسی سے بھی منقول نہیں ہے۔

البتہ غیر مقلدین نے "نور محمدی" کے سلسلہ میں بعینہٖ وہ مذہب اختیار کیا ہے جو بریلویوں کا ہے، ان کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ اللہ نے سب سے پہلے "نور محمدی" کو پیدا فرمایا اور اس کو تمام موجودات کے لئے پہلا مادہ بنایا، چنانچہ مولانا وحیدالزمان اپنی مشہور کتاب "ہدیۃ المھدی" میں فرماتے ہیں:

> "اللہ تعالیٰ نے خلق کی ابتداء "نور محمدی" سے کی، پھرپانی پیدا فرمایا، پھرپانی پر عرش کو پیدا فرمایا، پھرہوا پیدا فرمائی، پھرنون، قلم اور لوح کی تخلیق فرمائی اس کے بعد عقل کو پیدا فرمایا تو نور محمدی آسمان و زمین اور ان کے درمیان تمام چیزوں کی تخلیق کے لئے مادۂ اولیہ ہے" (ہدیۃ المھدی صفحہ ۵۶)

میں سلفی علماء سے پوچھنا چاہوں گا کہ ان کا اس عقیدہ کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟ کیا یہاں کتاب و سُنّت یا صحابہ، تابعین اور ائمۂ دین کے اقوال سے کوئی دلیل ملے گی جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ تمام موجودات کا مادہ اولیہ "نور محمدی" ہے، غیر مقلدین اس قسم کے عقائد کو لے کر سلفیوں کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں، اس سلسلہ میں سلفیوں کا مسلک کیا ہے، مندرجہ ذیل فتویٰ سے اس کی

وضاحت ہو جائے گی:

"اللہ تعالیٰ نے بشر میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا، اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت آدم علیہ السلام کی نسل سے ایک بشر ہیں، رہا بعض جاہلوں کا یہ قول کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے سب سے پہلے پیدا فرمایا یا یہ قول کہ آپؐ اللہ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں یا عرش کے نور سے پیدا ہوئے ہیں تو یہ قول بالکل بے بنیاد اور باطل ہے" (فتاوی لجنہ ج۱ صفحہ ۳۰۷)

اور مجلس قائمہ کا فتوی ہے:

"یہ جو روایت بیان کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا اور باقی تمام مخلوق کو آپ کے نور سے پیدا فرمایا، یہ اور اس طرح کی دوسری روایات صحیح نہیں ہیں، یہ ایک باطل عقیدہ ہے" (ایضاً صفحہ ۳۱۱)

معلوم ہوتا ہے کہ کتاب "الدیوبندیہ......" کا مؤلف اپنے اکابر اور اپنے اسلاف و علماء کے اقوال سے بالکل بے خبر ہے، اسی جہالت کی وجہ سے اس نے اس طرح کی کتاب لکھ ڈالی، اگر اسے اپنے اکابر کے عقائد اور اپنے مذہب کا صحیح علم ہوتا تو اس طرح کی کتاب لکھنے کی کبھی جرأت نہ کرتا، اگر اس کو اس بات کا علم ہوتا کہ اس کے مذہب میں کیا کچھ عقائد ہیں، اس کے ان مشائخ اور اکابر کی کتابوں کے کیا مندرجات ہیں؟ جن پر اس کے مذہب کی بنیاد قائم ہے تو وہ اس طرح کے کلام کی جسارت ہرگز نہ کرتا جو اس نے "اول ما خلق اللّٰہ نوری......" کے عنوان کے ذیل میں کیا ہے، اس عنوان کے تحت اس نے کہا:

"برصغیر میں "نور و بشر" کا مسئلہ اہلِ حدیث اور قبر پرستوں کے درمیان بڑا اختلافی مسئلہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے یا اللہ نے آپ کو نور سے پیدا فرمایا تھا، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب

میں تصریح کی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں چنانچہ ارشاد خداوندی ہے "قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰھکم الٰہ واحد" اسی طرح حدیث میں ہے "انما انا بشر مثلکم انسی کما تنسون" میں تمہاری طرح بشر ہوں اسی طرح بھول جاتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو، اس سلسلہ میں آیات اور احادیث بکثرت ہیں جن کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ مسئلہ بالکل واضح ہے اس کے لئے جو صحیح دل اور عقل سلیم رکھتا ہو، لیکن علمائے دیوبند نے بریلویوں کے قول کے مشابہ قول اختیار کیا ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں اور آپؐ کا یہ نور سب سے پہلے پیدا کیا گیا تھا، اس پر وہ موضوع روایات سے استدلال کرتے ہیں"

(الدیوبندیہ صفحہ ۱۸۸)

مؤلف موصوف کو اگر اپنے اکابر اور مشائخ کے عقائد کا علم ہوتا تو وہ علمائے دیوبند کے بارے میں اس طرح لب کشائی کبھی نہ کرتا، مؤلف کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ بریلویوں کے قول کے مشابہہ قول صرف علمائے دیوبند ہی نے نہیں اختیار کیا بلکہ غیر مقلدین کے مشائخ نے بھی ان کے ساتھ اس مسئلہ میں بریلویوں کے قول کے مشابہہ قول اختیار کیا ہے اور وہ بھی موضوع روایات سے استدلال کرتے ہیں لیکن مؤلف موصوف چونکہ اپنے مشائخ کے عقائد سے جاہل ہے اس لئے اس نے علمائے دیوبند کے بارے میں یہ باتیں لکھ ماریں تاہم جاہل آدمی معذور ہوتا ہے اسے کیا لعن طعن کرنا!



سماع موتی اور عقیدۂ غیر مقلدین

"سماع موتی" بریلویوں کا ایک مشہور عقیدہ ہے، ان کا اعتقاد ہے کہ مردے مطلقاً ہر حال میں سنتے ہیں، اس عقیدہ کے منکرین پر وہ سخت نکیر کرتے ہیں، ان کے اس عقیدہ کی بنیاد در حقیقت ان کے ایک دوسرے عقیدہ پر ہے اور وہ یہ کہ اولیاء اللہ کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ وہ اپنی قبور میں زندہ ہیں، جو انہیں پکارے اس کی آواز سنتے ہیں، ضرور تمندوں کی حاجات کے لئے دعائیں قبول کرتے ہیں اور حصول مراد میں انہیں کامیاب کراتے ہیں۔

لیکن یہ عقیدہ سلفیوں کے مذہب میں بالکل باطل ہے، ابن تیمیہ، ان کے اصحاب اور سلفی حضرات اس نوعیت کے ساتھ اور اس عموم کے ساتھ سماع موتی کے قائل نہیں جس نوعیت کے ساتھ بریلوی قائل ہیں یہاں ہمارا مقصد اس موضوع پر بحث کرنا نہیں ہے بلکہ یہاں ہمارا مقصود یہ بتانا ہے کہ سماع موتی کے بارے میں غیر مقلدین کا عقیدہ بریلویوں کے عقیدہ سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے، ان کے نزدیک بھی سماع موتی کا ثبوت یقینی طور پر ہے اور مردوں کو پکارنا بغیر کسی شک اور تردد کے ان کے ہاں جائز ہے۔ ان کے ایک بڑے عالم مولانا وحید الزمان حیدر آبادی فرماتے ہیں:

> "بے شک شہداء اور تمام مردوں کے لئے سماع ثابت ہے......
> قبروں کی زیارت کرنے والے "السلام علیکم دار قوم مومنین" کے الفاظ کہتا ہے، ظاہر بات ہے یہ خطاب اسی کو ہو سکتا ہے جو سنتا ہو اور عقل و شعور رکھتا ہو اگر اس طرح نہ ہو تو پھر یہ خطاب ایسا ہو جائیگا جیسے کوئی شخص کسی معدوم چیز کو یا بے جان چیز کو خطاب کرے، سلف کا اس پر اجماع ہے اور تواتر کے ساتھ ان سے آثار مروی ہیں" (ہدیۃ المھدی صفحہ ۶۰)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

"سماع موتیٰ کے مسئلہ میں ہم نے معتزلہ اور فقہائے احناف کے ساتھ اختلاف کیا اور بعض ان حضرات سے بھی اختلاف کیا جو اپنے آپ کو اہلِ حدیث کہتے ہیں حالانکہ وہ اہلِ حدیث نہیں ہیں"

(حوالہ بالا)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"خلاصۂ کلام یہ کہ صحیح احادیث کی نصوص سے بعض زندوں کے لئے مخصوص سماع ثابت ہے" (حوالہ بالا)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"مردے کو پکارنے سے کونسی چیز مانع ہے جبکہ سوال مردوں سے نہیں کیا جاتا بلکہ صلحاء، انبیاء اور شہداء کی ارواح سے کیا جاتا ہے جو زندوں کے حکم میں ہیں" (ہدیۃ المہدی صفحہ ۲۲)

اور کہتے ہیں:

"اگر مردے کو اس کی قبر کے پاس پکارا جائے تو اس کے لئے سننا ممکن ہے۔" (صفحہ ۲۳)

ایک اور جگہ پر بعینہٖ بریلویوں کے عقیدہ کی ترجمانی کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ نبی کا سماع، یا علیؓ کا سماع یا کسی ولی کا سماع عام لوگوں کے سماع سے بایں طور زیادہ وسیع ہے کہ وہ زمین کے تمام خطوں اور تمام اطراف کو شامل ہے اور تمام علاقوں کی پکار سن سکتے ہیں تو یہ شرک نہیں ہے۔" (صفحہ ۲۵)

امید ہے سماع موتی کے متعلق غیر مقلدین کے عقیدہ کی وضاحت کے لئے اس قدر تفصیل کافی ہوگی، کس قدر تعجب کی بات ہے کہ ایسے عقائد رکھنے کے باوجود یہ لوگ سلفی ہونے کا دعوی کرتے ہیں، کیا اس سے بڑھ کر بھی جھوٹ نفاق اور دجل و فریب کا مظاہرہ ہو سکتا ہے!

رہا سماع موتی کے متعلق سلفیوں کا عقیدہ تو اس کی وضاحت مندرجہ ذیل سوال اور مجلس قائمہ کی طرف سے اس کے جواب سے ہو جاتی ہے۔

"سوال...... کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روضۂ اطہر کے پاس ہر دعا اور آواز سن لیتے ہیں یا صرف درود سنتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے "من صلى على عند قبرى سمعته......" کیا حدیث صحیح ہے، ضعیف ہے یا موضوع ہے؟

جواب...... اصل بات یہ ہے کہ مردے عموماً زندوں کی نہ دعا سنتے ہیں اور نہ ہی ان کی آواز سنتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وما انت بمسمع من فى القبور" قرآن اور احادیث صحیحہ میں اس بات پر دلالت کرنے والی کوئی ایسی چیز ثابت نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انسان کی ہر دعا اور ہر آواز سنتے ہیں تاکہ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت قرار دیا جائے، رہی حدیث "من صلى على عند قبرى سمعة..." "تو یہ حدیث اہلِ علم کے نزدیک ضعیف ہے"

(فتاوی لجنۃ جلد ۳ صفحہ ۷۰، ۱۶۹)

حیاۃ انبیاء اور عقیدۂ غیر مقلدین

"اہلِ سُنّت والجماعت کی متفقہ رائے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبر میں حیات برزخی حاصل ہے جس سے آپ کو اللہ کی نعمتوں کا احساس ہو جاتا ہے اور اس طرح ناز و نعمت میں آپؐ زندگی بسر کر رہے ہیں تاہم آپ کی روح مبارک آپ کی طرف اس طرح لوٹ کر نہیں آئی ہے کہ آپ جیسے دنیا میں تھے ایسے دوبارہ زندہ ہوگئے ہوں۔"

یہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کے متبعین سلفی حضرات کا عقیدہ ہے، لیکن غیر مقلدین کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ علی اللہ علیہ وسلم نزدیک سے پکارنے والے کی آواز سنتے ہیں، کھاتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، مدد کرتے ہیں، سوتے جاگتے ہیں، اسطرح کے تمام امور جو دنیا

کے زندوں کے ساتھ مخصوص ہیں غیر مقلدین انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قبر میں ثابت کرتے ہیں۔

یہ تمام امور برصغیر کے غیرمقلدین کے عقیدہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپؐ کے لئے ثابت ہیں، اس سلسلہ میں آپ نے بہت کچھ ماقبل میں پڑھ لیا، یہاں ہم مزید کچھ تفصیل ذکر کرتے ہیں۔ علامہ وحیدالزمان حیدر آبادی اپنی کتاب "ہدیہ المھدی" میں فرماتے ہیں:

> "ارواح موت کا ذائقہ چکھ کر فنا نہیں ہوتی ہیں بلکہ احساس اور ادراک کے ساتھ باقی رہتی ہیں خصوصاً انبیاء اور شہداء کی ارواح، کہ ان کا وہی حکم ہے جو زندوں کا ہے" (ہدیۃ المھدی صفحہ۲۲)

اسی مقام کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

> "حضرت انسؓ سے امام بیہقی اور ابونعیم نے مرفوعاروایت نقل کی ہے کہ " الانبیاء احیاء فی قبور ھم یصلون" انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، اس مسئلہ میں امام بیہقی کی ایک مستقل کتاب ہے جسکا نام انہوں نے "حیاۃ الانبیاء" رکھا ہے" (ایضاً حاشیہ)

آگے ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

> "اور اسی لئے قبروں میں مردے زیارت کرنے والوں کا سلام اور ان کا کلام سنتے ہیں، سلام کرنے والوں کو جانتے اور ان کے لئے دعا کرتے ہیں، آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، کچھ لوگ تو ان میں نماز بھی پڑھتے ہیں، قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، ایک دوسرے سے ملتے ہیں، جنت کے میوے کھاتے اور اس کا پانی پیتے ہیں، لباس پہنتے ہیں اور ناز و نعمت میں زندگی بسر کرتے ہیں،

زیارت کرنے والوں کے حالات بھی جانتے ہیں، ان کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور انہیں دیکھتے ہیں، البتہ وہ اپنی آواز سنانے پر قادر نہیں ہوتے اور نہ ہی اپنے آپ کو دکھانے پر قدرت رکھتے ہیں، بسا اوقات بعض زندوں کو اللہ تعالیٰ انہیں دکھلا دیتے ہیں اور انہیں ان کا کلام بھی سنوا دیتے ہیں اور کبھی نہ وہ سنتے ہیں اور نہ جانتے ہیں بلکہ قبروں میں غافل ہو کر سوئے رہتے ہیں"

(ہدیۃ المہدی صفحہ۵۹)

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"مردے زندوں کے حالات ان نئے مردوں سے پوچھتے ہیں جو ان کے پاس آتے ہیں، ان کے اقوال اور اعمال کو جانتے ہیں اور ان کے جانے کے بعد گھر میں جو کچھ ہوتا ہے اسے جانتے ہیں اولاد اور قبیلہ کی بھلائی سے خوش اور ان کے فسق و فجور سے غمگین ہوتے ہیں" (صفحہ۶۱)

ان امور کو ثابت کرنے کے بعد کیا کوئی شخص انبیاء، شہداء اور صلحاء کی حیات کا انکار کر سکتا ہے کہ حیات کے تو یہی معنی ہیں، اس کے بعد کوئی ہٹ دھرم ہی ان کی حیات کا انکار کر سکتا ہے، حیات انبیاء اور حیات غیر انبیاء کا جس نے بھی دعوی کیا ہے مقصد اس کا قبروں میں انہیں ان اعمال اور ان امور کے ساتھ متصف کرنا ہوتا ہے۔

کیا موجودہ دور کے غیر مقلدین اپنے مشائخ اور اکابر کے حیات انبیاء و شہداء اور حیات صلحاء کے اس عقیدہ سے راہ فرار اختیار کر سکتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے غیر مقلدین اور بریلویوں کے درمیان عقیدۂ حیات انبیاء کے نقطہ نظر سے کوئی فرق نہیں ہے، اس عقیدہ میں دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ ہیں جیسا کہ دوسرے کئی عقائد میں وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ متحد ہیں۔

رہا سلفیوں کا عقیدہ! تو ان کا عقیدہ شیخ محمود تویجری نے اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

"اور اگر ان کے پاس انبیاء کی وفات کے بارے میں ذکر کردہ آیات

کا صحیح جواب نہیں ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اور قیامت تک قبر میں آپ کے ٹھہرنے پر دلالت کرنے والی احادیث کا جواب ان کے پاس نہیں ہے تو پھر ان پر حق کی طرف رجوع کرنا واجب ہے جس پر کتاب وسُنّت دلالت کرتی ہیں اور جس پر سلف صالح یعنی صحابہ اور تابعین ہیں اور وہ ہے "ممات انبیاء" کا عقیدہ...... یہی صحیح عقیدہ ہے، اس کے خلاف جو بھی عقیدہ ہو گا وہ فاسد عقائد کے زمرے میں داخل ہو گا"

(القول البلیغ صفحہ ۸۳)

تنبیہ

حیاتِ انبیاء کے سلسلے میں جمہور امت کی طرح علماء دیوبند کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام برزخ میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں ان کی حیات برزخی صرف روحانی نہیں بلکہ جسمانی حیات ہے جو حیات دنیوی کے مماثل ہے بجز اس کے کہ وہ احکام کے مکلف نہیں۔ (دیکھیئے عقائد علماء دیوبند صفحہ ۴۶ از مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی) یہی جمہور علماءِ اہلسنّت کا عقیدہ ہے اور اکابر غیر مقلدین اور سلفی ائمہ کا بھی تقریباً یہی عقیدہ ہے نواب صدیق حسن خانؒ وغیرہ کی عبارتیں تو اوپر لکھ دی گئیں، سلفی علماء کے امام علامہ شوکانی رحمہ اللہ کی مندرجہ ذیل عبارت بھی ملاحظہ فرمائیں علامہ لکھتے ہیں:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے الانبیاء احیاء فی قبورھم بیہقی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔"

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"محققین کا مذہب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں اور اپنی امت کی طاعات سے خوش ہوتے ہیں اور انبیاء کے اجساد نہیں گلتے جبکہ مطلق ادراک مثلاً علم سمع تمام

مردوں کے لئے ثابت ہے، قرآن کریم میں وفات کے بعد شہداء کی زندگی کی تصریح ہے بلاشبہ ان کی زندگی جسمانی ہے اور جب شہداء زندہ ہیں تو حضرات انبیاء کی حیات کا انکار کیسے کیا جاسکتا ہے۔" (دیکھئے نیل الاوطار للشوکانی جلد ۳ صفحہ ۲۶۴ و جلد ۵ صفحہ ۱۰۱ بحوالہ وجہ جدید للسلفیہ للشیخ بدرالحسن القاسمی۔ از مترجم)



حلول اور حاضر ناظر ہونے کا عقیدہ

علمی حلقوں میں بریلویوں کا یہ عقیدہ مشہور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ناظر اور لوگوں کے احوال سے باخبر ہیں، لیکن ہمیں کوئی بریلوی عالم معلوم نہیں جس نے کہا ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کائنات کے ذرات اور بندوں کی جانوں میں سرایت کئے ہوئی ہے، یہ درحقیقت "تناسخ" کا قائل ہونا ہے جو ہندی کفار و مشرکین کا مذہب ہے۔

لیکن ہمیں بڑا تعجب ہے کہ غیر مقلدین گمراہیوں میں بریلویوں سے بھی بہت آگے بڑھ گئے ہیں اس لئے کہ غیر مقلدین کا جس طرح یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ناظر ہیں لوگوں کے احوال کا علم رکھتے ہیں اسی طرح ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بندوں کی جانوں میں سرایت کر گئی ہے، چنانچہ نواب صدیق حسن خان اپنی کتاب "مسك الختام فی شرح بلوغ المرام" میں لکھتے ہیں:

> "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر آن اور ہر حال میں مومنین کے مرکز نگاہ اور عابدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں خصوصا عبادت کی حالت میں کیونکہ اس حالت میں انکشاف اور نورانیت زیادہ قوی اور شدید ہوتی ہے بعض عارفین کا قول ہے کہ تشہد میں "ایہا النبی" کا یہ خطاب ممکنات اور موجودات کی ذات میں حقیقت محمدیہ کے سرایت کرنے کے اعتبار سے ہے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے والوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہوتے ہیں اس لئے نماز پڑھنے والے کو چاہئے کہ اس بات کا خصوصیت کے ساتھ خیال رکھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حاضری سے غافل نہ ہو تاکہ قرب و معیت کے انوارات اور معرفت کے اسرار حاصل کرنے میں کامیاب رہے" (مسک الختام صفحہ ۲۴۴)

اس کے بعد نواب صاحب نے ایک فارسی شعر لکھا ہے جس کے معنی ہیں "میں تجھے عیاں اور صاف دیکھ رہا ہوں اور ہدیۂ سلام آپ کی طرف بھیج رہا ہوں۔"

میں قارئین سے پوچھنا چاہوں گا کہ کیا یہ ہے سلفی مذہب، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ناظر ہونیکا عقیدہ سلف میں کس کا تھا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے والوں کی ذات میں سرایت کی ہے اور حقیقت محمدیہ نے تمام موجودات میں سرایت کی ہے، سلف میں کون یہ عقیدہ رکھتا تھا؟ بخدا! اسلام میں یہ شرک و کفر ہے اور جس کا یہ عقیدہ ہو اس پر توبہ واجب ہے!

یہ بات اس سے پہلے ہم کئی بار کہہ چکے ہیں کہ نواب بھوپالی غیر مقلدین کے سرخیل اور ان کے مجدد ہیں اور ان کے اقوال اور اعمال انکے نزدیک حجت ہیں جنہیں رد نہیں کیا جاسکتا۔



عورت کے لئے اللہ پر جھوٹ بولنا جائز ہے

غیر مقلدین کا ایک خطرناک عقیدہ یہ ہے کہ ان میں علماء کی ایک جماعت عورت کی وجہ سے اللہ پر جھوٹ بولنے کو جائز قرار دیتی ہے، ان کے مجتہد زمانہ حافظ عبداللہ روپڑی[ا] کہتے ہیں:

"شریعت نے ازدواجی زندگی کو بڑی اہمیت دی ہے اور اس کا بڑا خیال رکھا ہے کہ شوہر اور بیوی میں محبت اور الفت ہو حتیٰ کہ اس مقصد کے لئے شریعت نے اللہ پر جھوٹ بولنے کو بھی جائز قرار دیا" (فتاویٰ اہل حدیث صفحہ ۳۷۰)

یہ کس قدر کفر اور الحاد کی بات کہہ گئے، ترک تقلید و دعوائے اجتہاد لاشعوری میں انہیں اس کفریہ گڑھے تک لے آیا، کیا یہ سلفیوں کا عقیدہ ہے؟ اہلِ توحید میں کس نے یہ عقیدہ اختیار کیا ہے؟

موجودہ غیر مقلدین کے چھوٹوں بڑوں سب کی یہ عادت بن گئی ہے کہ اپنے اصل عقائد کو دوسرے گمراہ فرقوں قادیانیت، فری میسن، اسماعیلیت وغیرہ کی طرح چھپاتے ہیں۔

پھر عجیب بات یہ ہے کہ یہ شخص جو اپنے اس عقیدہ کی وجہ سے بلاشبہ ملحد ہے محض غیر مقلد ہونے اور ائمۂ مجتہدین کی شان میں بیہودہ گوئی اور ہرزہ سرائی کی وجہ سے بڑے بڑے القاب اور خطابات کا مستحق ہے، چنانچہ اس کو، "محدث" "اپنے وقت میں علماء حدیث کا عظیم عالم" "قرآن و حدیث پر گہری نظر کا مالک" اور "ناشر سُنّت و سلفیت" جیسے الفاظ سے غیر مقلدین یاد کرتے ہیں۔

[ا] ان کے متعلق "جہود مخلصہ" کے مؤلف رقم طراز ہیں:

"شیخ عبداللہ روپڑی اپنے وقت کے اساطین علماء میں شمار کئے جاتے تھے، کتاب و سنت پر گہری نظر تھی، آپ نے پوری زندگی درس و تدریس، تالیف و تصنیف اور سنت و سلفیت کی نشر و اشاعت میں صرف کی۔" (صفحہ ۱۹۹)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور عقیدۂ غیر مقلدین

بعض غیر مقلدین کا ایک خطرناک کفریہ عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کے بعض علماء کا خیال ہے کہ ان کے ماں باپ دونوں تھے، اگر کوئی انکے والد کے ہونے سے انکار کرے تو وہ اللہ پر افتراء، کتاب اللہ کی تکذیب اور حضرت مریم علیہا السلام کی عزت پر حملہ کرتا ہے، چنانچہ غیر مقلدین کے ایک بڑے عالم نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب "عیون زمزم فی میلاد عیسی ابن مریم" کے نام سے لکھی ہے اور اسمیں دلائل سے یہ بات ثابت کی ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کے شوہر تھے اور۔ معاذ اللہ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے والد تھے۔

تقلید اور مقلدین کے خلاف ہندوپاک میں سرگرم غیر مقلد علماء میں سے کوئی عالم ہمیں نہیں معلوم جس نے عنایت اللہ اثری کی اس کتاب کی تردید کی ہو، اس کا یہ جرم عظیم صرف اس لئے قابل عفو ہے کہ وہ غیر مقلد ہے اور ائمۂ مجتہدین کی شان میں گستاخی کرتا ہے، اس کتاب میں صرف یہ عقیدہ نہیں بیان کیا گیا بلکہ علمائے دین کی شان میں ہرزہ سرائی، ان کے مذاق اور دوسری کفریہ باتوں سے بھی کتاب بھری ہوئی ہے۔

یہاں ہم اس کتاب کی کفریہ باتوں کے کچھ نمونے آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں تاکہ جہاں ایک طرف ہندو پاک میں "اہلِ حدیث" کی طرف منسوب غیر مقلدین کے عقائد پر کچھ روشنی پڑسکے وہاں دوسری طرف دانا و بینا لوگوں کو کچھ عبرت بھی حاصل ہو، چنانچہ اثری صاحب لکھتے ہیں:

> "افسوس ہے کہ مریم بیچاری کے ساتھ بڑا ظلم ہوا کہ دوسروں کے لئے تو نکاح کے بعد بھی چھ ماہ تک کوئی کرامت قبول نہیں کی گئی اور اس کے لئے نکاح کئے بغیر ہی خلاف شرع کرامۃ بچہ پیدا کرالیا گیا، کیا خوب ہے" (عیون زمزم صفحہ ۱۹)

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں:

"عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی والدہ ماجدہ تو اپنا شوہر اور اس کا باپ بتا رہی ہے اور باپ بیٹا بھی دونوں اسے تسلیم فرما رہے ہیں، مگر صدیوں بعد لوگوں نے انہیں بے پدر بتایا اور آپ کی والدہ کو بے شوہر بتایا، کیا خوب ہے" (عیون زمزم صفحہ ۴۰)

مندرجہ ذیل سوال و جواب بھی ملاحظہ ہوں:

"سوال...... قرآن مجید میں ہے کہ "التی احصنت فرجھا. ..... مریم نے اپنا فرج محفوظ رکھا تھا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس نے شادی نہیں کی۔

جواب...... احصان فرج ترک شادی پر دال نہیں بلکہ نکاح کے ذریعہ سفاح سے احتراز ہے" (یعنی آپ عفیفہ تھیں)

(عیون زمزم صفحہ ۳، ۴)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"علاوہ اس کے اصلاً بھی ولد کے لئے زوجین کا ہونا ضروری ہے کیونکہ احد الزوجین سے تولد ممکن نہیں، مفردات امام راغب میں ہے کہ ان الولد جزء من الاب، ولد جیسے کہ ماں کا ایک جزء ہوتا ہے ویسے ہی باپ کا بھی ایک جزء ہوتا ہے" (صفحہ ۹۰)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"ولد کے لئے زوجین کا ہونا ضروری ہے کیونکہ احد الزوجین سے ولد کی پیدائش ممکن نہیں" (صفحہ ۱۰)

ایک دوسری جگہ رقم طراز ہیں:

"اگرچہ حمل اور وضع انثی کا کام ہے مگر یہ بھی بغیر ذکر ممکن نہیں، اسی طرح حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا حمل اور وضع اور رضع بھی بغیر شوہر ممکن نہیں" (صفحہ ۲۲)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"مریم رضی اللہ عنہا نے عیسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلایا ہے تو پھر اس کا شوہر ثابت ہوا" (صفحہ ۳۶)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

"جیسے کہ بچہ زوجین کے ملاپ سے پیدا ہوتا ہے اس کے بغیر نہیں، ایسے ہی دودھ بھی دونوں کے ملاپ سے پیدا ہوتا ہے اس کے بغیر نہیں" (صفحہ ۳۷)

کچھ آگے جا کر لکھتے ہیں:

"ہود، صالح، لوط، ادریس، شعیب، داؤد، الیاس، یسع، زکریا علیہم السلام جیسے بزرگوں کے ماں باپوں کا کوئی ذکر نہیں فرمایا تو کیا یہ اثنائے سلسلۂ توالد و تناسل میں ماں باپ کے بغیر ہی پیدا ہوئے تھے، ہرگز نہیں، سب کے ماں باپ تھے مگر ان کا ذکر نہیں فرمایا کہ اس کی ضرورت نہیں" (صفحہ ۳۷)

اثری صاحب اسی طرح اپنی اس کتاب میں مذکورہ گمراہ روش پر چلے ہیں اور اپنے عقیدہ کے مطابق انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا دوسرے عام انسانوں کی طرح باپ تھا۔ اثری اپنی مذکورہ کتاب پر بڑا فخر بھی کرتے ہیں، اپنی ایک دوسری کتاب "العطر البلیغ" میں اس کتاب کے متعلق کہتے ہیں:

"دوسرے (رسالہ) میں عیسیٰ علیہ السلام کی بے پدری پیدائش پر پوری پوری بحث و تمحیص ہے اور دلائل و براہین سے ثابت کیا ہے کہ موصوف (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کا باپ تھا اور وہ معلوم النسب اور شریف النسب تھے۔ بے پدری کا خیال خطرناک خیال ہے" (العطر البلیغ صفحہ ۱۷۵)

میں غیر مقلدین کے بعض لوگوں کے اس عقیدہ پر اپنی طرف سے تبصرہ کی ضرورت محسوس نہیں کرتا ہوں البتہ اس بات کا افسوس ضرور ہے کہ غیر مقلدین اصحاب قلم میں

سے کسی نے بھی اس کتاب کے رد میں قلم نہیں اٹھایا حالانکہ ان میں ایسے لوگ موجود ہیں جو "الدیوبندیہ......" جیسی کتاب لکھ کر اسے دلکش اور خوبصورت انداز میں شائع کرا سکتے ہیں، فالی اللہ المشتکی۔



رام چندر، لچھمن، اور کرشن کی نبوت کا عقیدہ!

قرآن اور حدیث میں جن انبیاء کا ذکر آیا ہے ہم ان کی نبوت پر ایمان لاتے ہیں لیکن جن کا تذکرہ قرآن اور حدیث میں نہیں آیا ہے اجمالاً تو ان پر ایمان ہم لاتے ہیں تاہم کسی کی تعیین اس سلسلہ میں اپنی طرف سے نہیں کی جا سکتی ہے، اہلِ سُنّت و الجماعت کا یہی عقیدہ ہے، لہٰذا کسی ایسے شخص کو نبی کہنا جائز نہیں ہے جسکی نبوت کا ذکر قرآن اور حدیث میں نہ ہو اور اسلاف اور بعد کے علماء میں کوئی اس کی نبوت کا قائل نہ ہو۔

لیکن اس بارے میں غیر مقلدین کا عقیدہ کیا ہے؟ نواب وحیدالزماں کی درج ذیل عبارت سے اس کی وضاحت ہوجاتی ہے، نواب صاحب اپنی کتاب "ہدیہ المھدی" میں لکھتے ہیں:

> "ہمارے لئے مناسب نہیں ہے کہ ہم دوسرے انبیاء کی نبوت کا انکار کریں جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنی کتاب میں نہیں کیا لیکن وہ اپنی اپنی قوموں میں تواتر کے ساتھ نیکوکار انبیاء معروف ہیں، اگرچہ وہ قومیں کافر ہی سہی جیسا کہ رام چندر، لچھمن، کرشن جی ہندوؤں میں، زرتشت فارسیوں میں، کنفیوس اور بدھا چینیوں میں، سقراط اور فیثاغورث یونانیوں میں بلکہ ہم پر واجب ہے کہ ہم کہیں کہ اللہ کے تمام نبیوں اور رسولوں پر ہم ایمان لائے"

(ہدیۃ المہدی صفحہ ۸۵)



صحیح بخاری اور نظریۂ غیر مقلدین

امت کا اس پر اجماع ہے کہ صحیح بخاری کتاب اللہ کے بعد اصح الکتب ہے اور یہ متقدمین اور متاخرین سب میں یکساں مقبول چلی آرہی ہے، علماء اس کے درس و تدریس اور اس کی شرح و تحقیق کو ہر دور میں اپنی زندگی کا مشغلہ بناتے رہے ہیں اور زندگی کا ایک بڑا حصہ اسمیں صرف کرتے رہے ہیں، یقیناً یہ کتاب بہت بڑا علمی کارنامہ ہے جس پر مسلمان بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں، شیعہ، منکرین حدیث اور برصغیر کے غیر مقلدین کے علاوہ کسی نے بھی اس کے مندرجات سے انکار نہیں کیا ہے۔

عرب ممالک کے علماء کے سامنے غیر مقلدین امام بخاری اور ان کی کتاب کے ساتھ اپنی محبت و عقیدت کا بڑے شد و مد کے ساتھ اظہار کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے نزدیک امام بخاری کا وہ رتبہ نہیں ہے جسکا وہ اظہار کرتے ہیں، ان کے ایک بڑے عالم وحید الزمان بخاری شریف کے ایک راوی مروان بن الحکم پر سخت تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "حضرت عثمان کو جو نقصان پہنچا وہ اسی کمبخت شریر النفس مروان کی بدولت، خدا اس سے سمجھے" (رسائل اہلِ حدیث جلد ۲ صفحہ ۳۹)

اور امام بخاری رحمہ اللہ پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "امام جعفر صادق مشہور امام ہیں، بارہ اماموں میں سے اور بڑے ثقہ اور فقیہ اور حافظ تھے، امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے شیخ ہیں، اور امام بخاری کو معلوم نہیں کیا شبہ ہوگیا کہ وہ اپنی صحیح میں ان سے روایت نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ امام بخاری پر رحم کرے، مروان اور عمران بن حطان اور کئی خوارج سے تو انہوں نے روایت کی اور امام جعفر صادق سے جو ابن رسول اللہ علیہ وسلم

ہیں ان کی روایت میں شبہ کرتے ہیں" (لغات الحدیث......)

غیر مقلدین کے ایک اور عالم حکیم فیض عالم کے نام سے معروف ہیں، موصوف نے اسلاف امت اور ائمۂ مجتہدین کی شان میں جی کھول دشنام طرازی اور دریدہ دہنی کی ہے، غیر مقلدین کے ہاں انہیں خوب پذیرائی حاصل ہے اور یہ غیر مقلدین کے بے نظیر و مایہ ناز محقق کہلاتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے واقعۂ افک سے متعلق جو احادیث بخاری شریف میں ذکر کی ہیں انکی تردید کرتے ہوئے حکیم فیض عالم لکھتے ہیں:

"ان محدثین، ان شارحین، ان سیرت نویس، اور ان مفسرین کی تقلیدی ذہنیت پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے جو اتنی بات کا تجربہ یا تحقیق کرنے سے بھی عاری تھے کہ یہ واقعہ سرے سے ہی غلط ہے، لیکن اس دینی و تحقیقی جرأت کے فقدان نے ہزاروں ایسے پیدا کئے اور پیدا ہوتے رہیں گے۔ ہمارے امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری میں جو کچھ درج فرمایا وہ صحیح اور لاریب ہے خواہ اس سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت، انبیاء کرام کی عصمت، ازواج مطہرات کی طہارت کی فضائے بسیط میں دھجیاں بکھرتی چلی جائیں، کیا یہ امام بخاری کی اسی طرح تقلید جامد نہیں جس طرح مقلدین، ائمۂ اربعہ کی تقلید کرتے ہیں" (صدیقۂ کائنات صفحہ ۱۰۶)

آگے لکھتے ہیں:

"دراصل امام بخاری میرے نزدیک اس روایت کے معاملہ میں مرفوع القلم ہیں، داستان گو کی چابک دستی کے سامنے امام بخاری کی احادیث کے متعلق تمام چھان بین دھری کی دھری رہ گئی"

(حوالہ سابق)

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:

"اب ایک طرف بخاری کی ۹ سال والی روایت ہے اور دوسری طرف اتنے قوی شواہد و حقائق ہیں، اس سے صاف نظر آتا ہے کہ

۹ سال والی روایت ایک موضوع قول ہے جسے ہم منسوب الی الصحابہ کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے" (صفحہ ۸۰)

حکیم فیض عالم، بخاری شریف کے ایک مرکزی راوی، جلیل القدر تابعی اور حدیث کے مدونِ اول امام ابن شہاب زھریؒ پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ابن شہاب منافقین و کذابین کے دانستہ نہ سہی، نادانستہ ہی سہی مستقل ایجنٹ تھے، اکثر گمراہ کن، خبیث، اور مکذوبہ روایتیں انہیں کی طرف سے منسوب ہیں" (صدیقہ کائنات صفحہ ۱۰۷)

مزید لکھتے ہیں:

"ابن شہاب کے متعلق یہ بھی منقول ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے بھی بلا واسطہ روایت کرتا تھا جو اس کی ولادت سے پہلے مر چکے تھے، مشہور شیعہ مؤلف شیخ عباس قمی کہتا ہے کہ ابن شہاب پہلے سنی تھا، پھر شیعہ ہوگیا" (ایضاً صفحہ ۱۰۸)

غیر مقلدین کی امام بخاری رحمہ اللہ پر جرح کرنے اور ان کی کتاب سے اعتماد اٹھانے میں یہی روش ہے، آج کے غیر مقلدین امام بخاری اور ان کی کتاب کے ساتھ اپنی عقیدت اور محبت کے اظہار میں بڑے سرگرم اور اپنے آپ کو "اہلِ حدیث" ثابت کرنے میں بہت ہی پرجوش ہیں لیکن اہلِ حدیث کا ان دورنگوں سے کوئی تعلق نہیں جو ایک چہرہ سے محبت اور دوسرے چہرہ سے عداوت کرتے ہیں۔



غیر مقلدین اور شیعوں کے عقائد میں ہم آہنگی

جن لوگوں نے غیر مقلدین کی کتابوں اور ان کے عقائد کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ غیر مقلدین میں ایک شاخ ایسی بھی ہے جو کئی مسائل میں شیعہ مذہب کے ساتھ ہم آہنگ ہے، غیر مقلدین شیعہ فرقہ کے ساتھ جن جن عقائد اور مسائل میں ہم آہنگی رکھتے ہیں ہم آنے والے صفحات میں ان میں سے بعض کا اجمالاً ذکر کرتے ہیں، سلفی علماء سے ہم امید رکھتے ہیں کہ وہ آنے والے ان کے ان عقائد پر عدل و انصاف کے ساتھ نظر ڈالیں اور حق و انصاف کا فیصلہ کریں، جو جماعت یہ عقائد رکھتی ہے اس کے متعلق اپنی رائے صادر فرمائیں اس لئے کہ ہم انہیں شریعت اسلامیہ کے امین، حق کے داعی، اہلِ ایمان اور اہلِ توحید سمجھتے ہیں۔

بارہ اماموں کے بارے میں غیر مقلدین کا عقیدہ

شیعوں کا دعوی ہے کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کی تصریح فرمائی تھی، حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ کی امامت کی، حضرت حسنؓ نے امام حسینؓ کی، امام حسینؓ نے اپنے بیٹے علی کی امامت کی، علی نے اپنے بیٹے ابو جعفر محمد کی امامت کی، محمد نے اپنے بیٹے جعفر کی امامت کی، جعفر نے اپنے بیٹے موسی کی امامت کی، موسی نے اپنے بیٹے علی کی امامت کی، علی نے اپنے بیٹے محمد کی امامت کی، اور محمد نے اپنے بیٹے محمد کی امامت کی تصریح فرمائی ہے، یہ محمد ان کے ہاں امام غائب منتظر ہیں جو ظاہر ہو کر دنیا کو عدل و انصاف سے مالا مال کریں گے۔ (منہاج السنۃ جلد ۲ صفحہ ۱۰۶)

یہ کل بارہ امام ہیں اور انہیں کی طرف شیعوں کا مشہور فرقہ "امامیہ" منسوب ہے جسکو "اثنا عشریہ" بھی کہتے ہیں، ان ائمہ کے بارے میں اس فرقہ کا مختصراً عقیدہ یہ ہے کہ انہیں وہ ان تمام صفات کے ساتھ متصف قرار دیتا ہے جن کے ساتھ انبیاء اور رسول

متصف ہوتے ہیں، اس کے نزدیک یہ لوگ کائنات میں تصرف پر قادر ہیں اور انبیاء کی طرح معصوم ہیں، شیعوں کی مشہور کتاب "اصول کافی" میں ہے:

"امام مؤید اور موفق ہوتا ہے، اور ہر قسم کی غلطی اور لغزش سے معصوم ہوتا ہے" (صفحہ ۱۲۲)

امام جعفر صادق سے شیعہ نقل کرتے ہیں:

"کیا آپ کے علم میں نہیں کہ دنیا امام کے ہاتھ میں ہے جہاں چاہے رکھدے اور جس کو چاہے دیدے" (ایضاً)

شیعوں کے ہاں ان سے یہ قول بھی منقول ہے:

"ہم نبوت کا درخت، رحمت کا گھر، حکمت کی کنجیاں، علم کا خزانہ، رسالت کی جگہ اور ملائکہ کی آمد و رفت کا مرکز ہیں۔ (صفحہ ۱۳۵)

شیعوں کا عقیدہ ہے کہ امامت کا مقام، نبوت کے مقام سے اوپر ہے، چنانچہ حیات القلوب میں ہے الامامة فوق النبوة (امامت نبوت سے اعلیٰ ہے) (صفحہ ۱۰ جلد ۳)
شیعوں کے امام کے بارے میں عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے خمینی کہتا ہے:

"امام کے لئے مقام محمود، اونچا درجہ، اور تکوینی خلافت ہے، کائنات کے تمام ذرات اس خلافت کی بالادستی کے تابعدار ہوتے ہیں" (الحکومة الاسلامیة للخمینی صفحہ ۵۲)

بارہ اماموں کے بارے میں یہ شیعہ فرقہ کے بعض عقائد ہیں، جہاں تک ان ائمہ کے بارے میں غیر مقلدین کے عقائد کا تعلق ہے تو آگے ہم اس پر روشنی ڈالتے ہیں۔

امام غائب منتظر کے متعلق غیر مقلدین کا عقیدہ

امام غائب منتظر کے بارے میں اور بارہ اماموں کے بارے میں غیر مقلدین کا عقیدہ شیعوں کے فرقہ امامیہ کے عقیدہ کے قریب قریب ہے، چنانچہ نواب وحیدالزمان اپنی کتاب "ہدیہ المھدی" میں کہتے ہیں:

"اگر سیدنا حضرت علیؓ اور معاویہؓ کے درمیان ہمارے زمانہ میں جنگ شروع ہوئی ہوتی، تو ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوتے، پھر ان کے بعد امام حسن بن علی کے ساتھ ہوتے، پھر امام حسین بن علی کے ساتھ، ان کے بعد علی بن حسین کے ساتھ، ان کے بعد امام باقر کے ساتھ، ان کے بعد امام جعفر بن محمد کے ساتھ ان کے بعد امام موسیٰ بن جعفر کے ساتھ، ان کے بعد امام علی بن موسیٰ رضا کے ساتھ، ان کے بعد امام محمد بن علی جواد کے ساتھ، ان کے بعد امام علی بن محمد کے ساتھ، پھر ھادی تقی کے ساتھ، اور پھر ان کے بعد امام حسن بن علی عسکری کے ساتھ ہوتے، پھر اگر ہم باقی رہیں ان شاء اللہ تو اپنے امام محمد بن عبداللہ مہدی فاطمی منتظر کے ساتھ ہوں گے" (ہدیۃ المھدی صفحہ ۱۰۳)

اس کے بعد فرماتے ہیں:

"یہ بارہ امام ہیں اور درحقیقت یہی وہ حکمران ہیں جن پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت اور دین کی ریاست منتہی ہوتی ہے یہ آسمان ایمان ویقین کے آفتاب ہیں" (صفحہ ۱۰۳)

آگے لکھتے ہیں:

"بنوامیہ اور بنو عباس کے بادشاہ ائمۂ دین نہیں تھے بلکہ ان میں اکثر چور اور زبردستی غلبہ حاصل کرنے والے تھے، انہوں نے مسلمانوں کا خون بہایا اور زمین کو ظلم وستم سے بھر دیا تھا۔"
(صفحہ ۱۰۳)

اس فصل کو ان دعائیہ کلمات کے ساتھ ختم کیا ہے:

اللھم احشرنا مع ھولاء الائمۃ الاثنی عشر، وثبتنا علی حبھم الی یوم النشور۔

"اے اللہ! ان بارہ اماموں کے ساتھ ہمارا حشر فرما، اور قیامت تک

ان کی محبت پر ہمیں ثابت قدمی عطا فرما۔"

قارئین کرام غور فرمائیں کیا مذکورہ کلام میں شیعہ عقائد کے جراثیم محسوس نہیں ہوتے؟ کیا اہلِ سُنّت و الجماعت کا کلام ایسا ہو سکتا ہے؟ کیا اس میں شیعیت کی روح نہیں جھلکتی؟ مصائب اور تکالیف میں شیعوں کی طرح غیر مقلدین بھی امام غائب سے فریاد رسی کرتے ہیں، چنانچہ غیر مقلدین کے ایک بڑے عالم[1]، امام غائب کی شان میں اپنے ایک قصیدہ میں کہتے ہیں جسکا ترجمہ ہے:

"خوشی اور مسرت کے چڑھتے دریا کا پانی خشک ہوگیا، اسلام کی فرحت جاتی رہی، اور سکون کے ہار کے موتی بکھر گئے، گئے وہ دن، اور وہ نظام بدل گیا، اے اللہ! امام غائب کا ظہور تو اب ہونا ہی چاہئے کہ قافلۂ اسلام کا آج نہ کوئی رہنما ہے اور نہ اس کا کوئی تاج ہے" (طریق محمدی صفحہ ۱۵)

غیر مقلدین کے ایک اور مشہور عالم مولوی عبدالوہاب صاحب ملتانی جو جماعت غرباء اہلِ حدیث کے امیر اور "شیخ الکل فی الکل" میاں نذیر حسین صاحب کے شاگرد ہیں اپنے امام ہونے کا اعلان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "میں ہی امام وقت ہوں" (مقاصد امامت صفحہ ۲) "امام وقت اپنے نبی کا نائب ہوتا ہے جو حالت نبی کی ہوتی ہے وہ ہی امام کی ہوتی ہے" (صفحہ ۱۴)

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

"جو امام وقت کی بیعت کے بغیر مرے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا اور جو امام وقت کی اجازت کے بغیر زکوٰۃ دے گا تو اس کی زکوٰۃ قبول نہ ہوگی اور ایسے ہی امام وقت کی اجازت کے بغیر طلاق، نکاح

---

[1] ان کے متعلق "جہود مخلصہ" کا غیر مقلد مؤلف لکھتا ہے:

"آپ مشہور علماء اہل حدیث میں سے تھے، علمی حلقوں میں آپ کی شہرت تھی، زندگی بھر تصنیف و تالیف اور سنت و سلفیت کی اشاعت میں لگے رہے، بدعات و خرافات اور تقلید و مذہبی تعصب کے خلاف ہمیشہ لڑتے رہے" (صفحہ ۱۹۳)

بھی درست نہیں اور جو اس وقت (میرے علاوہ) مدعی امامت ہو گا
وہ واجب القتل ہے" (ایضاً صفحہ ۲)

امامت کے بارے میں ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"جب تک مسلمان امام کو نہیں بناتا اس کا اسلام ہی معتبر نہیں"
(صفحہ ٦)

امامت کے بارے میں بعینہٖ یہی شیعوں کا عقیدہ ہے، ہم نہیں سمجھتے کہ اہلِ سُنّت والجماعت کے علماء میں سے کوئی بھی عالم اس قسم کے عقائد کا اعتقاد رکھے گا چہ جائیکہ وہ شیخ ابن عبدالوہاب علامہ ابن تیمیہ اور ابن قیم کے متبعین میں سے کوئی سلفی ہو کر ان عقائد کا معتقد ہو جائے، یہ تو ممکن ہی نہیں ہے۔

امامت اور امام کے اس مسئلہ کے بارے میں علامہ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب "منہاج السنۃ" میں سیر حاصل بحث کی ہے اور اس مسئلہ میں شیعوں کے گمراہ کن نظریات کی بھرپور طریقہ سے تردید کی ہے، ایک جگہ فرماتے ہیں:

"ان کی ایک حماقت یہ ہے کہ چند جگہیں متعین کر کے وہاں امام منتظر کا انتظار کرتے ہیں اور بلند نعرے لگا کر ان سے نکلنے کا مطالبہ کرتے ہیں حالانکہ اگر وہ موجود ہوتے اور انہیں نکلنے کا حکم ہوتا تو نکل آتے چاہے لوگ انہیں پکاریں یا نہ پکاریں۔"

(منہاج السنۃ جلد ا صفحہ ۱۰)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"رہا ان ائمہ کے بارے میں عصمت کا دعوی کرنا تو اس پر کوئی دلیل ذکر نہیں کی گئی ہے ان کی عصمت کے صرف امامیہ اور اسماعیلیہ قائل ہیں اور ملحدین اور منافقین ہی نے اس سلسلہ میں ان کی موافقت کی ہے" (منہاج السنہ جلد ۲ صفحہ ۸۳)

خلفائے راشدین اور عقیدۂ غیر مقلدین

اہلِ سُنّت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام صحابہ میں سب سے افضل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد حضرت عمرؓ، پھر حضرت عثمانؓ اور پھر حضرت علیؓ کا درجہ ہے۔ اسی طرح اہلِ سُنّت والجماعت کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ حضرات صحابہؓ تمام امت میں افضل ہیں اور ان میں پھر سابقین اولین افضل ہیں، یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جس میں اہلِ سُنّت کا کوئی اختلاف نہیں ہے، چنانچہ عقیدۂ طحاویہ میں ہے:

ونثبت الخلافة بعد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم اولاً لابى بكر الصديق رضى اللّٰه عنه تفضيلا له، وتقديما على جميع الامة (شرح عقیدۃ الطحاوی صفحہ ۵۳۳)

"حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور تمام امت پر مقدم ہونے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم اولاً خلافت ان کے لئے ثابت مانتے ہیں۔"

اور عقیدۂ طحاویہ کی شرح میں ہے:

وترتيب الخلفاء الراشدين رضى اللّٰه عنهم اجمعين فى الفضل كترتيبهم فى الخلافة۔ (ص ۵۴۸)

"اور افضلیت میں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے درمیان ترتیب وہی ہے جو خلافت میں ان کی ترتیب ہے۔"

ایک اور جگہ ہے:

"حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جو شخص حضرت علیؓ پر مقدم نہیں مانے گا وہ درحقیقت انصار اور مہاجرین پر عیب لگائے گا (کیونکہ انصار و مہاجرین دونوں حضرت عثمانؓ کو حضرت علیؓ پر فوقیت دیتے تھے) (ایضاً)

سلفی حضرات کا مسلک بھی اس سلسلہ میں عام اہلِ سُنّت و الجماعت کے موافق ہے، شیعہ اور روافض کے بارے میں یہ لوگ بڑا سخت رویہ رکھتے ہیں۔

رہا خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کی ایک دوسرے پر فوقیت اور فضیلت کے بارے میں فرقۂ غیر مقلدین کا مذہب! تو اس کی وضاحت "ہدیہ المھدی" کے مؤلف نے یوں کی ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام برحق حضرت صدیق اکبرؓ پھر حضرت عمرؓ پھر حضرت عثمانؓ، پھر حضرت علیؓ اور پھر حضرت حسن بن علیؓ ہیں، ان پانچوں میں سے عنداللہ کون افضل و ارفع ہیں؟ یہ ہمیں نہیں معلوم! بلکہ ان میں سے ہر ایک کے بکثرت فضائل ہیں، البتہ حضرت سیدنا علی اور حضرت حسن کے فضائل کی کثرت ہے اس لئے کہ یہ صحابی ہونے اور اہلِ بیت ہونے دونوں فضیلتوں کے جامع ہیں، یہی محققین کا قول ہے۔"

(ہدیۃ المہدی صفحہ ۹۴)

اہلِ سُنّت اس بات کے قائل ہیں کہ خلفائے راشدین کی افضلیت خلافت کی ترتیب کے مطابق ہے لیکن اس کے متعلق مؤلف "ہدیۃ المھدی" لکھتے ہیں:

"اکثر اہلِ سُنّت والجماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سب سے افضل حضرت صدیق اکبرؓ، پھر حضرت عمرؓ، پھر حضرت عثمانؓ اور پھر حضرت علیؓ کو قرار دیتے ہیں، لیکن مجھے اس پر کوئی قطعی دلیل نہیں مل سکی" (ایضاً)

"رہا حضرت علیؓ کا یہ قول کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر حضرت صدیق اکبرؓ، پھر حضرت عمرؓ ہیں اور میں تو مسلمانوں میں ایک عام آدمی ہوں" تو ان کا یہ قول تواضع پر محمول ہے" (صفحہ ۵۵)

ایک جگہ خالص شیعوں کی زبان میں کہتے ہیں:

"تعجب کی بات یہ ہے کہ ترجیح اور فضیلت دینے والے ان لوگوں نے تو پہلے خود یہ اصول طے کیا ہے کہ عقائد کے باب میں ظنیات کا اعتبار نہیں اور پھر خود اس مسئلہ میں اس اصول کو توڑ کر ضعیف اور موقوف آثار و روایات سے استدلال کرتے ہیں" (صفحہ ۵۵)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب "ازالۃ الخفاء" میں اہلِ سُنت کی ترجمانی کرتے ہوئے اس مسئلہ میں خلفائے راشدین کی افضلیت حسب ترتیب خلافت ثابت کی ہے، نواب وحید الزمان اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ترجیح اور فضیلت دینے پر حضرت شاہ صاحب نے کوئی قطعی دلیل پیش نہیں کی ہے جو کچھ انہوں نے ذکر کیا ہے وہ سب اندازے اور تخمینے کی باتیں ہیں جو اس مقام میں مناسب نہیں ہیں" (ایضاً)

اور اپنے عقیدہ پر نواب بھوپالی کے کلام سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

""ہمارے اصحاب میں سید صاحب کا قول ہے کہ ان میں کسی ایک کی افضلیت سے ہماری مراد من کل الوجوہ افضلیت نہیں ہے"
(ایضاً)

اور اہلِ سُنت کے عقیدہ پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ نہ کہا جائے کہ شیخین کی تفضیل ایک اجماعی مسئلہ ہے کہ علماء نے اس کو اہلِ سُنت والجماعت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا ہے اس لئے کہ اجماع کا دعویٰ کرنا ہمیں تسلیم ہی نہیں، اجماع کے لئے کوئی مستند دلیل ہونی چاہئے یہاں مستند دلیل کہاں ہے"
(ایضاً)

خلفائے راشدین کی افضلیت کے بارے میں یہ ہے غیر مقلدین کا عقیدہ! جو شیعوں کے عقیدہ سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے، میں نہیں سمجھتا کہ ہمارے سلفی بھائی، اس عقیدہ پر اپنی پسندیدگی ظاہر کر کے غیر مقلدین کے ساتھ ہم آہنگی اختیار کر لیں گے کیا وہ ان چالبازوں کی حقیقت جاننا چاہیں گے؟ ان کی دوستی کے بوجھ سے الگ ہونا پسند کریں

گے، کب تک غیر مقلدین کے اس جھوٹے پروپیگنڈے کے زیر دام رہیں گے کہ وہ اہلِ سُنّت والجماعت ہیں۔

چونکہ اس عقیدہ کا غلط اور باطل ہونا بالکل واضح ہے اس لئے ہم اس سلسلہ میں علمائے اہلِ سُنّت کی آراء پیش کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے ہیں۔

بعد میں آنے والے کئی لوگ صحابہ سے افضل ہیں

امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ساری امت میں سب سے افضل ہیں اس مسئلہ میں اہلِ سُنّت والجماعت کے درمیان کسی کا کوئی اختلاف ہمیں نہیں معلوم۔ لیکن غیر مقلدین کا عقیدہ اہلِ سُنّت والجماعت کے خلاف ہے، ان کے عقیدہ کی تشریح مولانا وحید الزمان اپنی کتاب "ہدیۃ المھدی" میں یوں کرتے ہیں:

> "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم، ثم الذین یلونهم ...... لیکن یہ اس امر کو مستلزم نہیں ہے کہ بعد کی صدیوں میں آنے والا کوئی بھی شخص قرون سابقہ میں گذرنے والے لوگوں سے افضل نہیں ہو سکتا ہے، اس امت کے بہت سے (صحابہ کرام کے) بعد آنے والے علماء، عوام صحابہ سے علم، معرفت اور سُنّت کی نشر واشاعت میں افضل تھے اور یہ ایک ایسی بات ہے کہ جسکا کوئی عقلمند آدمی انکار نہیں کر سکتا۔ (ہدیۃ المھدی صفحہ ۹۰)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

> "لیکن ممکن ہے کہ بعض اولیاء کو ایسی دوسری وجوہ سے فضیلت حاصل ہو جو صحابی کو حاصل نہ ہوں" (ایضاً)

ان کا یہ کلام گمراہی اور جمہور امت کی مخالفت پر مبنی ہے جسکا اہلِ سُنّت والجماعت کے کلام سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے ہاں شیعہ عقائد اور خرافات کے ساتھ ضرور ہم آہنگ ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

"اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں پر نظر کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل تمام دلوں میں بہتر پایا تو اس کو اپنے لئے منتخب کر دیا اور اپنی رسالت دے کر انہیں مبعوث فرمایا، پھر بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو صحابہ کرام کے دلوں کو سب سے بہتر پایا تو انہیں اپنے نبی کے وزراء بنا دیا جو دین کے لئے جہاد کرتے رہے ہیں، پس جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ عنداللہ بھی اچھی ہے اور جسے وہ بری سمجھیں وہ عنداللہ بھی برا ہے۔"

(شرح العقیدہ الطحاویہ صفحہ ۵۳۱)

اور حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں:

"اصحاب محمد کو گالی نہ دو کیونکہ ایک ادنیٰ صحابی کا تھوڑی دیر کا قیام تمہارے بڑے سے بڑے ولی کے عمر بھر کے عمل سے بہتر ہے۔"

(ابن ماجہ صفحہ ۱۵)

اور سعید بن زید کہتے ہیں:

"بخدا! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی صحابی کا چہرہ اگر کسی معرکہ میں غبار آلود ہوا ہو تو صرف وہ ایک معرکہ تمہارے عمر بھر کے عمل سے بہتر ہے خواہ تمہیں عمر نوح ہی کیوں نہ مل جائے"

(مسند احمد جلد ا صفحہ ۱۸۷)

حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ بالکل واضح اور بے غبار ہے اس لئے ہم اس غیر مقلد کی اس سلسلہ میں طویل تردید کی ضرورت محسوس نہیں کرتے ہیں صرف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول پیش کرتے ہیں، آپ نے صحابہؓ کے بارے میں فرمایا:

اولئك اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم كانوا افضل هذه الامة، ابرها قلوبا، واعمقها علما، واقلها تكلفا۔

"یہ حضرات صحابہؓ امت میں سب سے زیادہ افضل، دلوں کے اعتبار سے سب سے زیادہ نیک، علم کے لحاظ سے سب سے زیادہ

گہرے اور تکلف میں سب سے کم تھے۔"

غیر مقلدین کے نزدیک صحابہؓ کا قول حجت نہیں

اہلِ سُنّت والجماعت کا اتفاق ہے کہ کتاب و سُنّت کے بعد حضرات صحابہؓ کا قول حجت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین کی سُنّت کی اقتداء کا حکم فرمایا ہے، حضرات صحابہؓ کے اقوال اور ان کے طریقوں کو ترک کرنا روافض ہی کا شعار ہے۔

غیر مقلدین بھی اس سلسلہ میں روافض اور شیعوں کی راہ پر گامزن ہیں، ان کے دل حضرات صحابہؓ کے ساتھ بغض و نفرت سے بھرے ہوئے ہیں، ان کے عجیب عقائد کا علم ان کی کتابوں کے مطالعہ کرنے والے کو ہوتا ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کے اقوال حجت نہیں ہیں، جمہور اہلسنّت کی مخالفت کرتے ہوئے اقوال صحابہ سے استدلال کو درست نہیں مانتے ہیں، نواب بھوپالی کا ارشاد ہے:

"خلاصۂ کلام یہ ہے کہ صحابہ کرام کی تفسیر سے دلیل قائم نہیں ہو سکتی بالخصوص اختلاف کے موقعہ پر۔" (بدور الاھلہ صفحہ۱۳۹)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"صحابی کا فعل حجت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا"

(التاج المکلل صفحہ ۲۹۲)

ان کے بیٹے نواب نورالحسن لکھتے ہیں:

"اصول میں یہ بات طے ہوگئی ہے کہ صحابی کا قول حجت نہیں"

(عرف الجادی صفحہ۱۰۱)

اور میاں نذیر حسین صاحب لکھتے ہیں:

"صحابہؓ کے افعال سے استدلال نہیں کیا جا سکتا ہے"

(فتاوی نذیریہ صفحہ۱۹۶ جلد۱)

یہ تمام غیر مقلدین صحابہ کرام کے اقوال اور افعال سے استدلال کو درست نہیں

مانتے ہیں اور اس بارے میں خلفائے راشدین تک کو مستثنیٰ نہیں کرتے ہیں۔ کیا سلفیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے؟ میں نہیں سمجھتا کہ سلفیوں میں سے کسی بھی شخص کا یہ عقیدہ ہوسکتا ہے کہ وہ صحابہ کے قول سے استدلال کا مطلقاً انکار کرتا ہو۔ علامہ ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم اور دوسرے تمام اگلے پچھلے علماء، حضرات صحابہ کے اقوال سے استدلال کرتے ہیں اور خلفائے راشدین کے جاری کردہ طریقہ اور عمل کو سُنّت قرار دیتے ہیں، ان کے مخالف کو اہلِ سُنّت والجماعت سے خارج سمجھتے ہیں۔ علامہ ابن تیمیہ نے "منہاج السنۃ" اور اپنے فتاویٰ میں اس مسئلہ پر کافی تفصیلی کلام کیاہے، ایک جگہ فرماتے ہیں:

"خلفائے راشدین کی سُنّت بھی ان چیزوں میں داخل ہے جن کا اللہ اور رسول نے حکم دیا ہے، اس پر بہت سے شرعی دلائل موجود ہیں" (فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۸)

اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے مروی ہے:

"ہمارے نزدیک سُنّت کے اصول وہ ہیں جن پر حضرات صحابہ کرامؓ تھے" (ایضاً جلد ۴ صفحہ ۱۵۵)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"حضرات صحابہ کرام علم، عقل، دین اور فضل میں ہم سے فائق ہیں، اپنی رائے کے بجائے ہمارے لئے ان کی رائے زیادہ بہتر ہے" (ایضاً جلد ۴ صفحہ ۱۵۸)

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"حضرات صحابہؓ کا جب کسی بات پر اتفاق ہو جائے تو وہ بات باطل نہیں ہو سکتی ہے۔ (منہاج جلد ۳ صفحہ ۶۶)

اور "فتاویٰ" میں فرماتے ہیں:

"کتاب و سُنّت میں غور کرنے والا یہ بات اچھی طرح جانتا ہے اور اس پر تمام اہلِ سُنّت والجماعت کا اتفاق بھی ہے کہ عمل، قول اور عقیدہ غرضیکہ ہر فضیلت میں سب سے بہتر پہلا زمانہ تھا (یعنی نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دور) پھر ان کے بعد کے لوگوں کا زمانہ (یعنی تابعین کا دور) اور پھر ان سے متصل لوگوں کا زمانہ (یعنی تبع تابعین کا دور) جیسا کہ مختلف طرق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے۔ حضرات صحابہؓ علم، عمل، ایمان، عقل، دین، بیان اور عبادت غرضیکہ ہر فضیلت میں سب سے افضل ہیں اور ہر پیچیدہ مسئلہ کی وضاحت و بیان کے لئے بہتر واولیٰ! یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس کو کوئی انتہائی ہٹ دھرم اور گمراہ آدمی ہی رد کر سکتا ہے" (فتاویٰ جلد ۴ صفحہ ۱۵۷)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"کتاب و سُنّت اور اجماع و قیاس کی دلالت کی بناء پر حضرات صحابہؓ امت میں سب سے اکمل ہیں اسی لئے آپ امت میں کسی بھی شخص کو اس طرح نہیں پائیں گے جو حضرات صحابہؓ کی فضیلت کا معترف نہ ہو، اس مسئلہ میں اختلاف اور نزاع کرنے والے۔ جیسا کہ روافض ہیں۔ درحقیقت جاہل ہیں۔"

(منہاج جلد ۱ صفحہ ۱۶۷)

غیر مقلدین اجماع کے منکر ہیں

غیر مقلدین کی ایک گمراہی یہ ہے کہ اجماع کا انکار کرتے ہیں، ان کے نزدیک اسلامی عقیدہ کے اصول صرف کتاب اور سُنّت ہیں، حتیٰ کہ اجماع صحابہ کے بھی منکر ہیں، یہ بھی شیعوں کے ساتھ عقائد میں ہم آہنگی کی وجہ سے ہے، شیعہ اور غیر مقلدین کے علاوہ کوئی بھی فرقہ ہمیں ایسا معلوم نہیں جس نے اجماع کا انکار کیا ہو وہ اجماع جس کے اصول دین ہونے پر، حضرات صحابہ، خلفائے راشدین اور پوری امت کا اتفاق ہے۔ علامہ ابن تیمیہ روافض پر رد کرتے ہوئے "منہاج السنۃ" میں لکھتے ہیں:

"اجماع تمہارے (روافض کے) نزدیک حجت نہیں ہے"

(منہاج السنہ جلد ۳ صفحہ ۲٦٦)

بہرحال انکار اجماع روافض کا مذہب ہے، اہلِ سُنّت کا مذہب نہیں، غیر مقلدین بھی اس مسئلہ میں روافض کی راہ چلے ہیں، ان کے عقیدہ کی تفصیل نواب نورالحسن نے "عرف الجادی ...... " میں کی ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں: "دین اسلام کے ادلہ صرف دو چیزوں میں منحصر ہیں کتاب اللہ اور سُنّت رسول اللہ" (عرف الجادی صفحہ ۳)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: "اجماع کوئی چیز نہیں ہے" (عرف الجادی: ۳)

اور فرماتے ہیں: "ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اجماع کی اس ہیبت کو دلوں سے نکال دیں جو دلوں میں بیٹھی ہے" (ایضاً)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں: "حق بات یہ ہے کہ اجماع ممنوع ہے" (ایضاً)

ایک اور جگہ ہے: "جو اجماع کا دعوی کرتا ہے تو اس کا یہ دعوی بہت بڑا ہے کیونکہ وہ اس کو ثابت نہیں کر سکے گا" (ایضاً)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: "اجماع جس کا وقوع اور ثبوت ممکن ہے ہم اسے حجت شرعیہ تسلیم نہیں کرتے" (ایضاً صفحہ ٦)

انکار اجماع کے سلسلہ میں یہ ہے غیر مقلدین کا عقیدہ، رہا اس بارے میں سلفیوں کا عقیدہ تو وہ غیر مقلدین کے بالکل برخلاف عقیدہ رکھتے ہیں، وہ اجماع کو ایک شرعی دلیل سمجھتے ہیں، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتابیں پڑھنے والوں پر یہ بات مخفی نہیں ہے، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا ایک قول ابھی گذر گیا کہ "صحابہ جس بات پر اجماع کر لیں وہ بات باطل نہیں ہو سکتی" ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

> "حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ کا ایمان نقل متواتر سے ثابت ہے اور اہلِ علم کا اس پر اجماع ہے" (فتاوی جلد ۴ صفحہ ۴۵۳)

ایک جگہ صحابہؓ کی ایک جماعت کی پاکبازی کے متعلق فرماتے ہیں:

> "تو کتاب اللہ، سُنّت اور سلف کے اجماع سے ثابت ہے کہ وہ مومن اور مسلمان تھے" (فتاوی جلد ۴ صفحہ ۴۴۳)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

> "کئی اہلِ علم نے اس بات پر علماء کا اجماع ذکر کیا ہے کہ حضرت

صدیق اکبرؓ حضرت علیؓ سے اعلم تھے" (ایضاً جلد ۴ صفحہ ۳۸۹)

مذکورہ عبارتوں کے پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ دوسرے تمام اہلِ سُنّت والجماعت کی طرح اپنی تالیفات میں "اجماع" سے استدلال کرتے ہیں اور حق بات یہ ہے کہ جس امر پر صحابہ خصوصاً خلفائے راشدین اجماع کرلیں اس کا انکار کرنا زندقہ، الحاد اور نفاق ہی کی بنیاد پر ہو سکتا ہے، افسوس یہ ہے کہ غیر مقلدین نے اس الحاد، اس نفاق اور رافضیت سے بڑا وافر حصہ پایا ہے اگرچہ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ سلفی اور سُنّت کے داعی ہیں لیکن جھوٹ تو منافقین کی علامات میں سے ہے۔

شیخینؓ اور حضرت عثمانؓ کی افضلیت تسلیم نہیں

اہلِ سُنّت اور جمہور مسلمانوں کے خلاف غیر مقلدین کا ایک عقیدہ یہ ہے کہ یہ لوگ حضرت علیؓ پر حضرت عثمانؓ کی افضلیت کے منکر ہیں اور حضرت علیؓ پر حضرات شیخین کی افضلیت میں توقف کرتے ہیں، چنانچہ نواب وحید الزمان لکھتے ہیں:

> "اس مسئلہ میں قدیم سے اختلاف چلا آرہا ہے کہ عثمانؓ اور علیؓ دونوں میں افضل کون ہیں؟ ہاں اکثر اہلِ سُنّت حضرات شیخینؓ کو حضرت علیؓ سے افضل کہتے ہیں لیکن مجھے اس پر کوئی قطعی دلیل نہیں ملی، ہمیں نہیں معلوم کہ ان میں عنداللہ افضل کون ہیں۔"

دیکھئے غیر مقلدین کے یہ بڑے عالم کیا فرماتے ہیں؟ حضرات شیخین کی افضلیت کے بارے میں اہلِ سُنّت والجماعت کے درمیان کیا کسی قسم کا کوئی اختلاف پایا جاتا ہے؟ کیا امت اسلامیہ کو یہ معلوم نہیں کہ ان چاروں میں کون افضل تھے؟ حضرات شیخین کی افضلیت کے متعلق توقف کا یہ عقیدہ انہوں نے کہاں سے اخذ کیا ہے، کیا شیعوں کے ساتھ غیر مقلدین کے تعلق کے ثبوت کے لئے صرف یہی ایک بات کافی نہیں ہے؟ صحابہ کی افضلیت کے بارے میں ہم ماقبل میں گفتگو کرچکے ہیں۔ چونکہ غیر مقلدین آج کل سلفیت اور علامہ ابن تیمیہ کے ساتھ عقیدت اور محبت کے اظہار میں بڑے پرجوش اور سرگرم ہیں اس لئے ہم یہاں اس موضوع پر علامہ ابن تیمیہؒ کا کچھ کلام ذکر کرنا مناسب

سمجھتے ہیں، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"جس نے حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر مقدم کیا اس نے درحقیقت مہاجرین اور انصار پر عیب لگایا۔"

اس کے بعد فرماتے ہیں:

"یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عثمان افضل تھے کیونکہ صحابہ نے اپنے اختیار اور اپنے مشورے سے انہیں مقدم کیا تھا"
(منہاج السنۃ جلد۱ صفحہ۱۴۴)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

"جو شخص یہ کہے کہ حضرت علیؓ سے کوئی افضل نہیں تو وہ غلطی پر ہے اور ادلۂ شرعیہ کا مخالف ہے" (ایضاً جلد۱ صفحہ۴۳۱)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"جو حضرت عثمانؓ پر حضرت علیؓ کو فضیلت دے گا وہ سُنّت سے خارج ہو کر بدعت کی طرف چلا جائیگا کیونکہ وہ اجماع صحابہ کا مخالف ہے" (ایضاً صفحہ۴۳۵)

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاوی کی چوتھی جلد میں اس موضوع پر بڑا مفید کلام کیا ہے، اسے پڑھنا چاہئے۔



متعہ غیر مقلدین کے مذہب میں جائز ہے

شیعہ جس "متعہ" کے قائل ہیں اہلِ سُنّت اس کی حرمت پر متفق ہیں اس سلسلہ میں ہمیں کسی کا اختلاف نہیں معلوم، بعض علماء سے متعہ کا جو جواز منقول ہے ان سے رجوع بھی ثابت ہے، فقہ اور حدیث کی شروح میں یہ مسئلہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

لیکن غیر مقلدین کا عقیدہ یہ ہے کہ متعہ نص قرآن سے ثابت ہے، چنانچہ مولانا وحیدالزمان اپنی کتاب "نزل الابرار" میں لکھتے ہیں:

ان المتعة ثابت جوازها باية قطعية للقرآن۔

"متعہ کا جواز قرآن کی قطعی آیت سے ثابت ہے۔"

(نزل الابرار جلد۲ صفحہ ۳۳، ۳۴)

مذہب شیعہ میں نہ صرف متعہ جائز ہے بلکہ ان کے نزدیک تو روایت ہے کہ:

"جس نے ایک بار متعہ کیا اس کا درجہ حضرت حسینؓ کے درجہ کے برابر ہے، جس نے دوبار کیا اس کا درجہ حضرت حسنؓ کے درجہ کے برابر ہے اور جس نے تین بار کیا تو اس کا درجہ حضرت علیؓ کے درجے کے برابر ہے اور جس نے چار بار کیا اس کا درجہ میرے درجہ کے برابر ہے" (منہاج الصادقین صفحہ ۳۵۶)

اور خمینی کہتا ہے:

"زانیہ کے ساتھ بکراہت متعہ کرنا جائز ہے، خصوصاً جب وہ مشہور زانی عورتوں میں سے ہو، اور متعہ کرنے کے بعد ایسی عورت کو گناہ سے روک دینا چاہئے" (تحریر الوسیلہ جلد۲ صفحہ ۲۹۰)

غیر مقلدین اور جمعہ کی اذانِ اول

جمہور مسلمانوں کے خلاف اور شیعوں کے موافق غیر مقلدین کا ایک عقیدہ یہ ہے کہ

جمعہ کی اذان اول کا جسے حضرت عثمانؓ نے جاری کیا ہے انکار کرتے ہیں حالانکہ تمام صحابہ، تابعین اور ائمہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی پیروی کرتے ہوئے حضرت عثمانؓ کی موافقت فرمائی ہے کہ علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین پھر دوسری بات یہ بھی مسلم ہے کہ امت محمدیہ کبھی کسی گمراہی پر اتفاق کر کے جمع نہیں ہو سکتی، صدیوں سے امت محمدیہ میں جاری اس عمل کی مخالفت البتہ ضرور گمراہی اور خلفائے راشدین کی مخالفت کے زمرے میں آتی ہے...... شیعہ اور فرقۂ غیر مقلدین کے علاوہ اس مسئلہ میں کسی اور سے انکار کا ہمیں علم نہیں۔ شیعوں کا مذہب ہے کہ جمعہ کے دن دوسری اذان دینا بدعت ہے اور بعینہٖ یہی غیر مقلدین کا مذہب ہے (دیکھئے کنزالحقائق صفحہ ۳۶) جبکہ جمہور امت حضرت عثمانؓ کے جاری کردہ اس عمل کی پیروی کرتے ہیں، چنانچہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ”حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو پہلی اذان کا عمل اختیار کیا لوگوں نے بعد میں اس پر اتفاق کیا اور چاروں مذاہب میں اسے اختیار کیا گیا جیسا کہ ایک امام پر لوگوں کو جمع کرنے کے سلسلہ میں حضرت عمرؓ کے جاری کردہ طریقہ پر اتفاق کیا۔“

(منہاج السنۃ جلد ۳ صفحہ ۲۰۴)

اذان اول کو بدعت قرار دینے والے سے خطاب کر کے کہتے ہیں:

> ”یہ آپ کس بناء پر کہہ رہے ہیں کہ حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی شرعی دلیل کے یہ عمل انجام دیا“ (ایضاً)

ایک جگہ فرماتے ہیں:

> ”یہ اس بات کی دلیل ہے کہ لوگوں نے اس کے استحباب پر حضرت عثمانؓ کے ساتھ اتفاق کیا حتی کہ حضرت علیؓ کے ساتھیوں نے بھی ان کی موافقت فرمائی ہے جیسے حضرت عمار، حضرت سہل بن حنیف اور سابقین اولین سے تعلق رکھنے والے دوسرے بڑے صحابہ ہیں، اگر یہ بڑے صحابہ اس کا انکار کر دیتے تو کوئی ان کی

مخالفت نہ کرتا" (ایضاً)

"یہ اذان حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جاری کردہ ہے اور مسلمانوں نے اس پر اتفاق کیا ہے اس لئے اسے اذان شرعی کہا جائے گا" (منہاج جلد ۴ صفحہ ۱۹۳)

حقیقت یہ ہے کہ موافقت اور مخالفت کا جذبہ انسان کے اپنے اندر پوشیدہ بغض و محبت کے چشمہ سے پھوٹتا ہے، بہت سے مسائل میں صحابہ اور خلفائے راشدین کی مخالفت کر کے اوران کی سُنّت اور دینی امور میں ان کی اتباع سے اعراض کر کے غیر مقلدین صحابہ کے بارے میں اپنے دل کے اندر پوشیدہ بغض کی ترجمانی کر رہے ہیں...... ربنا لا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم۔

خطبہ میں خلفائے راشدین کا تذکرہ بدعت ہے

شیعوں کے نزدیک جمعہ کے خطبہ میں خلفائے راشدین کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے وہ اسے اہلِ سُنّت کی ایجاد کردہ بدعت قرار دیتے ہیں، چنانچہ منہاج السنۃ میں ہے:

"رافضی کہتے ہیں انہوں نے چند چیزوں کی بدعت جاری کی اور ان کے بدعت ہونے کا اعتراف بھی کیا اور نبی اکرم صلی اللہ کا ارشاد ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا انجام آگ اور جہنم ہے جیسا کہ انہوں نے اپنے خطبہ میں خلفاء کے ذکر کا سلسلہ شروع کیا ہے حالانکہ بالاجماع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور تابعین کے دور میں یہ عمل نہیں ہوتا تھا" (منہاج السنۃ جلد ۲ صفحہ ۱۴۷)

معلوم ہوا خطبۂ جمعہ میں خلفاء کے ذکر کا انکار کرنا شیعوں کا مذہب ہے جن کی صحابہ کے ساتھ عداوت اور دشمنی لوگوں میں مشہور و معروف ہے۔

غیر مقلدین دوسرے کئی مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی شیعہ کے ساتھ ہیں، چنانچہ ان کے ایک بڑے عالم نواب وحید الزمان اپنی کتاب "ہدیۃ المھدی" میں اہلِ حدیث کی علامات ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اہلِ حدیث نماز سے قبل دو خطبے پڑھتے ہیں اور خطبہ میں عربیت کو شرط قرار نہیں دیتے ہیں اور نہ ہی خلفاء اور بادشاہ وقت کے ذکر کا التزام کرتے ہیں کیونکہ یہ بدعت ہے، یہ عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں ہے اور خطبہ سے قبل، امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت صرف ایک اذان پر اکتفا کرتے ہیں۔"

(ہدیۃ المھدی صفحہ ۱۱۰)

اپنی ایک دوسری کتاب "نزل الابرار" میں کہتے ہیں:

"اہلِ حدیث بادشاہ وقت اور خلفاء کے ذکر کا التزام نہیں کرتے کہ یہ بدعت ہے" (نزل الابرار جلد ا صفحہ ۱۵۳)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"خطبہ میں خلفاء کا ذکر چونکہ سلف صالحین سے منقول نہیں اس لئے اس کا ترک کر دینا ہی اولی ہے" (ایضاً)

تو جس طرح شیعہ کے نزدیک خلفاء کا ذکر خطبہ میں بدعت ہے ٹھیک اسی طرح غیر مقلدین کے نزدیک بھی یہ ذکر بدعت ہے، دونوں کے درمیان کس قدر ہم آہنگی اور یکسانیت ہے۔ رہے اہلِ سُنّت والجماعت، تو ان کے نزدیک جمعہ کے دن خلفاء کا ذکر اہلِ سُنّت والجماعت کے شعار میں سے ہے، حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"خلفائے راشدین کا ذکر اگرچہ شرائط خطبہ میں داخل نہیں، مگر اہلِ سُنّت والجماعت کا شعار ہے، خطبہ میں خلفائے راشدین کا ذکر مبارک وہی شخص قصداً چھوڑ سکتا ہے جس کا دل مریض ہو اور باطن خبیث" (مکتوبات جلد ۲ صفحہ ۲۸، ۲۹)

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی اس مسئلہ میں شیعہ اور ان کے ہمنواؤں پر بڑا سخت رد کیا ہے چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"بر سر منبر خلفاء کا ذکر حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور میں تھا بلکہ ایک روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کے عہد میں بھی تھا"

(منہاج السنۃ جلد ۲ صفحہ ۱۴۷)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں: "خلفائے راشدین کا ذکر مستحب ہے" (ایضاً)
ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"بعض لوگ چونکہ خلفائے راشدین کو برا بھلا کہتے تھے اور ان پر نکتہ چینی کرتے تھے اس لئے علماء نے ان کے جواب میں بر سر منبر جمعہ کے دن خلفاء راشدین کا ذکر اختیار کر لیا چنانچہ خطبوں میں ان کی تعریف اور انکے لئے دعاء علی الاعلان کرنے لگے تاکہ ان کے ساتھ محبت اور تعریف کا اظہار کر کے اسلام کی حفاظت ہو سکے"

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"خلفائے راشدین کے ذکر کو معیوب کیسے قرار دیا جا سکتا ہے جن سے اسلام میں کوئی افضل نہیں ہے" (ایضاً صفحہ ۱۵۱)

یہ ہے اہلِ سُنّت والجماعت کا مذہب اور یہ ہے سلفی مسلک!!! لیکن غیر مقلدین صحابہ اور اہلِ سُنّت والجماعت کے طریقہ کو شنیع سمجھتے ہیں اور اس کو کتاب و سُنّت کی اتباع خیال کرتے ہیں صحابہ کرام کے پاکباز قافلہ کے طریقہ کی شناعت کو اگر قرآن و سُنّت کی اتباع کا نام دیا تو اسلامی تعلیمات کا تابناک عملی نمونہ تاریخ اسلام پھر کہاں سے پیش کرے گی، اللہ جل شانہ فرماتے ہیں:

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الھدی، ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ماتولی ونصله جھنم وساءت مصیرا۔

"اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ حق کام ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں (صحابہ کرام) کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے ہو لے تو ہم اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے جو بری جگہ ہے۔"

سلفی حضرات ان فریب کاروں کی حقیقت جان لیتے تو کبھی بھی انہیں تقرب سے نہ نوازتے اور نہ ہی انہیں سلفیوں اور اہلِ سُنّت میں شمار کرتے تاہم راہ راست کی طرف

صرف اللہ ہی ہدایت دے سکتا ہے۔

غیر مقلدین کا صحابہ کرامؓ پر لعن طعن

جیسا کہ ماقبل کی تفصیلات سے آپ کو معلوم ہو چکا کہ غیر مقلدین کا شیعہ فرقہ کے ساتھ بڑا گہرا ربط اور کئی مسائل میں اس کے ساتھ ہم آہنگی ہے۔ شیعوں کے ساتھ ان کی موافقت کا ایک گھناؤنا مظہر یہ ہے کہ صحابہ کی پاکباز جماعت پر یہ لوگ لعن طعن اور سب و شتم کو جائز قرار دیتے ہیں اور شیعوں کی طرح حضرات صحابہ سے براءت کا اظہار کرتے ہیں۔ مشہور غیر مقلد عالم مولوی عبدالحق بنارسی کے متعلق قاری عبدالرحمٰن پانی پتی مرحوم تلمیذ و خلیفہ حضرت شاہ اسحاق صاحب لکھتے ہیں:

> "مولوی عبدالحق بنارسی نے ہزارہا آدمی کو عمل بالحدیث کے پردہ میں قید مذہب سے نکالا ...... اور مولوی صاحب نے ہمارے سامنے کہا کہ عائشہؓ حضرت علیؓ سے لڑ کر مرتد ہوئی، اگر بے توبہ مری تو کافر مری اور صحابہ کو پانچ پانچ حدیثیں یاد تھیں، ہم کو سب کی حدیثیں یاد ہیں، صحابہ سے ہمارا علم بڑا ہے صحابہ کو علم کم تھا[1]"

---

[1] کشف الحجاب صفحہ۲۱، مؤلفہ مولانا عبدالرحمٰن پانی پتی رحمہ اللہ، معلوم ہونا چاہئے کہ مولانا عبدالرحمٰن پانی پتی شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی کے تربیت یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ اصحاب ورع و تقویٰ اور اہل دیانت و امانت میں سے ہیں، اس لئے ان کی شہادت معتبر اور اہمیت کی حامل ہے، جھوٹ ان سے بعید از قیاس ہے۔

اور اس بنارسی شیخ کی عظمت کے لئے بس یہ کافی ہے کہ وہ اپنی جماعت میں محدثین میں شمار ہوتے ہیں، اور ان کی مدح و توصیف کے قصیدے گائے جاتے ہیں، (تفصیل دیکھئے تراجم اہل حدیث ہند میں)

لیکن صاحب نزہۃ الخواطر کے مطابق یہ شخص ائمۂ مجتہدین کے حق میں بڑا جری، فحش گو اور بڑا زبان دراز واقع ہوا تھا، اس لئے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شان میں اس قسم کی بدگوئی اس بنارسی سے مستبعد نہیں سمجھنا چاہئے، سنئے صاحب نزہۃ الخواطر لکھتے ہیں:

اور نواب وحید الزمان صاحب فرماتے ہیں:

"اس سے معلوم ہوا کہ کچھ صحابہ فاسق ہیں، جیسا کہ ولید اور اسی کے مثل کہا جائے گا معاویہ بن ابی سفیان، عمرو بن عاص، مغیرہ بن شعبہ اور سمرہ بن جندب کے حق میں" (کہ وہ بھی فاسق ہیں)

(نزل الابرار جلد ۳ صفحہ ۹۴)

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں:

"بھلا ان پاک نفوس پر معاویہؓ کا قیاس کیونکر ہو سکتا ہے جو نہ مہاجرین میں سے ہیں نہ انصار میں سے، نہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی خدمت کی بلکہ آپ سے لڑتے رہے اور فتح مکہ کے دن ڈر کے مارے مسلمان ہو گئے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ کو یہ رائے دی کہ علیؓ، طلحہؓ، اور زبیرؓ کو قتل کر ڈالیں" (لغات الحدیث......)

آگے لکھتے ہیں:

"ایک سچے مسلمان کا جس میں ایک ذرہ برابر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہو دل پر گوارا کرے گا کہ وہ معاویہ کی تعریف اور توصیف کرے؟ البتہ ہم اہلسنّت کا یہ طریق ہے کہ صحابہؓ سے سکوت کرتے ہیں اس لئے معاویہؓ سے بھی سکوت کرنا ہمارا مذہب ہے اور یہی اسلم اور قرین احتیاط ہے مگر ان کی نسبت

"یہ شخص سفر حج میں مکہ پہنچا، وہاں ائمہ مجتہدین کی شان میں نامناسب الفاظ کہے، جس کی وجہ سے وہاں کے حکام نے اسے گرفتار کر لیا، لیکن بعد میں رہا کر دیا۔ پھر جب حج کے بعد مکہ سے مدینہ پہنچا تو بعض اختلافی مسائل پر گفتگو کی اور ائمہ مجتہدین کی شان میں پھر ناموزوں کلمات کہے اور ان کے متبعین احناف و شوافع وغیرہ کو گمراہ قرار دیا اس وقت مدینہ میں شیخ محمد سعید سلفی مدراسی موجود تھے، انہوں نے یہ معاملہ قاضی تک پہنچایا، عبدالحق کو معلوم ہوا تو وہاں سے چپکے سے بھاگ نکلا اور "جریدہ" پہنچ کر قیام کیا" (جلد ۷ صفحہ ۳۴۰)

کلمات تعظیم مثل "حضرت" و "رضی اللہ عنہ" کہنا سخت دلیری
اور بے باکی ہے، اللہ محفوظ رکھے[1] " (ایضاً)

صحابہ کے بارے میں غیر مقلدین کے بعض عقائد کی یہ جھلک آپ نے دیکھ لی، میں نہیں سمجھتا کہ شیعہ، صحابہ کے متعلق اس کے علاوہ کچھ اور کہتے ہوں یا ان کا مذہب صحابہؓ پر سب و شتم اور لعن طعن کے سلسلہ میں غیر مقلدین کے مذہب سے کچھ مختلف ہو۔

صحابہ کو برا بھلا کہنے والوں کے بارے میں علمائے امت اور سلف صالحین کا موقف بالکل واضح اور بے غبار ہے، امت محمدیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہؓ کی مذمت کرنے والا زندیق اور منافق ہے! (الکبائر للذہبی صفحہ ۲۳۹)

امام سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس نے صحابہ کی عیب جوئی کی، وہ ملحد اور اسلام کا مخالف ہے، اس کا علاج تلوار ہے اگر وہ توبہ نہ کرے۔ (اصول سرخسی جلد ۲ صفحہ ۱۳۴)

اور علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ بدترین زندیق ہے۔ (فتاوی جلد ۲ صفحہ ۱۶۳)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

---

[1] امیر معاویہ کیا تھے؟ ابن عباس، ابوالدرداء اور مجاہد سے پوچھو، یہ لوگ بتائیں گے کہ امیر معاویہ کون تھے؟ علامہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

"حسن سیرت، عدل و احسان میں امیر معاویہ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں، صحیح میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس سے پوچھا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ امیر المومنین معاویہ وتر ایک رکعت پڑھتے ہیں، ابن عباس نے فرمایا: وہ ٹھیک کرتے ہیں، وہ خود فقیہ ہیں، اور ابوالدرداء کہتے ہیں، تمہارے اس امام یعنی معاویہ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی نقل کرنے والا میں نے نہیں دیکھا، چنانچہ امیر معاویہ کے فقہ و دین کی شہادت صحابہ نے دی، فقہ معاویہ کی شہادت تو ابن عباس نے اور حسن صلوٰۃ کی ابوالدرداء نے دی، اور دونوں اپنی نظیر آپ ہیں، ان کی موافقت میں آثار مروی ہیں" (منہاج جلد ۳ صفحہ ۱۸۵)

"اور مجاہد کہتے ہیں کہ اگر تم معاویہ کو پالیتے تو کہتے کہ مہدی یہی ہیں" (ایضاً صفحہ ۱۸۴)

"صحیح نصوص سے ثابت ہے کہ عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور عائشہؓ اہلِ جنت میں سے ہیں بلکہ صحیح حدیث میں یہ بھی ثابت ہے کہ جس نے بیعت رضوان کی ہے وہ جہنم میں داخل نہ ہو گا، حضرت ابوموسیٰ اشعری، عمرو بن العاص، اور معاویہ بن ابی سفیان صحابہ میں سے ہیں ان کے بہت سے فضائل اور محاسن ہیں"

(ایضاً صفحہ ۴۳۲)

ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا رایتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنة اللّٰه علی شر کم

"جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو گالی دے رہے ہوں اور برا بھلا کہہ رہے ہوں تو ان سے کہو تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔"

ایک اور مشہور حدیث میں ہے:

اللّٰه اللّٰه فی اصحابی، لا تتخذوھم غرضا من بعدی۔

"میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے بعد انہیں نشانہ نہ بنانا" (سنن ترمذی)

صحابہؓ کے بارے میں یہ ہے اسلاف اور اہلِ سُنّت والجماعت کا عقیدہ (میں نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب " مکانة الصحابة فی ضوء الکتاب والسنة" کے نام سے لکھی ہے جس میں اس موضوع کے تمام پہلوؤں پر تفصیلی بحث کی ہے، تفصیل چاہنے والے اس کی طرف مراجعت کریں)

حقیقت یہ ہے کہ اہلِ سُنّت والجماعت اور سلفیت کی طرف نسبت کرتے ہوئے غیر مقلدین کو دیکھ کر بڑا تعجب ہوتا ہے، ان کی طرح دوسرے کئی گمراہ فرقے بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ سلف کے مذہب پر ہیں حالانکہ سلف اور ان کے عقیدہ کا ان سے دور کا بھی تعلق

نہیں ہے، ان جیسے ہی لوگوں کے بارے میں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

"یہ لوگ اولاً آدمی کو شیعیت اور اس کے مذہب کی طرف بلاتے ہیں اور اس کے بعد بتدریج اسے اسلام کے دائرہ سے خارج کر دیتے ہیں" (فتاوی جلد ۴ صفحہ ۱۶۳)

یقیناً غیر مقلدین بھی اپنی تخریبی دعوت اور اپنی گھناؤنی تحریک کے ذریعہ امت مسلمہ کے سادہ لوح عوام کو الحاد اور اباحیت کے راستہ پر ڈال کر دین، ایمان، صحیح عقیدہ اور اسلاف کے مسلک سے انہیں نکالنا چاہتے ہیں جس پر امت مسلمہ روز اول سے آج تک برقرار چلی آرہی ہے۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں غیر مقلدین کے عقاید کا یہ کچھ خلاصہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا جن کے بارے میں اللہ جل شانہ فرماتے ہیں:

السابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه واعدلهم جنت تجرى تحتها الانهار خالدين فيها ابدا ذلك الفوز العظيم۔

"مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے اور سب سے اول رہنے والے اور جن لوگوں نے ایمان و اخلاص کے ساتھ ان سابقین اولین کی پیروی کی تو ان سب سے اللہ راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ہمیشہ ان باغوں میں رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔"

ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے:

لكن الرسول والذين آمنوا معه جاهدوا بأموالهم وانفسهم واولئك لهم الخيرات واولئك هم المفلحون۔

"لیکن رسول اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے، اپنے مال اور

جان سے جہاد کیا یہی لوگ بہترین لوگ ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔"

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا:

من ابغضهم فببغضی ابغضهم ومن آذاهم فقد آذانی، ومن آذانی فقد آذی اللّٰه، ومن آذی اللّٰه فیوشك ان یاخذهم۔

"جس کو صحابہ سے بغض ہے اسے درحقیقت مجھ سے بغض ہے اور جس نے صحابہ کو ایذاء پہنچائی تو اس نے درحقیت مجھے ایذاء پہنچائی اور جس نے مجھے ایذاء دی اس نے درحقیقت اللہ کو ایذاء دی اور جس نے اللہ کو ایذاء پہنچائی اس کی ہلاکت میں کیا شک ہے"

(ترمذی)

حقیقت یہ ہے کہ غیر مقلدین کے دوسرے باطل عقائد نہ بھی ہوتے، تب بھی صحابہ کے بارے میں صرف یہی ایک عقیدہ دائرۂ اہلِ سُنّت سے انہیں نکالنے اور ان کی گمراہی کے لئے کافی تھا۔



فرقۂ غیر مقلدین اور شیخ محمد بن عبدالوہاب

"جہود مخلصہ" کے مؤلف لکھتے ہیں:

"تحریک اہلِ حدیث درحقیقت علامہ ابن تیمیہ، شیخ محمد بن عبدالوہاب، علامہ شوکانی اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی ان تحریکوں کا ایک سنگم ہے جو سلف صالح کے دین کی طرف رجوع کے لئے معرض وجود میں آئی تھیں" (صفحہ ۸۲)

شیخ محمد بن عبدالوہاب کی یہ مدح اور تعریف اور ان کے متعلق یہ عقیدہ کہ ان کی دعوت و تحریک کا مقصد سلف صالح کے دین و مذہب کی طرف رجوع تھا ان سب باتوں کا اظہار اس آخری دور میں اس وقت شروع ہوا جب سعودی عرب کی سرزمین سے پٹرول کے چشمے پھوٹ پڑے ورنہ اس اقتصادی ترقی سے پہلے شیخ محمد بن عبدالوہاب علمائے غیر مقلدین کے نزدیک عام مقلدین میں ایک مقلد تصور کئے جاتے تھے، اہلِ سُنّت والجماعت اور اہلِ حدیث سے خارج تھے اور ان کے عقائد پر علمائے غیر مقلدین رد کرتے تھے، چنانچہ مولانا وحید الزمان نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کے رد پر اپنی کتاب "ہدیۃ المھدی" میں ایک مستقل فصل لکھی ہے، اس میں وہ کہتے ہیں:

"ہمارے بعض متأخرین بھائیوں نے شرک کے معاملہ میں بڑی سختی برتی ہے چنانچہ انہوں نے دائرۂ اسلام کو تنگ کر دیا، حرام اور مکروہ امور کو انہوں نے شرک قرار دیا، اگر اس سے ان کی غرض علمی شرک یعنی شرک اصغر ہے یا سدِذرائع کے طور پر انہوں نے ان امور کو شرک کہا تو شاید اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما دیں، اور انہیں معاف کر دیں ورنہ ایسے کرنے والا غالی اور متشدد فی الدین ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لاتغلوا فی دینکم "دین میں

غلو نہ کرو" دین میں تشدد اور سختی خوارج کی علامت ہے، ہم یہاں اجمالاً ان امور پر تنبیہ کرتے ہیں، مقصود اہلِ حدیث بھائیوں کا غلطی میں پڑنے سے حفاظت ہے" (ہدیۃ المہدی صفحہ ۴۶)

اس کے بعد نواب موصوف نے بہت سے ایسے امور پر تنبیہ کی ہے جن میں تشدد کر کے شیخ محمد بن عبدالوہاب نے انہیں شرک قرار دیا حالانکہ وہ نواب صاحب کے نزدیک شرک نہیں۔ یہاں ہم ان کا پورا کلام نقل نہیں کر سکتے کیونکہ وہ بہت طویل ہے تاہم شیخ محمد بن عبدالوہاب کے متبعین سلفی حضرات کو اس کے بعض نمونے دکھانا چاہتے ہیں اس لئے اس سلسلہ میں مختصراً ان کا کچھ کلام نقل کرتے ہیں، تفصیل چاہنے والے اصل کتاب کی طرف مراجعت کریں، وہ لکھتے ہیں:

"ان امور میں سے ایک یہ ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نے کہا کہ مشکلات اور قضائے حاجات میں اعانت اگرچہ اللہ کی قدرت، اجازت، حکم، رضا اور قضا سے ہو انبیاء اور اولیاء کے شایانِ شان نہیں ہے اور جو یہ اعتقاد رکھے وہ مشرک ہے۔

لیکن یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ فرشتے اللہ کے حکم و فیصلہ سے لوگوں کی مدد کرتے ہیں، لوگوں کے اختیار سے اعانت نہیں کرتے ...... حدیث ابدال میں ہے کہ میری امت میں تیس آدمی ابدال ہوں گے، انہیں کی وجہ سے زمین قائم ہے، بارش برستی ہے اور مدد کی جاتی ہے اور ایک اور حدیث میں ہے کہ جب تم میں سے کسی کا کوئی جانور صحرا میں گم ہو جائے تو وہ یوں پکارے یا عباداللہ! اعینونی "اللہ کے بندو! میری اعانت کرو" اس لئے اگر کوئی شخص انبیاء اور صلحاء کی ارواح کے حق میں اس طرح کا عقیدہ رکھے تو اس سے شرک باللہ لازم نہیں آتا ہے۔

ان امور میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب انبیاء یا صلحاء کی قبروں کو چھونا، ان کو بوسہ دینا یا ان کے اردگرد طواف کرنے کا عمل شروع ہو جائے، تو ان قبروں کا حکم وہی ہے جو بتوں کا ہے،

انہیں منہدم کرنا، ان کی اہانت کرنا اور انہیں کھودنا واجب ہے، ابن عبدالوہاب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے ظاہر سے استدلال کیا ہے اللھم لا تجعل قبری ھذا وثنا یعبد "اے اللہ! میری اس قبر کو بت نہ بنایئے جس کی عبادت کی جاتی ہے۔"

لیکن ہمارا خیال ہے کہ انبیاء اور صلحاء کی قبروں کی تعظیم شارع نے باقی رکھی ہے اس لئے ان قبروں کی تحقیر اور اہانت جائز نہیں ہے، اگر عوام کعبہ حجر اسود، یا صفا، مروہ کی عبادت شروع کر دیں تو کیا انہیں توڑنا، ڈھانا اور ان کی اہانت کرنا جائز ہوگا؟ قبروں کی عبادت بھی بعینہٖ اسی طرح ہے۔

ان امور میں سے ایک یہ ہے کہ شیخ ابن عبدالوہاب نے کہا کہ جو شخص نبی یا غیر نبی کو اپنا ولی اور شفیع سمجھے تو وہ اور ابوجہل دونوں شرک میں برابر ہیں۔

لیکن میرے نزدیک یہ بات مناسب نہیں ہے، نبی کا مسلمانوں کا ولی اور شفیع ہونا صحیح احادیث سے ثابت ہے تو علی الاطلاق یہ عقیدہ کیسے شرک ہو سکتا ہے اور ان امور میں سے یہ بھی ہے کہ شیخ ابن عبدالوہاب نے کہا کہ جو شخص، روضۂ اطہر کی تعظیم کریگا اور نماز کے قیام کی طرح وہاں کھڑا ہو گا کہ اس کے بائیں ہاتھ پر دائیں ہاتھ رکھا ہو اور پھر وہ آپؐ سے سفارش یا دعا کرے تو وہ مشرک ہے۔

میں کہتا ہوں یہ غلو ہے جسکی ممانعت آئی ہے، علامہ ذہبی، کی، ماوردی اور ابن ہمام وغیرہ نے روضۂ اطہر کی زیارت کے آداب میں تصریح کی ہے کہ روضہ کے پاس قیام صلاۃ کی طرح کھڑا ہونا چاہئے...... اسلاف میں سے کسی نے بھی اسے شرک نہیں کہا ہے۔

ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی نبی یا ولی کی قبر کی زیارت کے لئے سفر کیا، یا اس کی قبر کا طواف کیا، یا قبر کے پاس اللہ سے دعا کی یا وہاں چراغ جلایا، یا اسکے پانی سے تبرک حاصل کیا، یا وہاں سے ٹخنوں کے بل لوٹایا اپنے چہرے اور رخساروں کو دیوار کعبہ کے علاوہ کسی دوسری دیوار سے لگایا، یا حرم اللہ (حرم مکہ) کے علاوہ کسی اور حرم کی تعظیم کی یا جھاڑو دی یا غیر اللہ کو پکارا مثلاً یا محمد! یا عبدالقادر! کے الفاظ کہے تو شیخ ابن عبدالوہاب کے نزدیک ایسا کرنے والا کافر اور مشرک ہو گیا۔

لیکن شیخ ابن عبدالوہاب کا یہ کلام بڑا عجیب ہے اس لئے کہ مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی اور کے لئے شد رحال کا مسئلہ صحابہ اور تابعین کے زمانے سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے، حتی کہ حضرت ابوہریرہؓ نے طور دیکھنے کے لئے سفر کیا ہے، اسلاف اور بعد کے بہت سے علماء، انبیاء اور صلحاء کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر کو جائز قرار دیتے ہیں جیسے امام حرمین، غزالی، سیوطی، ابن حجر مکی، ابن ہمام، حافظ ابن حجر، علامہ نووی وغیرہ حضرات ہیں تو کیا یہ سب کافر اور مشرک تھے؟ بلکہ اس قائل کے نزدیک تو یہ لازم آتا ہے کہ ان کا کفر اور شرک زیادہ سخت ہو کیونکہ انہوں نے نہ صرف شرک کا ارتکاب کیا بلکہ اس شرک اور کفر کو جائز بھی قرار دیا ہے۔

رہا قبروں کے پاس طواف تو حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الانتباہ لسلاسل اولیاء اللّٰہ" میں اسے جائز قرار دیا ہے۔"

رہی بات دعا کی تو بے شک ہر جگہ اللہ سے دعا کرنا جائز ہے، بعض علماء نے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس یا دوسرے متبرک مقامات کے پاس دعا کی جلد قبولیت کی امید ہوتی ہے۔ امام شافعی نے فرمایا کہ موسیٰ کاظم کی قبر ایک مجرب تریاق ہے

(یعنی وہاں قبولیت دعاء کا تجربہ ہے) اور ابن حجر نے "قلائد" میں امام شافعی رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے کہ آپؒ فرماتے تھے کہ میں امام ابو حنیفہ کی قبر سے تبرک حاصل کرتا ہوں، جب مجھے کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو میں امام ابوحنیفہ کی قبر کے پاس آکر دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور وہاں اللہ سے دعا کرتا ہوں تو میری حاجت پوری ہو جاتی ہے اور واقدی نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا شہداء احد کی قبروں کے پاس آکر دعا کرتی تھیں، اسی طرح حضرت حسن بن حسن کی بیوی نے اپنے شوہر کی قبر پر ایک گنبد بنایا تھا اور ایک سال تک اس میں رہی، اسلاف اور بعد کے علماء، صلحاء کے آثار سے تبرک حاصل کرتے چلے آرہے ہیں اور ان سے تبرک کو کسی نے بھی شرک نہیں کہا ہے۔

حرم کعبہ کے علاوہ کسی اور حرم کی تعظیم کے بارے میں بھی اس آدمی نے بڑی فحش غلطی کی ہے، اسے معلوم نہیں کہ حرم مدینہ بھی حرم مکہ کی طرح ہے، یہی صحیح قول ہے جس پر تمام اہلِ حدیث ہیں اور یہی امام مالکؒ کا قول ہے، کاش! یہ قائل اگر مسلم شریف کی حدیث پڑھ لیتا تو کبھی اس طرح کی بات نہ کہتا"

(ہدیۃ المھدی صفحہ ۲۶، ۳۵)

ان امور میں یہ ہے غیر مقلدین کا عقیدہ، جن میں شیخ ابن عبدالوہاب کے ساتھ ان کی سخت مخالفت ہے اور بریلویوں کی طرح یہ لوگ بھی انہیں غالی اور متشدد کہتے ہیں۔

مذکورہ کلام سے اس کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے کہ قبروں اور قبر والوں کے متعلق، اولیاء اللہ سے تبرک، قبروں اور مقامات متبرکہ کی زیارت، قبروں کے پاس دعا اور اصحاب قبور سے استعانت کے بارے میں غیر مقلدین کا عقیدہ شیعوں اور بریلویوں کے مذہب و عقیدہ سے کچھ زیادہ مختلف نہیں بلکہ ان گمراہ فرقوں کے ساتھ وہ پوری طرح موافق و متحد ہیں۔

لیکن آپ آج کے دور کے غیر مقلدین کو دیکھیں گے کہ وہ جھوٹا لبادہ اوڑھ کر عقیدۂ توحید کے ساتھ اپنی وابستگی کا دعوی کرتے ہیں، حالانکہ عقیدۂ توحید سے وہ کوسوں دور ہیں ان کا عقیدۂ توحید سے اور عقیدۂ توحید کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے! ان کے دلوں میں تو عقیدۂ وحدۃ الوجود، شیخ ابن عربی کی محبت، شیخ ابن عبدالوہاب سے بغض و نفرت، صحابہ کو سب و شتم اور امام منتظر کے بارے میں شیعوں کے گمراہ کن عقائد رچے بسے ہیں جن کے کچھ نمونے آپ نے دیکھ لئے۔

قارئین کرام! آپ نے یہ بھی دیکھ لیا کہ غیر مقلدین کے سابق علماء شیخ محمد بن عبدالوہاب کی عقائد میں کس طرح مخالفت کرتے ہیں اور ان کی کیسی تحقیر کرتے ہیں، اب ان کے بارے میں موجودہ دور کے غیر مقلدین کے اس قول کے بارے میں آپ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ

> "تحریک اہلِ حدیث درحقیقت علامہ ابن تیمیہ، شیخ محمد بن عبدالوہاب، علامہ شوکانی اور حضرت شاہ ولی اللہ کی ان تحریکوں کا ایک تسلسل ہے جو سلف صالح کے دین کی طرف رجوع کے لئے معرض وجود میں آئی تھیں۔"

کیا یہ کلام حقیقت کی کچھ بھی ترجمانی کرتا ہے؟ کیا یہ کلام خاص "اغراض و مقاصد" کے حصول کے لئے معرض وجود میں آنے کی غمازی نہیں کرتا؟

تقلید کے متعلّق عقیدۂ غیر مقلدین اور عقیدۂ شیخ کے درمیان تضاد!

تقلید اور مقلدین کے ساتھ دشمنی ہی ایک ایسا وصف ہے جس میں برصغیر کے غیر مقلدین بہت ممتاز نظر آتے ہیں، ان کی تمام سرگرمیاں اور کارستانیاں اس میدان کے ساتھ مخصوص ہیں، تقلید کا ہر منکر ان کا دوست اور مقلدین کا ہر خدمت کرنے والا ان کا ساتھی ہے، ان کا سب سے دلچسپ، سب سے محبوب مشغلہ تقلید اور مقلدین کا رد ہے، اس موضوع سے بڑھ کر کوئی موضوع انہیں محبوب نہیں۔

شیخ ابن عربی کو یہ لوگ صرف اس وجہ سے کہ وہ ان کے نزدیک تقلید اور اہلِ تقلید

کے بڑے سخت مخالف تھے "خاتم الولایۃ المحمدیہ" کہتے ہیں، ان کے اکابر، وحدۃ الوجود کے بارے میں ان کے قول کو جائز قرار دیتے ہیں اور فرعون کے ایمان کے بارے میں ان کے کلام کی تاویل کرتے ہیں، وہ اولیاء کے ہراول دستہ کے فرد ہیں کیونکہ "وہ اتباع سنت، ترک تقلید اور اجتہاد کو ترجیح دینے کی وجہ سے ایک ایسے مقام پر فائز تھے کہ نوک قلم اس کی وضاحت سے عاجز ہے۔"

تقلید اور اہلِ تقلید کی مذمت کرنے والے ہر شخص کی یہ لوگ پذیرائی کرتے ہیں اور مقلدین کو اہلِ سُنّت والجماعت سے خارج سمجھتے ہیں، ان کے منہ پر قرآن کی یہ آیت پڑھتے ہیں جو مشرکین کے بارے میں ہے اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ۔

یہاں ہمارا مقصود تقلید کے موضوع پر بحث کرنا نہیں ہے، مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ تقلید کے بارے میں غیر مقلدین کا موقف شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کے موقف کے بالکل متضاد ہے، کیونکہ شیخ ابن عبدالوہاب نہ صرف یہ کہ تقلید کو جائز سمجھتے ہیں بلکہ اس شخص کے لئے تقلید کو واجب کہتے ہیں جو درجۂ اجتہاد تک نہ پہنچا ہو اور بعینہٖ یہی مذہب علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا ہے، چنانچہ شیخ محمد بن عبدالوہاب اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:

> "اور ہم بھی فروع میں امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب پر ہیں، ہم ائمۂ اربعہ میں سے کسی کی تقلید کرنے والے پر نکیر نہیں کرتے ہیں البتہ ان چاروں ائمہ کے علاوہ کوئی اور نہ ہو کیونکہ دوسروں کے مذاہب ضبط نہیں ہو سکے ہیں، بلکہ جو شخص مرتبۂ اجتہاد کا مستحق نہ ہو، ائمۂ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید پر ہم اس کو مجبور کرتے ہیں" (محمد بن عبدالوہاب و عقیدۃ السلفیہ صفحہ ۵۶)

اور بڑی عجیب بات یہ ہے کہ خود غیر مقلدین کے اکابر نے اس بات کا اقرار کیا ہے، جیسا کہ مولانا عبداللہ غازی پوری کہتے ہیں:

> "پھر یہ عبدالوہاب جو وہابیوں کا پیشوا ہے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مقلد تھا۔"

اس لئے یہ بات اپنی جگہ بے غبار ہے کہ بہت سے عقائد کی طرح تقلید کے متعلق بھی غیر مقلدین اور سلفیوں کے درمیان بون بعید اور مکمل تضاد ہے اور حقیقت وہی ہے جسکی ترجمانی ایک غیر مقلد عالم کے ان الفاظ نے کی ہے کہ "وہابیوں اور غیر مقلدین کے درمیان زمین آسمان کا فرق ہے"

یہ اور بات ہے کہ سرزمین عرب میں پٹرول کے ظہور نے موجودہ لامذہب ٹولہ کے حرص وہوس کو ایسی ہوا دی کہ وہ "زمین آسمان کے اس فرق" پر دبیز پردہ ڈالنے کے لئے بے تاب ہوئے، اپنے اکابر کی کتابوں کو غائب کیا، سلفیوں کے ساتھ ہم آہنگی پر عربی میں کتابیں لکھیں اور اپنے اصل چہرہ پر جھوٹ کا کالک لگا کر عرب شیوخ کی جیبوں تک رسائی حاصل کی، یقیناً اس رسائی میں وہ کامیاب ہوئے، اگر کامیابی اسی کا نام ہو!!!



۳۰۰

صدائے حق

عقائد و عبادات، اخلاق و معاشرت اور ملک و ملت کے متعلق
فکر انگیز مضامین اور ایمان افروز خطبات و مواعظ کا مجموعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب

مرتب
ابن الحسن عباسی
رفیق شعبہ تصنیف، استاذ جامعہ فاروقیہ

مکتبہ فاروقیہ
شاہ فیصل کالونی ۴ کراچی ۲۵

تسہیل الادب

عربی زبان سکھانے کی آسان کتاب

حضرۃ مولانا سلیم اللہ خان صاحب
مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی و صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

مکتبہ فاروقیہ
شاہ فیصل کالونی، کراچی ۲۵

﴿ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ ﴾

تعريب

علم الصيغة

(مع تسهيل يسير)

للمفتي العظيم عناية احمد الكاكوروي

قام به: ولي خان المظفر

أشرف عليه أستاذ العلماء سماحة الشيخ سليم الله خان الموقر

رئيس وفاق المدارس العربية والجامعات الإسلامية بباكستان

ورئيس الجامعة الفاروقية العالمية بكراتشي

-حفظه الله ورعاه-

-النشر والتوزيع-

المكتبة الفاروقية

ص- ب- ١١٠٢٠ شاه فيصل كالوني رقم -٤

كراتشي ٧٥٢٣٠ باكستان

درس مقامات

مقامات حریری کے دس مقاموں کی جدید شرح

ابن الحسن عباسی

رفیق شعبہ تصنیف و استاذ جامعہ فاروقیہ کراچی

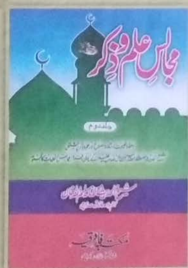
مکتبہ فاروقیہ

۴ شاہ فیصل کالونی۔ کراچی

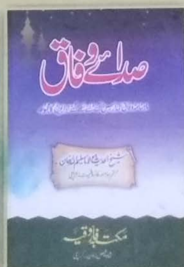

المكتبة الفاروقية
MAKTABA-E-FAROOQIA
KARACHI


MAKTABA-E-FAROOQIA
KARACHI

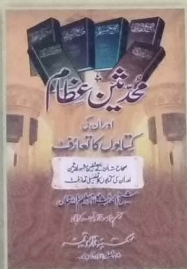




مجالسِ علم وذکر



صدائے وفاق



محدثینِ عظام
اور ان کی
کتابوں کا تعارف